# ہماری ویب ڈیجیٹل بک

## نائلہ رانی

## NAILA RANI

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

E-BOOK SERVICES

*Collection of Published Articles*
*By "Naila Rani"*
*at Hamariweb.com*

# پاکستان کی قیمت

قارئین اکرام پاکستان ہم نے آزادی حاصل کرنے کے لیئے حاصل کیا تھا۔اور لفظ آزادی کے کئی معنی ذہن میں آتے ہیں۔جن میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جسمانی طور پر آزاد ہیں تو گویا وہ آزادی حاصل کر چکے ہیں نہیں نہیں ہر گز نہیں آپ اس وقت تک آزادی کا تصور بھی نہی کر سکتے جب تک کہ آپ کے خیالات آپکی سوچ یا آپکا تصور آزاد نہ ہو میں تو کہتی ہوں آزادی کی جنگ تو ابھی باقی ہے۔ یوں تو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ سے بچہ بچہ واقف ہے کہ اس دن ہم نے آزاد ملک حاصل کیا تھا جہاں ہم کھل کر سانس لے سکیں جہاں ہماری عبادات وسجدے آزاد ہوں ہمارا رہن سہن کھانا پینا اوڑھنا پہننا حتیٰ کہ مکمل طور پر ہماری سوچ و خیالات آزاد ہوں جب برصغیر کے رہنے والے ہندوں نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تو چند بزرگوں نے منصوبہ بنایا کہ اپنا بوریا بستر لپیٹو ہم ایک علیحدہ وطن بنانے چلے ہیں جسکا خواب علامہ اقبال نے دیکھا قیادت قائدِاعظم نے سنبھالی اور دو قومی نظریئے کا تصور سر سید احمد خان نے دے ڈالا۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لیئے ہم نے پاکستان حاصل کرنے کے لیئے بے دریغ قربانیاں دی تھیں کیا وہ حاصل ہو گئیں مشہور شاعر منیر نیازی کے بقول

ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں اس دریا سے پار اترا تو میں نے دیکھا

ایک دریا سے دوسرے دریا میں کود جانا عقلمندی تھی یا کہ حماقت آج بھی لوگ اس سوال کو لے کر اس قدر بے یقینی کا شکار ہیں کہ خدا کی پناہ اسی بے یقینی پر علامہ اقبال فرما گئے ہیں کہ (غلامی سے بد تر ہے بے یقینی) لہٰذا میں تو یہ ہی کہوں گی

کم ہوں گے اس بساط پر ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہائیت برے چلے

آج اس ملک کو وجود میں آئے ہوئے سڑسٹھ سال بیت چکے ہیں مگر پاکستان کی حالت آپکے سامنے ہے بجلی کا بحران آٹے کا بحران دال چاول کا بحران سی این جی کا بحران سوئی گیس کی قلت اور کئی ایسے بحران جو نا قابل بیان ہیں یہ سب عوام کی برداشت سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔ مگر حکومت کوئی

ٹھوس اور پائیدار حل اس مسئلے کا تلاش نہیں کر رہی۔
پچھلے کئی برسوں سے بس ٹال مٹول سے ہی کام چل رہا ہے بجلی کی شدید لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے کارخانے بند ہونے سے لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔ والدین اپنے بچے فروخت کرنے پر مجبور ہیں آٹا چاول، گھی، تیل، گوشت، سبزی غرض روز مرہ کی کوئی شے بھی اب عوام کی دسترس میں نہ رہی۔
بعض اشیاء جو ملک میں دستیاب نہیں تھیں یہاں پیدا نہیں ہوتیں اور ملک انھیں درآمد کرنے پر مجبور ہے ان کی قیمتوں میں عالمی اتار چڑھاؤ کے بدولت اضافہ تو سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن وہ چیزیں جو ہمارے ہاں پیدا ہوتی ہیں جیسے پیاز مرچیں دالیں چاول آٹا وغیرہ ان کی قیمتوں میں بلا وجہ اور بلا جواز اضافہ غریب بے کس عوام کی سمجھ سے باہر ہے اس میں بھی سیاسی کارفرمائی نظر آتی ہے۔کچھ دل جلے اپنی بھڑاس اس طرح سے نکالتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک ایس ایم آپکے پیش نظر ہے۔

میرا ٹی وی ہے جاپانی
میرا اے سی انگلستانی
گھر میں بجلی ہے نہ پانی

یا رو میں ہوں پاکستانی

یہ کوئی لطیفہ نہیں ہے جس پر ٹھٹھہ لگا لینے کے بعد آپ خوش ہو جائیں حقیقت میں تو یہ دنیا کے سامنے پاکستان کی توہین ہے حکمرانوں پر تو جیسے سکتہ ہی طاری ہے ان کے پاس تو قربانیاں دے کر گزر جانے والوں کے لیئے خراج تحسین کا وقت ہے اور نہ ہی ان سسکتے ہوئے اٹھارہ کروڑ انسانوں پر جو پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں بچے بھوک سے مر رہے ہیں بہنیں بے آبرو ہو رہیں ہیں مائیں اپنے لخت جگر بیچنے پر مجبور ہو چکی ہیں۔

ہر طرف سے صدائیں بلند ہو رہی ہیں کہاں ہیں ہمارے رکھوالے کہاں ہے وہ پاکستان جسے اسلام کا قلعہ بننا تھا کہاں ہے امن کا گہوارہ پاکستان یہ عوام کے رکھوالے عوام کے درمیان پانچ دس منٹ کے لیئے آتے ہیں اور کیک کاٹنے کی رسم کرکے چلے جاتے ہیں ان کے تو کانوں میں جیسے روئی ٹھونسی ہوئی ہوتی ہے جو کچھ سنائی دیتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے۔اللہ تعالی تو اپنی مخلوق پر اس قدر ظلم برداشت نہیں کرسکتا پھر یہ ساری انسانی محرومیاں ہمارے ہی حصے میں کیوں ہیں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے ان جاگیرداروں وزیروں ،وڈیروں کے کتوں کی خوراک بھی تمہاری خوراک سے لاکھ درجے بہتر ہے اور تم جیسے مجبور و محکوم انسانوں کو جسم کے ساتھ سانس کا رشتہ استوار رکھنے والی ضروریات زندگی بھی دستیاب نہیں عزیز عوام ان کی بحر کی موجوں میں اضطراب لانے کے لیئے انھیں کسی طوفان سے آشنا کرنا ضروری ہے ورنہ ہمارے اس محکوم اعزاز کی بنیاد پر دنیا بھر میں ہمیں شناخت کرنا مشکل نہ ہو گا کیا ضروری ہے کہ ہماری شناخت ایک مجبور و محکوم کی ہی بنی رہے۔

تجھ کو کتوں کا لہو چاہیئے اے عرض وطن
کتنی آہوں سے تیرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گا

اس قدر قربانیاں دینے کا مقصد یہ تھا کہ ملک میں اسلامی جمہوریت قائم ہو گی لیکن یہاں پر تو الٹا ہی کھیل کھیلا جا رہا ہے باریاں بندھی ہوئی ہیں اور اس چکر کے ختم ہونے کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے اب ا

یک نظر دیکھ لیا جائے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کی قیمت کیا ادا کی ہے۔برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں کروڑوں گھر بے روزگار ہوئے بے گھر ہوئے ۱۵ لاکھ مسلمان قتل ہوئے تقریبا ۹۰۰۰۰ مسلمان بیٹیاں بے آبرو کی گئیں میرا سوال یہ ہے کہ کیا ہماری قیادت کو کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ کچھ ہوگا اگر اندازہ نہیں تھا تو اس سے زیادہ بے بصیرت قیادت کوئی ہو ہی نہیں سکتی اور اگر اندازہ تھا تو اس نے مسلمانوں کو اس آفت سے نکالنے کے لیئے کوئی تدبیر کیوں نہ کی ایسی صورت میں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سے زیادہ نااہل اور بے حمیت قیادت کوئی ہو ہی نہیں سکتی تھی پاکستان کے لیئے جو قیمت ادا کی گئی ہے اس قیمت پر تو اگر پورا کرہ ارض بھی پاکستان بن رہا ہوتا تو ایک غیرت مند مسلمان اسے قبول نہیں کرسکتا تھا کاش اس قیادت کو کٹھرے میں کھڑا کرکے پوچھا جاتا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا یہ ہی ہے شاہکار تیرے ہنر کا

# اقوام متحدہ کی منافقت

جناب قارئین اکرام کہا جاتا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے یہ ہی حساب اسرائیل کا ہے لکھنے والے جتنا ہی بلک لیں بولنے والے کتنا ہی تڑپ لیں لیکن اسرائیل کی غنڈہ گردی ختم ہونے والی نہی ہے دیکھنا یہ ہے کہ یہ چند غنڈے کس کی پشت پناہی میں غنڈہ گردی کر رہے ہیں یہ جو غزہ میں اسرائیلیوں کی وحشیانا بمباری ہو رہی ہے انکے پیچھے ایک لمبا مقصد ہے اور وہ ہے مسلمانوں کی نسل کشی کرنا یہ کھیل فلسطین ،عراق،افغانستان لبنان چیچنیا مصر شام ہر جگہ کھیلا جا رہا ہے یہاں تک کہ پاکستان میں بھی اس کے اثرات ہر آنکھ کھلی رکھنے والا اور حالات پر نظر رکھنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے مگر ہم خاموش ہیں پہلے پہل روس کو افغانستان کے خلاف لڑوایا گیا جب روس کو منہ کی کھانی پڑی اور اس کے نتیجے میں طالبان جیسی ایک طاقت نے جنم لیا تو مریکا کو افغانستان میں کاروائیاں کرنے کا موقع مل گیا یاد رہے جسے ہم امریکہ کہتے ہیں اس کے پیچھے اصل چہرہ یہودیوں کا ہے اور عیسائی انکا ساتھ .بڑھ چڑھ کر دے رہے ہیں تاریخ گواہ ہے کہ ایک وقت آئے گا جب عیسائیوں کی آنکھ کھل جائے گی کہ یہ اس قدر منافق قوم ہے کہ کسی کی دوست نہی ہو سکتی یہ ہی وجہ ہے کہ قران پاک میں جا بجا یہود و نصاری کو دوست بنانے

سے منع کیا گیا ہے ایسے ہی یہود کے بارے میں ہے کہ انہیں جہاں دیکھو چن چن کر قتل کر دو کیونکہ یہ فساد مچانے والی قوم ہے اور اللہ کو فساد مچانے والی قوم بلکل بھی پسند نہیں ہے تو ہم بات کر رہے تھے افغانستان میں امریکہ نے تباہی مچانے کا کیا بہانہ بنایا طالبان کو جنم دیا اور پھر ان کی آڑ میں پورے افغانستان کو اپنی فرعونی سوچ اور جدید ایٹمی طاقت سے ایک اجڑا گلستان بنا کر رکھ دیا اب عراق کی مثال لے لیجیے

عراق میں الزام لگایا گیا کہ یہاں پر بارودی موادیا ویپنز تیار کیئے جاتے ہیں جو کہ ان کے اپنے لیئے تو جائز ہیں مگر جب کوئی بھی خاص طور پر مسلم ملک ایسی حرکت کر بھی لیتا ہے اول تو عراق سے کسی قسم کے کوئی ویپنز برآمد ہی نہی ہوئے تھے اگر ہوتے بھی تو اپنے تحفظ کے لیئے ہتھیار بنانا ہر ملک کے لئیے ضروری ہوتا ہے یہ سوتیلا سلوک عراقیوں کے ساتھ ہوا اور امریکہ کے پس پردہ یہودیوں نے اپنی اٹمی ٹیکنالوجی سے لیس افوج عظیم عراق میں بھیج کر تباہ و برباد کر دیا پورا عراق لہو لہو ہو گیا اور یہ صرف تین دن کی میڈیا کوریج کی بدولت ممکن ہو سکا یہ ہی حال لبنان اور فلسطین کا ہے کہا جا رہا ہے کہ غزہ سے بارودی سرنگیں ختم کرنے کے لئیے اپنی افواج بھیجی ہیں اگر مقصد یہ ہی ہے تو تو ان معصوم بچوں مردوں اور عورتوں کا کیا قصور ہے جو بے گناہ اور معصوم ہیں جن کے ہنستے کھیلتے گھر تباہ کر کے ر

کھ دیئے گئے ہیں اور ان طلباء کا کیا قصور ہے جو سکول میں سفید یونیفارم پہن کر جاتے ہیں اور لال کفن میں لپٹی لاشیں واپس آتی ہیں ان زخمیوں کا کیا قصور ہے جو ہسپتالوں میں علاج کی غرض سے جاتے ہیں اور تباہ حال عمارتیں اور مٹی کے ملبے میں دبے ہوئے ڈاکٹر اور مریض دیکھ کر واپس آ جاتے ہیں۔

یاد رہے غزہ جہاں اب خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے ایک سو پچیس میل لمبی اور چھے میل چوڑی پٹی ہے جس میں تقریبا اٹھارہ لاکھ انسان آباد ہیں غزہ کے علاقے کو غزہ ہاشم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے پر دادا ہاشم کا مزار بھی غزہ میں ہے اور مسلمانوں کا قبلہ اول بھی فلسطین ہی میں ہے اس قدر مقدس دھرتی کیخاطر بھی اگر ہم نہیں لڑنا چاہتے تو تف ہے ایسے مسلمانوں پر پہلے پہل جب حضرت فاروقؓ نے جب یہ علاقہ فتح کیا تو یہاں کوئی یہودی بھی نہ رہا تھا اور بڑے پر امن طریقے سے یہ علاقہ فتح کر لیا گیا تھا کیونکہ حضرت عمر کے رعب و جلال سے ساری دنیا واقف تھی کچھ صدیاں گزرنے کے بعد پھر چند یہودی خاندانوں نے ایک کانفرنس بلائی جس میں طے کیا گیا کہ ہم یہاں اپنی سلطنت بنا کر دم لیں گے jwish national fund والی پانچویں کانفرنس میں ارادہ کیا گیا کہ زیادہ سے زیادہ زمینیں خریدی جائیں اور یہ خواب انکا پہلی جنگ عظیم کے بعد پورا ہونا

شروع ہو گیا یہودی سرمایا داروں نے پیسہ لگایا اور عام یہودیوں نے مہنگی سے مہنگی زمینیں خریدنی شروع کر دیں اس طرح رفتہ رفتہ عالم عرب کے قلب میں پہلا یہودی شہر تل ابیب بسا لیا گیا۔

دونوں ممالک میں کشیدگی پھر بھی برقرار رہی چالاک اور منافق اقوام متحدہ نے 1948ء میں دونوں ممالک کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا اور منافقانہ تقسیم کے تحت اسرائیل کو پچپن فیصد علاقہ دے کر آزاد ریاست کا اعلان کر دیا جبکہ فلسطینی یہاں پر صدیوں سے آباد تھے جنکا وہ آبائی شہر تھا انھیں پینتالیس فیصد علاقہ دے کر الگ کر دیا مگر ایک آزاد ریاست کا اعلان نہ کیا گیا جسکے نتیجے میں عراق، سعودی عرب، لبنان، شام، اردن اور مصر نے ہمت کرکے اسرائیل کی ریاست پر حملہ کر دیا جبکہ اقوام متحدہ نے اپنی منافقت دکھاتے ہوئے اندرونی طور پر اسرائیلیوں کی ہر طرح سے مدد کرنا شروع کر دی جسکی وجہ سے یہودی ریاست کی علاقے میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا اور مندرجہ بالا اسلامی ممالک پس کر رہ گئے اب اڑتیس سال بعد جب غزہ پر سے قبضہ چھوڑا تو اس دوران بھی ظلم و ستم کا بازار گرم رکھا اور پھر 2008,2009ء میں وحشیانہ حملے شروع کر دیئے جسکے نتیجے میں پہلے دن ہی 500 فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا اور جنگ کے بارہویں دن تعداد 1000 ہو گئی۔

آج پھر 2014 ء میں میں فلسطینی مائیں بہنیں ان مجاہدین کو پکار رہی ہیں کہ

اے دین مجاہد تو کہاں چلا گیا ہے

یہ جہاد کی فضائیں تجھے یاد کر رہی ہیں

مگر دینی مجاہد بھائی کہیں ان کی سنیں تو آواز دین لبیک لبیک یاد رہے مغربی ممالک آج بھی اسرائیل کے پیچھے کھڑے ہیں اور ان کو ہر طرح سے اسپورٹ کر رہے ہیں ورنہ وہ چند مٹھی بھر اسرائیلی بہت پہلے ہی نیست ونابود ہو جاتے امریکی وزیر خارجہ جان کیری کا ایک بیان ملاحظہ کیجیے -

بی بی سی بدھ 6 اگست 2014 ء امریکی خارجہ نے کہا ہے کہ کوئی بھی ملک ان حالات میں نہیں رہ سکتا اور امریکہ مکمل طور پر اسرائیل کے پیچھے کھڑا ہے جان کیری نے مزید کہا ہے حماس جو غزہ کو کنٹرول کرتی ہے اس نے تباہ کن اور وحشت ناک رویے کا مظاہرہ کیا ہے

مجھے تو جان کیری کے اس اندھے رویے پر بے اختیار یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جبکہ حماس کیطرف سے کئی مرتبہ جنگ بندی کا اعلان کیا گیا مگر منافق اسرائیل اپنے گھناونے مقاصد پورے کیئے بغیر جانے کے لیئے تیار نہیں ایک خبر اور ملاحظہ کیجیئے -

غزہ میں تین روزہ جنگ بندی کے باوجود اسرائیل کی دہشت گردی جاری حملوں میں شہداء کی تعداد 1450 ہو گئی اور ایسے بیانات معمول کے مطابق آتے رہتے ہیں -

ان حالات میں بھی اگر مسلمان متحد ہو کر جہاد نہ کریں گے تو سوچ لیں یہ اسرائیلی ہاتھ ہمارے گریبان تک بھی پہنچ سکتے ہیں -

# زندگی کیا ہے

زندگی پانی کے بلبلے کی مانند ہے ذرا سی ٹھیس پر بجھ جاتی ہے زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے جس پر آپ پر سکون نیند سو سکیں زندگی میں سکون کبھی بھی نہیں مل سکتا علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں زندگی امیر کی ہو یا غریب کی درد و غم سے معمور ہوتی ہے زندگی میں اگر آپ سکون و خوشی ڈھونڈنے نکل پڑے تو آپ کی زندگی ہی گزر جائے گی ہماری یہ زندگی درد سے جنم لیتی ہے اور درد پر ہی اس کا اختتام ہو جاتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے مسکراتی حیات مانگی تھی غموں سے نجات مانگی تھی دینے والے یہ.بر ہمی کیسی کونسی کائنات مانگی تھی میرا شاعر سے کہنا ہے خدا اگر انسان کو پوری کائنات بھی دے دے تب بھی وہ ایک مسکراتی حیات نہیں پا سکتا اس دنیا کا آغاز اور انجام ہی درد سے ہے یہاں کانٹے ہی کانٹے ہیں ان کانٹوں پر چلنے کا ضبط اگر کسی میں ہے وہی زندگی کا سب سے.بڑا کھلاڑی ہے اور اس دنیا میں کامیاب ہے جب اللہ نے مٹی سے انسان کا خمیر گوندھا ہوگا تو اس میں خوشی کے پانی کی صرف ایک بوند ہی ڈالی ہوگی باقی سارا پانی درد اغم والم کا پانی ہوگا ہر ذی شعور جا

نتا ہے کہ زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور اس زندگی کو ایک دن فنا ہونا ہے
اور ہر صورت میں فنا ہونا ہے انسان کتنی ہی لمبی عمر پالے مگر زندگی کو ایک دن مو
ت کھا جاتی ہے اور پھر زندگی جنم لیتی ہے اور دوبارہ جنم لینے والی زندگی کسی کے لیئے
پھولوں کی سیج ہوتی ہے تو کسی کے لیئے کانٹوں کا بستر خدا کرے ہماری زندگی پھولوں
کی سیج ہو نہ کہ کانٹوں کا بستر۔

## پیارے ماموں جان عمران خان

محترم سلام عرض ہے میری والدہ کا تعلق بھی میاں والی سے ہے اور میں بھی میاں وا
لی میں پیدا ہوئی اس رشتے سے آپ میری والدہ کے بھائی اور میرے ماموں ہی لگتے
ہیں جب آپ ایک کھلاڑی تھے تو دنیا آپکو ایک کھلاڑی کی نظر سے ہی دیکھتی تھی
آپکو کیا سوجھی کہ آپ کھلاڑی سے اناڑی بن گئے چلیں فرض کریں آپ کرکٹ کے
میدان کے بعد اب سیاست کے میدان میں بھی کھلاڑی ہیں آپ نے سیاست میں آکر
کونسا تیر چلا دیا کہ ملک کے حالات بہتر ہو تیا آپ نے آئین توڑا حیرت ہے کوئی
قوت آپ کے در پہ نہ ہوئی آپ ریڈ زون میں میں داخل ہو گئے سپریم کورٹ سے
حکم آگیا کہ یہ انکا آئینی حق ہے ایک جمہوری صدر کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا یہ بھی آ
پکا آئینی و جمہوری حق تھا جناب عالی میری سمجھ سے باہر ہے کہ وہ کونسا خدا ہے جو
آپ پر اسقدر مہربان ہے کہ ایک طرف آپ نے لاکھوں معصوم عفت مآب ماؤں
بہنوں کو تال کی تھاپ پر نچوا کر رکھ دیا جو کہ ایک شرعی ممنوع فعل ہے اس فعل پر تو
خدا کا عذاب نازل ہونا چاہیئے تھا مگر خدا نے آپ کو مہلت دی ہوئی ہے ایک طرف
تو اللہ اللہ ہو رہی ہے دوسری طرف ناچنے گانے والے ہیجڑں کا پورا ٹولا آپ کے
ساتھ ہے جو شائد نہ تو خدا کو مانتے ہیں

-اور نہ ہی خدا کی مانتے ہیں

آنکھیں آج بھی اشک بار ہو جاتی ہیں جب ہم سوچتے ہیں کہ اسی شہر میں اسلام آباد کے قلب میں ایک واقعہ رونما ہوا تھا جو خالصتا شرعی نظام کے لیئے صدا بلند کر رہا تھا جو شائد کسی ہٹلر کے سامنے سراپا احتجاج تھا اس میں بھی خواتین ،بچے بوڑھے نوجوان سبھی تھے با حجاب اور مہذب خواتین اور بے ضرر نوجوان اپنے دفاع کے لئے فوج کے بھاری ہتھیاروں کے آگے کمزور سے ڈنڈے لیئے کھڑے تھے جو ظالم بادشاہ کو جدید ہتھیار نظر آ رہے تھے وہ غیرت مند بھی تھے اور مذہبی بھی انھوں نے اپنی حدود و قیود کو بھی عبور نہ کیا تھا ان کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ ان معصوم بچوں کے لیئے لائبریری بنوادیں جو کہ ڈکٹیٹر نے یہ کہ کر نیست و نابود کر دی تھی کہ یہاں دہشت گردی کا درس دیا جاتا ہے جس پر وہ ظالم حاکم کے سامنے ڈٹ گئے تھے جو کہ رہے تھے یہ ظلم کا نظام ہے یہ طاغوتی نظام ہے یہاں انصاف نہیں ہے ہمارا ساتھ دو اس وقت یہ ہی عمران خان اس طاغوتی نظام کا حصہ تھے اور ظالم حاکم نے دیکھتے ہی دیکھتے مسجد و مدرسہ کو میدان کربلا میں بدل دیا تھا اور سیکڑوں جانوں نے جان کی قربانی دے کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ

ہمارے نصاب میں اک یہ باب بھی شامل ہے

جو سر جھکا کر جئیں وہ جئیا نہیں کرتے

چلو اس قصے کو بھی رہنے دو ہو سکتا ہے عمران خان کو اس سے کوئی ذاتی مفاد حاصل نہ ہو رہا ہو آج ایک اور صورتحال پیش نظر ہے پیارے ماموں ہمارا آپ کو ناتواں سا مشورہ ہے سول نافرمانی کی تحریک کی بجائے آپ اس وقت ایک بھاری سول فوج تیار کریں مرد بنیں اور غزہ کے ان مردوں عورتوں اور بچوں کی دادرسی کریں جو آپ کے خداوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پس کر رہ گیے ہیں پوری قوم آپکے قدموں میں آ جائے گی وسلام.

# وجود زن

افسوس کہ یہ حقیقت تسلیم کر لینے کے با وجود کہ وجود زن سے ہی کائنات میں رنگ بھرا جا سکتا ہے معاشرے میں ترقی و خوشحالی کا بول بالا کیا جا سکتا ہے اسی کے ہاتھ میں کسی قوم یا معاشرے کا مستقبل ہے کسی قوم کا مستقبل سنوارنے کے لیئے جتنی ذمہ داری ایک مرد کے کندھوں پر عائد ہوتی ہے اتنی ہی ذمہ داری ایک عورت پر بھی عائد ہوتی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ہر دور میں مردانہ طاقت نے صنف نازک کی صلاحیتوں کا استحصال کیا اس کے باوجود عورت نے معاشرے کی اصلاح کے لیئے اپنے وجود اور روح کی قربانیاں دینے سے انکار نہیں کیا کیونکہ عورت کبھی بھی اپنی قربانییوں کا سرٹفیکیٹ نہی مانگتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر افسوس کہ دور حاضر کی عورت لبرل ازم اور بولڈنیس کے نام پر خود اپنی صلاحیتوں کا استحصال کر رہی ہے روز.بروز وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھول کر مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہونے کے نام پر چکی پینے والی عورت چکی میں پستی چلی جا رہی ہے آج کی عورت اپنا مقام پیدا کرنے کے بجائے مردانہ روپ دھار کر اور مردوں کی ذمہ داریوں کو اپنا کر نہ صرف اپنے اوپر ظلم کر رہی ہے بلکہ معاشرے کو بے راہ روی کی جانب راغب کرنے میں بھی ا

ہم کردار ادا کر رہی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خدانخواستہ میرا مقصد اس دنیا کی تمام عورتوں کو اس صف میں شامل کرنا نہیں ہے ا للہ کے حکم اور کچھ نیک اور سمجھ دار لوگوں کی بدولت خواتین ابھی بھی راہ راست پر ہیں مگر خوف اس بات کا ہے کہ ماڈرن ازم ، سیکولر ازم اور لبرل ازم کے نام پر آزادی کا ڈھونگ جس قدر رچایا جارہا ہے پاکستان جیسے اسلامی معاشرے میں بھی تیزی سے ایسی خواتین کی شرح بڑھتی جارہی ہے جو اسلام جیسے جدید نظریئے کو نا سمجھتے ہوئے غیر ملکی این جیوز کے جال میں پھنستی جارہی ہیں اکثر غیر ملکی این جیوز سوشل ورک کے نام پر نہ صرف ان پارسا خواتین کو ورغلا رہی ہیں بلکہ چادر اور چار دیواری کیتقدس کو بھی پامال کر رہی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چودہ سو سال پہلے کی بات ہے عورت کو بیچا اور خریدا جاسکتا تھا اسے تمام رشتوں سے محروم کر دیا گیا تھا وہ انسان کے بجائے عورت رہ گئی تھی محض ایک عورتجسے استعمال کیا جاتا تھا اور پھینک دیا جاتا تھا جسکی حیثیت ایک ٹشو پیپر کی رہ گئی تھی جسے معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہ تھا نہ اس کا کوئی گھر ہوتا تھا نہ جائیداد میں حصہ دار ٹھرایا جاتا تھا وحشیانہ تشدد کیا جاتا اور جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا بیٹی کو ظالم

رسوم کے ہاتھوں مجبور ہو کر پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا گو کہ زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا گیا تھا یہ جہالت کا دور تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خدا کو اس کے حال پر رحم آ گیا اوع رحمت للعالمین آپ ﷺ دنیا میں تشریف لے آئے آپ ﷺ نے جہاں جہالت کی دوسری بے شمار رسموں کا خاتمہ کیا وہیں عورت کو چار عظیم رشتوں سے نوازا ماں کے قدموں تلے جنت رکھ کر اسے وہ اعزاز بخشا جو دنیا کا کوئی قانون و مذہب نہ دے سکا تھا بہنوں کو بھائیوں کی عزت قرار دیا اور بیٹی سے محبت و شفقت کا برتاو کرنے کی تلقین کی بیوی کے حقوق ادا کرنا واجب ہوا اور جائیداد میں ہر طرف سے عورت کو حصہ دلا کر مردوں کے مساوی لا کھڑا کیا عورت کو اظہار رائے کا حق دیا علم حاصل کعنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا اسے جانوروں سے انسان یعنی اشرف المخلوق کے رتبے پر فائز کیا اسکے علاوہ بے شمار احسانات ہیں جو گنوائے نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ سب فرسودہ خیالات ہیں یا آج کے مغربی افکار و خیالات جو کہ جو کہ عورت کے بارے میں اکثر سیمینارز اور کانفرنسوں میں پیش کیئے جاتے ہیں جو ایک عورت کو مکمل تحفظ دینے سے قاصر ہیں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ملک میں لبرل ازم کے نام پر جو آزادی کی

فضا میڈیا کی تشہیر اور غیر ملکی این جیوز کی بھرپور کوششوں سے پورے ملک میں کسی و بائی مرض کی طرح پھیل رہی ہے اسکی با قائدہ روک تھام کے لئیے کوئی تشہیر کیوں نہیں چلائی جا رہی کس وقت کا انتظار کیا جا رہا ہے جب پانی سر سے گزر جائے گا -
جناب قارئین اکرام یہ میرے ذاتی خیالات نہی ہیں ایک زمانہ گواہ ہے کہ قصوران معصوم عورتوں کا نہیں ہے جو تمام تر سرگرمیوں اور سازشوں سے ناواقف ہوتی ہیں قصوران مردوں کا ہے جن کو ان پر قوام بنا کر بھیجا گیا ہیجن پر ان کے تحفظ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ موجادہ حالات کو دیکھتے ہوئے کچھ غیرت مند مرد خواتین کے گھروں کو قید خانے بنا کر رکھ دیتے ہیں جو کہ کسی طرح بھی موزوں حل نہیں ہے انسان ایک متوازن ماحول میں رہنے کا عادی ہوتا ہے اور اسی میں معاشرے کی ترقی ہے ----------------
جیسا کہ مغربی معاشرہ پوری طرح جہالت کی لپیٹ میں آتا جا رہا ہے اور ہماری مائیں بہنیں اسکی اندھی تقلید کرتے ہوئے خود ایک اندھے گڑھے میں گرتی جا رہی ہیں خدا را اسلام کا مطالعہ تو کیجیئے اور اس کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کیجیے کہ آزادی لبرلازم ماڈرن ازم اور

آزادی کیا ہے ہمیں کون بے وقوف بنا رہا ہے اور ہم کس کے نقش قدم پر چل نکلے ہیں خدارا اسکا فیصلہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بہت انصاف سے کیجیے گا اور فیصلہ کرنے کے بعد آپ اپنے مذہب اور تہذیب و تمدن کو اختیار کر لیجیے کیونکہ یہ ہی ترقی اور آسانی کا راستہ ہے اپنا مقام پیدا کیجیے اور اس کائنات میں اپنے وجود سے رنگ بھر دیجیے اور ثابت کر دیں کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

## !!! مذہب اسلام کیوں آیا

یوں تو آپ ﷺ کے زمانے میں بہت سے مذاہب رائج تھے جن میں سے زرتشت (آتش پرستی) برہمنیت (ہندومت) بدھ مت صائبیت (سیارہ پرستی) یہودیت اور عیسائیت عام تھے۔ جب اتنے سارے مذاہب موجود تھے تو پھر اسلام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اسوقت بھی امریکہ و برطانیہ کی طرح قیصر و قصریٰ جیسے ترقی یافتہ اور ہر نعمت سے مالا مال ملک آباد تھے ایران، مصر روم شام چین حبشہ میں اور کرہ ارض پر رہنے والا ہر شخص اپنے حال میں مست اور ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا دنیا کا کوئی بھی نظام ہو جیسے ہر کوئی امیر نہیں ہو سکتا یا ہونا نہیں چاہتا یہ ہی صورت حال عرب قبائیلیوں کی تھی عرب لوگ بہت محنتی اور ارادے کے مضبوط ہونے کے باوجود غریب لوگ تھے شائد اسی لیئے اللہ نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے دوران بھیجا جو غریب تھے اور اسلام کی تبلیغ کے لیئے کام کر سکتے تھے آج کی صورتحال آپ کے سامنے ہے سعودی عربیہ ہے تو ایک امیر ملک لیکن لوگ انسانیت کے دائرے سے خارج ہوتے جارہے ہیں۔

ذرا توجہ کیجیئے انسان فطری طور پر ضرور سوچتا ہے میں کون ہوں میں کیوں ہوں مجھے کس نے پیدا کیا میرا بنانے والا میرا مالک کون ہے وہ کون ہے جو

ابدی اور حقیقی زندہ رہنے والا ہے جو اس نظام کائنات کو چلاہ ہا ہے جب اس قسم کے سوالات انسان کے ذہن میں اترنے لگیں تو انسان انسان بننے کی بھرپور کوشش کرتا ہے جب اسلام آیا تو جابجا آپ ﷺ سے لوگوں نے اس قسم کے سوالات پوچھے تو اللہ نے بھی بار بار انکے جوابات دیئے فرمایا

اے مخاطب کیا اس بات کو تو نہیں دیکھتا زمین اور آسمان میں جو مخلوق خدا ہے اور سورج چاند ستارے کوہ پیڑ اور جانور سرنگوں ہیں سب خدا کے آگے ماتھا ٹیک کر اور بہت سے آدمی بھی اسے سجدہ کرتے ہیں (القران)

پھر فرمایا

اے مخاطب کیا اس بات پر تو نے نظر نہ کی کہ زمین وآسمان میں جتنی مخلوقات ہیں سب کی سب اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں اور پر پھیلا کر اڑنے والے یہ طائر سبھی جانتے ہیں کہ ذکر اور بندگی کا طریقہ اور یہ جو کچھ کرتے ہیں وہ خدا جانتا ہے (القرآن)

ان دونوں آیات میں اللہ نے اپنے ہونے انسان سے خدا کے تعلق کو واضح کیا ہے پورا قرآن پڑھ لیجیے جابجا انسانوں سے مخاطب ہو کر انسانوں کو نصیحتیں کی گئیں ہیں جو کہ دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی اسی لیئے قرآن

پاک کا موضوع انسان ہی ہے اسلام خاص طور پر انسان کو انسان سے اشرف ا لمخلوقات بنانے آیا ہے جب کہ مغرب میں لوگ آج بھی ترقی یافتہ دور میں خود کو بندروں کی اولاد کہتے ہیں جو کہ بلکل جھوٹ اور بے دلیل بات ہے آپ ﷺ کی ایک دلچسپ حدیث ہے

دنیا میں ایک لاکھ آدمٌ تشریف لائے اور ہم ان میں سے آخری آدمٌ کی اولاد ہیں تو لوگو تم بندروں کی نہیں آدمٌ کی اولاد ہو یعنی پیغمبروں کی اولاد ہو جو انسانوں سے بھی اعلیٰ صفات رکھتے تھے پھر بتلایا کہ ایک انسان کو کیسے زندگی گزارنی چاہیئے اسی اسلام نے ابن خطاب کو فاروق اعظم اور ابن طالب کو حیدر یا خدا کا شیر جیسے القاب سے نواز دیا اور اسی اسلام نے برائی کو جنم دیے والے فرعونوں و نمرودوں کو لا جواب و بر باد کر دیا جو لوگ شرعی نظام سے ہچکچاتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں وہ کان کھول کر سن لو یہ ہی نظام ہے جو تمہیں آج کے فرعونوں اور نمرودوں سے بچا سکتا ہے اور تمہیں بندروں سے اعلیٰ مخلوق میں بدل سکتا ہے لہذا شرعی نظام کو اسپورٹ کرو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمیں انسان بنا دے کیونکہ اگر انسان انسان بن گیا تو کائنات کا نظام بھی بدل جائے گا یعنی ایک انسانی نظام آ جائے گا۔

# میں اور میرا تخیل

میں نے پوچھا!!!

خاموش کیوں ہو؟

تیری لب جنبش۔۔۔۔۔

دلوں کو قرار دیتی ہے تنہائیوں میں سر بن کر سریلے گیت سناتی ہے لب پکار بن کر خطاب کر جاتی ہے واعظ کی دھاڑ بن کر جذبوں کو جگاتی ہے غموں سے آغاز بن کر خوشی کا انجام بن جاتی ہے

بولو خاموش کیوں ہو؟

تیرے لبوں کی جنبش۔۔۔۔

الجھے ہوئے ذہنوں کو سلجھاتی ہے محبت کی زبان بن کر اظہار کر جاتی ہے درد کی آہ بن کر احساس دلاتی ہے زبان سے اخلاق بن کر بہار نو کے خزانے لٹاتی ہے پھولوں کی خوشبو بن کر روح میں اتر جاتی ہے

ارے بولو خاموش کیوں ہو؟

تیری لب جنبش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میکدے کو مدینہ بناتی ہے علم کی تلوار بن کر جہالت کا سر قلم کر جاتی

ہے آنکھ کا نور بن کر رات میں کرن بن جاتی ہے جذبات کی زبان بن کر قوت اقرار کر جاتی ہے تیری لب جنبش قوم غافل کو غفلت سے جگاتی ہے

خدا کے لیئے بولو خاموش کیوں ہو؟

تیرے لبوں کی جنبش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پیغام محمدیﷺ پورے عالم میں پھیلاتی ہے عالم کا علم بن کر سینوں میں اتر جاتی ہے پانی کا سیلاب بن کر جذبوں میں لگی آگ بجھاتی ہے لکھاری کا قلم بن کر فسانہ ہتھیلی لکھ جاتی ہے مختصر یہ کہ تیری لب جنبش اثر آفریں کر جاتی ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا کی قسم وہ رونے لگا اور گویا ہوا تیرے ہونٹوں نے جو موتی بکھیرے ہیں وہ زندگی کی حسین دلھن کا زیور ہے اور میری خامشی اسکا حسن سمندر کے کنارے پر جاو سمندر سے پوچھو یہ شور کیسا ہے تو معلوم ہوگا شور تو لہریں کرتی ہیں سمندر تو خاموش رہتا ہے سیاہ رات کی تاریکی سے پوچھو یہ سناٹا کیسا ہے تو معلوم ہوگا رات کی جوانی کا حسن ہے۔۔۔۔پھر بھی نہ جان سکو تو پھر

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چاند ستاروں سے پوچھو خامشی کی کہانی کلیوں سے

پوچھو گلابوں سے پوچھو نظریں ملا سکو تو آفتاب سے نظریں ملا کر پوچھو کیوں مسلسل عالم خامشی میں تکتا رہتا ہے پوچھ سکو تو اس دھرتی سے پوچھو کیوں ظالم لوگوں کا بوجھ اٹھائے خاموش رہتی ہے عبادت گاہوں میں جاو عبادت گزاروں سے پوچھو عبادت میں خامشی کیا چیز ہے۔۔۔۔تم پھر بھی نہ جان سکو تو پھر۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بکھرے ہوؤں سے پوچھو بچھڑے ہوؤں سے پوچھو سہے ہوؤں سے پوچھو سمٹے ہوؤں سے پوچھو اجڑے ہوؤں سے پوچھو اللہ والوں سے پوچھو عشق والوں سے پوچھو محبت کے ماروں سے پوچھو محبت کی دوا خامشی غلاموں سے پوچھو غلاموں کی زباں خامشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ارے پھر بھی نہ جان سکو تو پھر جاو

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قبروں میں رہنے والوں سے پوچھو اصحاب کہف کے راز داروں سے پوچھو سوئے ہوئے ان صاحبوں سے پوچھو میری مدہوش سانسوں سے پوچھو بن روح کے اس بدن سے پوچھو اے پوچھنے والی اس عرش والے سے پوچھو ۔وہ خود بھی تو اک خاموش ہستی ہے

# عظیم لیڈر ﷺ کے عظیم صحابہؓ

پاکستان میں جو موجودہ حالات چل رہے ہیں نہائیت ہی افسوس ناک اور شرم ناک بات ہے مگر میں ان حالات پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتی کیونکہ اس ملک کا بچہ بچہ واقف ہو چکا ہے کہ یہ جنگ جمل جیسے واقعات ہیں جسمیں منافق چھپ کر مسلمان کو مسلمان سے لڑوا رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے 1947 سے لے کر 2014ء تک جتنی بھی تحریکیں پاکستان میں چلی ہیں عمران خان یا قادری جیسا ڈرپوک اور دوغلا لیڈر خاص طور پر مذہب کا سہارا لے کر لوگوں کو بے وقوف اور بناتے ہیں اور لوگوں کو مذہبی طور پر بلیک میل کرتے ہیں جسکی جڑیں بہت گہری ہیں کامیاب ہونے کے بعد اپنی سیاست چمکاتے ہیں اور عوام بیچاری کا سڑسٹھ سال سے وہی حال ہے اول تو یہ ملک ایک امیر لیڈر قائدِ اعظم نے بنایا ہی امیروں کے لیئے تھا تو رونا کس بات کا اگر غریب کے لیئے ہوتا تو کوئی جھونپڑے یا چھابڑ والا اس ملک کی بنیاد رکھتا۔

جس طرح گھاس پھونس کی جھونپڑی میں پیدا ہونے والے ہمارے آقا سرکار دو عالم ﷺ ایک تحریک دو لوگوں سے شروع کی چالیس سال تک تبلیغ کی طائف

والوں نے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا مکہ والوں نے اپنے ہی شہر سے در بدر کر دیا جان سے مار دینے کی دھمکیاں بھی ملیں دل دہلا دینے والی سزائیں بھی جھیلیں ابو جہل و لہب کا ان لوگوں نے مقابلہ بھی کیا اس وقت عالم یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ اپنے غلام کو اونٹ پر بٹھاتے اور خود اسکی لگام پکڑ کر چلتے وہ کونسا لیڈر ہے جس نے یہ مثال قائم کی ہو خدا کے لیئے آج کے جھوٹے لیڈرو مذہب کو استعمال اور بدنام کرنا بند کرو اپنی گھٹیا سیاست کی خاطر میرے محبوب سرکار دو عالم ﷺ اور میرے صحابہ اکرامؓ کی مثالیں دینا بند کرو تمھارا مسئلہ تمھاری انا اور تمھاری ہوس ہے اپنے اقتدار کی ہوس کے لیئے توہین رسالت مت کرو ورنہ خدا کا عذاب نازل ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

تم اپنے قائدِ اعظم اور علامہ اقبال کے واسطے دے کر ہی نیا پاکستان بنا لو تو بہتر ہے ورنہ ایک تیسری طاقت توہین رسالت کے خلاف بھی کھڑی ہو سکتی ہے یہاں صرف لوگ عمران خان اور قادری صاحب کی ایکٹنگ سیکھنے آتے ہیں وقت پڑنے پر دونوں طرف کے لوگ غائب ہو جاتے ہیں اور تیسری قوت جو منافقین کی قوت ہے بیچ میں آکر چند ورغلائے ہوئے لوگوں کو مارنا شروع کر دیتے ہیں سڑسٹھ سال سے یہ کھیل جاری ہے خدارا اس کھیل کو بند کر دو میں آپ کے سامنے عظیم لیڈر محمد ﷺ کے اصحاب کی ایک مثال بیان کرتی ہوں

جو مفتی ابو لبابہ کی کتاب (عظمتوں کی کہانی) سے لی گئی ہے تاریخ انسانی کے یادگار
۔معرکہ بدر کے موقع پر صحابہؓ کے اخلاق اور جا نثاری کا عالم دیکھئے

سعد بن معاذؓ نے عرض کیا،، اے اللہ کے رسول ہم آپ پر ایمان لائے ہیں آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ تمام تر حق ہے ہم نے آپ کی اطاعت کا عہد کر رکھا ہے جو ارشاد ہو گا سنیں گے جو حکم ہو گا اسے بجا لائیں گے آپ بے تامل اپنا ارادہ پورا کریں ہم دل و جان سے آپ کا ساتھ دیں گے آپ ﷺ جس سے چاہیں صلح کریں جس سے چاہیں دشمنی کریں ہم ہر حال میں آپکا ساتھ دیں گے ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں جس قدر چاہیں لے لیں اور اگر آپ ہم کو برک الغمامہ (یمن کا ایک دروازہ) تک بھی لے جائیں گے تو ہم ضرور بالضرور ساتھ چلیں گے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپکو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کودپڑنے کا حکم دیں گے تو ہم سارے اسی وقت سمندر میں کودپڑیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا بس اللہ کا نام لے کر ہم کو جدھر بھی لے جانا چاہیں لے چلیں اور آپ اور آپ کے اصحاب چل کر بدر نامی مقام پر فروکش ہوئے جو مدینہ منورہ سے تقریبا اسی میل کے فاصلے پر ہے بلا آخر یہاں 17 رمضان المبارک ۲ھ کو وہ عظیم الشان معرکہ ہوا جو

صحابہ کی جراءت شجاعت، سرفروشی، جانبازی، دلیری و جانثاری اللہ کی مدد و نصرت کی مثال کے طور پر تاریخ عالم میں جانا جاتا ہے مثال دینے کا مقصد ایک سچے لیڈر کی حقیقت بیان کرنا ہے۔

اگر عمران خان سچے ہیں تو میرا سوال ہے عمران خان اور اس کے گروہ سے کیا حکومت کفار کا لشکر ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو جو کہ آپ کے الفاظ سے بھی واضح ہو رہا ہے تو اب تک حکومت قائم کیوں ہے تمھاری حکمت عملیاں تو اسلام کے مطابق ہیں کیا نعوذ باللہ اسلام کی پالیسیاں ہر بار فیل ہو جاتی ہیں میرا قادری اور اس کے گروہ سے بھی یہ ہی سوال ہے کیا آپ ﷺ نے کفار ابو لہب و جہل کا مقابلہ اسی طرح کیا تھا کیا نعوذ باللہ یہ ہی طریقہ تھا آپ ﷺ کا ذرا شرم کرو عقل کو ہاتھ مارو اگر اسمیں قوم کا مفاد بھی ہے تو بھی میرے صحابہ اور میرے نبی کی مثالیں اپنے ساتھ مت جوڑو اور یہ قادری جو نہ جانے کہاں سے مذہب پڑھ کر آیا ہے جو خود ایک متنازعہ شخصیت ہے خود تو جھوٹے خواب دیکھ کر مرتد ہو چکا ہے عوام کو بھی مرتد کرنے پر تلا ہوا ہے اسے تو کسی جہاز کی ٹکٹ دے کر روانہ کرو جو برداشت سے باہر ہوتا جا رہا ہے ورنہ یہ نہ ہو کہ ایک مذہبی جماعت مذہب کو بدنام کرنے والوں کے خلاف کھڑی ہو جائے۔

ہم تو خود حکومت سے عاجز ہیں ان فرعونوں نے واقعی ہمارے نظام کو تباہ و برباد کیا ہے ہمارے بچوں کو تعلیم تو دور کی بات دو وقت کی روٹی سے ترسایا ہوا ہے غریبوں کو اچھوت بنا کر رکھ دیا ہے یہاں غریب ہونا ہی سب سے بڑا جرم ہے جسکی لاٹھی اس کی بھینس ہے غریب طبقے کا رخ کرتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے نہ غریب کو تحفظ میسر ہے نہ عزت کی زندگی امیر امیر سے امیر تر ہوتا جارہا ہے غریب غریب سے غریب تر ہوتا جارہا ہے آج اکیسویں صدی میں بھی حوا کی بیٹیاں بیچی اور خریدی جارہی ہیں زندہ دفن ہو رہی ہیں لیکن فرعونی حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی پورے کے پورے شریف خاندان نے ملک کو یرغمال بنا رکھا ہے یہ عوام کا خون چوس رہے ہیں ہم بھی چاہتے ہیں کہ شریف خاندان کو ہماری جان چھوڑ دینی چاہیے اس فرعونی حکومت کو کسی طرح بھی ہمارے اوپر مسلط نہیں ہونا چاہیے

-----مگر-----------------------

مگر معذرت کے ساتھ میں قادری جیسا مذہبی اور عمران خان کے قائد کا ملک بھی نہیں چاہتی میں اس ملک میں ایک عظیم لیڈر دیکھنا چاہتی ہوں جو قرآن کو آئین بنائے اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے اور ایسے وزراء دیکھنا چاہتی ہوں جو صحابہ اکرام کی طرح جانثار ہوں مجھے امید بھی ہے اور میرا ایمان بھی ہے کہ ایک ایسا نظام ضرور پاکستان میں آئے گا انشاء اللہ خدا کے

نزدیک دیر ہے اندھیر نہیں ہے ظلم کا نظام ٹوٹے گا اور ایک انصاف اور اسلام کا نظام ضرور آئے گا کیونکہ

اندھیرا لاکھ ہو مجھ کو سحر کی آس رہتی ہے
یہ ہی وہ روشنی ہے جو مجھے ڈرنے نہیں دیتی

# بقرہ عید کی نمائش

بقرہ عید کی آمد آمد ہے ہر شخص فکر مند ہو گا کہ جانور بھی لینا ہے اور لینا بھی بقرہ ہے کیونکہ گائے کا گوشت بچوں کو پسند نہیں ہے دوسرے نمبر پر فکر لگی ہوئی ہے کہ فریزر ٹھیک کروانا ہے بلکہ ہمسائیوں کو بھی دکھانا اور بتانا ہے کہ ہمارے گھر میں کتنی قربانیاں ہونے والی ہیں ہر بچہ ضد کر رہا ہو گا کہ ہمارا بکرا ہمسائیوں کے بکروں سے ذرا تگڑا ہونا چاہیئے تاکہ ہمیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے حیرت ہے والدین اس سے بھی زیادہ متفکر ہیں کہ اگر ہمادی قربانی کا بکرہ ہمسائیوں اور رشتہ داروں کے بکرے سے تگڑا نہ ہوا تو ہمارا رعب و دبدبہ کم ہو جائے اور ہماری تو ناک ہی کٹ جائے گی گا آخر بکرا جیسے تیسے خرید لیا جائے گا اسے خوب آرائشی علامات سے سجایا جائے گا پھر پورے محلے میں چکر لگوایا جائے گا ابھی نمائشی حرص پوری کہاں ہوئی ہے مہنگے داموں بکرا ذبح کرنے والا قصائی بلایا جائے گا جو پورے محلے میں مشہور ہو اور سب سے اچھا گوشت بنا سکتا ہو پھر قربانی ہو گی معاف کیجیئے گا بکرا ذبح ہو گا گوشت کچھ اپنے فریزر میں رکھ لیا جائے گا کچھ ہمسائیوں کے فریزر میں تاکہ پتہ چلے کہ ہمارے بکرے یا گائے میں سے اتنا گوشت نکلا ہے کہ

ہمارا تو فریزر ہی کم پڑ گیا ہے پھر مختلف قسم کے کھانے بنائے جائیں گے گوشت کی تعداد کم نہیں ہو گی گوشت کا ایک ہی حصہ ہو گا کیونکہ ادھار پیسے پکڑ کر محلے میں عزت رکھنے کے لیئے قربانی کی گئی ہو گی غربا و مساکین خود چل کر دروازے پر آئیں گے انھیں دھکے دے کر بھگا دیا جائے گا یا معزرت کر لی جائے گی کچھ گھرانوں میں تو میری گنہگار آنکھوں نے دیکھا سال بھر بقرہ عید کا گوشت چلتا رہتا ہے۔

کس قدر توہین قربانی والی بات ہے کچھ لوگ تو اونٹ بھی ذبح کر لیں تب بھی تین حصے نہیں کرتے بلکہ دو حصے کر لیتے ہیں ایک ان ملنے جلنے والوں کے لیئے جو انہیں سال بھر فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں ایک حصہ اپنے لیئے غریب رشتے داروں کی عید انتظار میں ہی گزر جاتی ہے کہ شائد کہیں سے دو بوٹیاں ہی آ جائیں اور منہ کا ذائقہ بدل جائے مگر بے سود ایسے موقعوں پر غریبوں کو کون یاد رکھتا ہے انتہائے حیرت دیکھئے امیروں کے ملازم اور مالی تکعید کے دن گوشت سے محروم رہ جاتے ہیں کتنے دکھ کی بات ہے کتنی شرم کی بات ہے اب تو ہم نام کے بھی مسلمان نہیں رہے آچھا خاصہ نام ہے ایک لڑکی کا مگر وہ خود کو بوبی کہلوانا پسند کرتی ہے سلمان اپنے آپ کو سلو کہتا ہے کچھ تو انگریزوں کے کتے بلیوں کے نام ہی رکھ لیتے ہیں اور جانتے تک نہیں ہیں نام کا کتنا بڑا رتبہ ہوتا ہے دوسری طرف مغرب میں دیکھ لیں

کس خوش اسلوبی سے اپنے تہوار منائے جاتے ہیں کرسمن نزدیک آتی ہے گورنمنٹ ہر چیز سستی کر دیتی ہے تا کہ غریب لوگ بھی خوشی خوشی اپنا تہوار منا سکیں یہ ہی حال ہمسائیہ ملک کا ہے ہولی اور دیولی پر سب ایک ہو جاتے ہیں چیزیں سستی ہو جاتی ہیں اور ہمارے ہاں بیس ہزار کا بکرا پچاس میں دیں گے اور پچاس ہزار کی گائے ایک لاکھ پر پہنچ جاتی ہے حد ہو گئی منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی کی ہمارے ملک میں تو کیا ہم مسلمان ہیں ہم جانتے بھی ہیں کہ قربانی کیا ہوتی ہے قربانی تو قربانی دینے کا درس د یتی ہے -

کیا والدین نے کبھی اپنے بچوں کو اسطرح جس طرح ہماری فرسودہ دادی دادا نانی نانا بتاتے تھے کہ قربانی کیا ہوتی ہے کیوں کی جاتی ہے اس کے پیچھے حقیقت کیا ہے یہ اسلا می تاریخی واقعہ کیسے پیش آیا کیا آج والدین یہ ذمہ داری ادا کر رہے ہیں یہ ذمہ داری اب والدین پر ہی عائد ہوتی ہے کیونکہ بوڑھے والدین جن کی حیثیت ایک گھر میں اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ ایک پیغمبر کی دنیا میں انھیں ذرا تصور کریں ایسی ایسی ہستیوں کو اولڈ ہومز نامی گمنام اداروں میں چھوڑ آتے ہیں جہاں ہر عید پر انکی آنکھیں ترس رہی ہوتی ہیں کہ شائد میرے لخت جگر مجھے ملنے آ جائیں اور ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک مل جائے یہ ہے ہمارے معاشرے کی اصل

تصویر اور یہ ہے اسکی ننگی حقیقت جس پر ہمارے کچھ رہنما فخر کرتے ہوئے نہیں تھکتے سچ پوچھیں تو واقع ہمیں تو خود کو مسلمان کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کیونکہ ہم اس قا بل نہیں ہیں کہ ہم مسلمان کہلوا سکیں اب ہمارے بچوں کو کون بتائے گا کہ قربانی حقیقت میں ہے کیا کد طرح ایک بار اللہ کے خلیل ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ ا پنے بیٹے اسمائیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں تین دن مسلسل یہ ہی خواب آتا رہا سارا واقعہ بیٹے کو سنایا بیٹے کی فرمانبرداری دیکھیئے فرمایا ابا جان جو حکم ملا ہے کر گزریئے پیغمبروں کے خواب جھوٹے نہیں ہوتے اللہ مدد کرے گا۔

حضرت ابراہیم بیٹے اسمائیلؑ جو بعد میں ذبیح اللہ کے لقب سے نوازے گئے کو ساتھ لے کر چل دیئے راستے میں شیطان نے بہکانے کی کوشش کی مگر باپ بیٹے کا ایمان اس قدر مضبوط تھا کہ شیطان کی باتوں کو ٹھکرا کر چل دیئے ایک مقام پر جا کر بیٹے کو لٹا دیا اور چھری گردن پر چلانا چاہی بیٹا بہت عزیز تھا دل نے اجازت نہ دی بیٹے نے فوراً ایک تجویز پیش کر دی فرمایا ابا جان اب تو دل کا معاملہ ہے اللہ کا حکم دل کا معاملہ بھی آ جا ئے تو ٹالا نہیں جا سکتا آپ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجیئے اور میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ کر مجھے الٹا لٹا لیجیئے پھر یہ کام آسان ہو جائے گا باپ کو بات پسند آئی ایسے ہی کیا گیا اور اللہ اکبر کہ

کر چھری چلا دی کیا دیکھتے ہیں کہ چھری نے چلنے سے انکار کر دیا آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک دنبہ پیچھے کھڑا تھا جسے فرشتہ جنت سے لے کر آیا تھا غیب سے آواز آئی اے میرے خلیل تم اس آزمائش میں سے بھی کامیاب ہو گئے اب اپنے پیارے بیٹے کی جگہ دنبے کو قربان کر لیجیئے ایسا ہی کیا گیا اس دن سے ہم قربانی کی عید مناتے ہیں جو کہ اللہ نے ہم پر واجب کر دی ہے کس قدر سبق آموز واقعہ ہے اس واقعہ سے تین اہم سبق ملتے ہیں کسی حال میں بھی اللہ کے حکم کا انکار نہیں کرنا چاہیئے ایک دن کے لیئے سب برابر ہو جائیں اور اولاد کو اپنے خدا اور والدین کا فرمانبردار ہونا چاہیئے ذرا دو چیئے کیا ہم اسی نیت سے قربانی کرتے ہیں اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ خالص نیت سے جو لوگ استعتات رکھتے ہیں قربانی کریں اور قربانی کے گوشت میں سے تین حصے کر لیں ایک حصہ غریبوں اور مسکینوں میں ایمانداری سے تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ اپنے غریب رشتہ داروں میں بانٹ دیا جائے ایک حصہ خود صبر شکر سے تناول فرمالیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت گھر میں رکھنا ناجائز عمل ہے اور یہ ہی قرآن و حدیث کا مفہوم بھی ہے اب ایک طرف تو اللہ کا حکم ہے اور دوسری طرف نمائشی عید اور ایک جملہ یاد رکھ لیں۔

" جب کوئی قوم صرف نمائشی بن جاتی ہے تو قدرت کسی دوسری قوم کو اس پر

"مسلط کر دیتی ہے

# پارلیمنٹ یا جاہلوں کی مجلس

جناب عالی پارلیمانی نظام کیا ہے اور پارلیمنٹ کیا ہے اس پر سے پردہ ہٹانے کے لیئے میں نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو اپنے دور کا اور کم از کم اپنی قوم کے لیئے تو ایک عظیم لیڈر تھا دنیا اسے ہٹلر کے نام سے جانتی ہے مگر جب میں نے انکی کتاب تزک ہٹلری کا مطالعہ کیا وہ اندر سے ایک عظیم لیڈر نکلے اسے ہٹلر بنانے میں اسوقت کے جرمن پارلیمانی نظام نے اہم کردار ادا کیا تھا بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا جرمن کے پارلیمانی نظام کو اگر ظلم کا نظام کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا آپ پاکستان کے نظام سے واقف ہیں یہ بھی پارلیمانی نہیں ایک ظلم کا نظام بن چکا ہے جیسے زہر کو زہر ختم کرتا ہے ویسے ہی ظالم کو ظالم ہی ختم کر سکتا ہے ظالم نظام کو ظالم نظام سے ہی مٹایا جا سکتا ہے جب میں کتاب پڑھ رہی تھی تو ایک دو بار تو چونک بھی گئی کہ کہیں یہ ہمیں ہی تو نہیں للکار رہا جیسے کہ رہا ہو اے ظلم کی چکی میں پسنیوالو طاقت کا مقابلہ ہمیشہ طاقت سے کیا جاتا ہے بزدلی سے ہرگز نہیں بس ظلم کے نظام نے اسے ہٹلر بنا دیا جب وہ بچہ تھا تو اسے آرٹ کا شوق تھا جسکی فیس ادا نہ کر سکنے پر اسکے ننھے ذہن نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا حق اب چھین لیا کرے گا تو

ہم پارلیمانی نظام کی جانب چلتے ہیں پارلیمانی نظام سب سے پہلے۔برطانیہ میں رائج کیا
گیا لیکن باقی دنیا نے لگتا ہے اسکی اندھی تقلید ہی کی ہے۔برطانیہ کے علاوہ ہر جگہ تقریبا
یہ نظام فیل ہی ہوا ہے ہٹلر کے مطابق جس نے کتابوں سے زیادہ دنیا کا مطالعہ کیا تھا۔بر
-طانوی پارلیمنٹ کی ہر نقل کامیاب نہیں ہو سکتی
۔برطانیہ کی پارلیمنٹ تو اپنے ملک کی تاریخی جمہوریت کا نمونہ ہے " ۔برعکس اس "
کے آسٹریا اور جرمن میں یہ قابل تعریف نظام منتقل کرتے ہوئے خالی مکھی پر مکھی ما
رنے کی کوشش کی گئی تھی جس طرح ۔برطانیہ میں پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں اسی طر
ح آسٹریا میں بھی ایک عام الناس کے نمائندوں کا ایوان تھا اور دوسرا ایوان روسا
یاد رہے پاکستان میں بھی پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں ایک ایوان زیریں جو کہ غر "
یب عوام کی نمائندہ ادارہ ہے اور دوسرا سینٹ جس میں امراء تخت نشین ہوتے ہیں
اس میں بھی امراء ہی اہم فیصلے کرتے ہیں کسے مارنا ہے کسے زندہ رکھنا ہے سینیٹرز کا فیصلہ
حتمی فیصلہ ہوتا ہے جب نظام ہی امیروں کا ہے تو ملک پر حکومت بھی امراء ہی کی ہو گی
پھر یہ دن رات راگنی کیوں الاپی جاتی ہے کہ یہ سسٹم بچانا ہے یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ
سسٹم گرانا ہے نئے پاکستان کی رٹ کیوں لگائی ہوئی ہے نئے نظام کی کیوں نہیں کیوں
نہیں کہتے ہم اس نظام

کو گرا کر ایک خالص خلافت کے نظام کی کوشش کریں گے عوام کو کیوں نہیں بتایا جاتا
- کہ خلافتی نظام میں ہر چھوٹا بڑا امیر غریب یکساں ہو جاتے ہیں

یہاں خلافت تو بہت دور کی بات ہے عمارت بھی اپنی تاریخ کے مطابق نہیں بنائی جا سکی برطانوی ماہر تعمیرات بیری نے جب دریائے ٹیمز کے کنارے پارلیمنٹ کے ایوان تعمیر کیئے تھے تو اس کے پیش نظر برطانیہ کی تاریخی روایات تھیں اور جب پاکستان میں پارلیمنٹ بنائی گئی ہو گی تو ان کے پیش نظر ان امراء کی سہولیات ہو نگی جو با آسانی وہاں بیٹھ کر شراب نوشی کر سکیں یقیننا یہ شاہی قلع بناتے وقت بھی مذہب کو استعمال کیا گیا ہو گا اگر پارلیمنٹ اتنی ہی مقدس ہے تو اسے ناپاک لوگوں سے پاک ہونا ہی چاہیئے جو سور سر عام کھاتے ہیں اور شراب کی بوتلیں پانی کی جگہ تناول کر تے ہیں یہ ہیں ہماری مقدس عمارت میں رہنے والے وحشی جنھیں انسان کہنا بھی انسان کی توہین ہے اور یہ سترہ کروڑ عوام کیا اچھوت ہیں یا یہ کافر ہیں جنھیں اس ادا
- رے کا رخ کرنے کی اجازت تک نہیں ہے

جناب عالی جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک اسلامی نظام ہے اور پارلیمنٹ خدا نخواستہ کوئی قبلہ ہے تو یہاں ان سترہ کروڑ لوگوں کو بھی طواف کرنے کا

حق ہونا چاہیئے تو پھر وہاں عام عوام کو دھرنا تک دینے کی اجازت کیوں نہیں ہے پا
رلیمنٹ جیسے گھٹیا ادارے میں بیٹھنے والے سارے احمق اس بات کا جواب کیوں نہیں
دیتے دوسری بات کیا ہماری پارلیمنٹ ہماری تاریخی و مذہبی روایات کو سامنے دکھ
کر بنائی گئی ہے یا برطانوی تاریخ کو ہماری تاریخ کے مطابق تو یہاں ایک سادہ سی عما
رت ہونی چاہیئے تھی اور سادہ سے لوگ جن کے لب و لہجے جاہلوں کی عکاسی نہ کر
رہے ہوتے قاریئین اکرام ہماری پارلیمانی نظام ایک اندھی تقلید کا نتیجہ ہے جسکو ہم
بھگت رہے ہیں غریب کے پاس لکھنے کے لیئے قلم دوات نہیں ہے کھانے کو دو وقت کی
روٹی نہیں ہے رہنے کے لیئے گھر نہیں ہے اور لیڈروں نے اپنے لیئے پارلیمنٹ کے نام
پر قلعے تعمیر کر لیئے ہیں یہ کونسا اسلامی نظام ہے اور کونسا اسلام کے مطابق آئین ہے جو
تمہیں یہ اجازت دیتا ہے۔

ہٹلر اس نظام پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے پارلیمنٹ اصولا غلط ہے میں نے ایک سال آ
سڑیا اور جرمن کی پارلیمنٹ کا مشاہدہ کیا تھا کہ مجھے پارلیمینٹری نظام کے مطعلق ا
پنے عقائد میں ردوبدل کی ضرورت محسوس ہوئی اب میں سرے سے پارلیمنٹ نظام کو
ہی تسلیم نہ کر سکتا تھا اب مجھے احساس ہوا پا لیمینٹری نظام فی نفسہ اپنی اصلیت اور شکل
دونوں کے اعتبار سے غلط ہے پارلیمینٹری نظام شخصی ذمہ داری کا انکار ہے پار
لیمینٹری نظام اد

نی ذہنیت کی پیداوار ہے جن لوگوں کا مطالعہ یہودی اخبارات تک محدود ہے وہ آسانی سے پارلیمنٹ کے تباہ کن اثرات کا اندازہ نہیں لگا سکتے اگر وہ آزادانہ طریقے سے سوچیں اور بطور ہنود واقعات کا جائزہ لیں تو پھر ممکن ہے کہ وہ بھی ان اثرات سے آگاہ ہو جائیں پارلیمٹ جاہلوں کی مجلس ہوتی ہے جب پالیمینٹری سرگرمیوں کے اندرونی کارخانہ کا راز معلوم کر لیا جائے اور جن شخصیتوں اور اصولوں کے بل بوتے پر یہ سارا نظام قائم ہے انکو بغیر کسی رعایت کے حقیقت کی روشنی میں ننگا کرکے دیکھا جائے تو چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے پارلیمینٹری نظام کے حامی یوں توہر وقت حقیقت شناسی کی رٹ لگائے رکھتے ہیں لیکن لطف تب ہے کہ خود ان کے دعاوی کی تحقیق بھی حقیقت اور محض حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کی جائے جب ان معززین اور ان کی سرگرم زندگیوں کے اصولوں کی چھان بین کی جائے توانسان نتائج دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اگر ہم پارلیمینٹری اصولوں کو حقیقت شناسی کے معیار پر جانچیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ ان سے بودا اصول شائد دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا-

وہ ہٹلر جس کے ظلم کی مثالیں دے دے کر ہماری پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے درندے اپنے اندر جھانک کر دیکھ لیں تو ہٹلر انھیں اپنی قوم کے لیئے تو خاص طور پر ایک عظیم لیڈر لگے گا ہماری دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس نظام سے

بچانے کے لیئے کوئی نپولین، ہٹلر، یا مسولینی ہی بھیج دے جو کم از کم اپنی قوم کے لیئے تو مخلص ہو۔

## وہ کرتا ہے عطا مجھ کو شرم وحیا۔۔۔۔ مگر چادر نہیں دیتا

وہ کرتا ہے عطا مجھ کو شرم وحیا۔۔۔۔ مگر چادر نہیں دیتا۔۔۔۔

دوستو جیسے ہی زمانہ گردش میں آیا ہے اس کے طرز و اطوار بھی بدل چکے ہیں میں یہاں صرف ایسی چار خواتین کے دکھ شئیر کرنا چاہتی ہوں جنھیں اس زمانے کے مردوں نے جا بجا طنز و مزاح کا نشانہ تو بنایا ہوگا مگر ان خواتین کے سروں پر چادر دینا تو دور کی بات بلکہ دوپٹے ہی چھین لیئے میرا ایک سوال ہے ان مردوں سے جو ہر لمحہ عورت پر تنقید کرتے نہیں تھکتے اور فحاشی اور بے حیائی کا ذمہ دار صرف اور صرف عورت کو ٹہراتے ہیں کہ عورت کو اس مقام تک لے کر جانے میں کس کا ہاتھ ہوتا ہے میں ان مومن مردوں سے پوچھتی ہوں تم تو عورتوں پر قوام بنا کر بھیجے گئے ہو قوام یعنی کہ انکی حفاظت کے لیئے بھیجے گئے ہو تو پھر یہ خواتین دربدر کیوں ہیں مرد کبھی عورت کے دکھ کو نہیں سمجھ سکتا یہ جملہ بہت پرانا ہے مگر ۱۰۰ فیصد درست ہے میں کوئی کہانی نہیں سنا رہی یہ حقیقت ہے اور پاکستان جیسے معاشرے میں جہاں کہا جاتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ عورت محفوظ ہے یہاں یہ حال ہے پروین شاکر نے بلکل ٹھیک کہا ہے

تو ہے سورج تجھے کیا معلوم رات کا دکھ
تو کسی روز اتر میرے بھی گھر شام کے بعد

سندھ کی رہائشی شبانہ اپنی کہانی اس طرح سناتی ہے میں آٹھویں جماعت میں تھی اس کی آنکھوں سے دکھ جھلکنے لگا تھا نمی پتلیوں میں تیرنے لگی تھی وہ پوری طرح اپنے آپ میں مستغرق ہو چکی تھی میرے والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہم چھے بہنیں اور چار بھائی تھے جیسے ہی والدین نے منہ پھیرا سارے رشتے داروں اور دوست واحباب نے بھی منہ پھیر لیا پھر کیا تھا میں گھر میں۔بڑی آپی تھی سب کو حوصلہ دیا اور لوگوں کے گھروں میں کام کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا بمشکل ہی انٹر کیا تھا کہ بہن بھائیوں کی شادیوں کے لیئے پیسے جمع کرنا شروع کر دیئے تعلیم کو خداحافظ کہا اور دن رات نوکریاں کیں ایک کے بعد ایک سارے بہن بھائی اپنے اپنے گھر کے ہو گئے جب بھائیوں نے کہا اب ہم تمھیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتے اب تم اپنا بندوبست کر لو تو مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی کچھ سجھائی نہ دیا ایک مرد عاشق کے روپ میں ملا اس کے ساتھ کراچی بھاگ آئی آ کر دیکھا اس کے گھر میں پہلے سے اس کے بیوی بچے موجود تھے عاشق کے گھر والوں نے بھی تسلیم نہ کیا اور کہا کہ فوراً اسے طلاق دے دو عاشق بہت چالاک تھا طلاق تو نہ دی گھر سے نکال دیا اور کہا آجکل عور تیں

کیا کچھ نہیں کرتیں تم بھی جاؤ جہاں سے مرضی کما کر لاو اب وہ مسلسل رو رہی تھی میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا دلاسہ دیا اور اسے کمپیوٹر سکھانا شروع کر دیا تاکہ وہ ایک مناسب جاب حاصل کر سکے مگر اب وہ یہ بھی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ سانس کی بیماری میں مبتلا تھی اور علاج معالجے کا وہ سوچ بھی نہی سکتی تھی کیونکہ علاج کروانے کے لیئے کوئی بھی تیار نہ تھا بھائیوں کو فون کیا تو بھابھی نے منع کر دیا کہ دوبارہ یہاں مت آنا اور شوہر جو بظاہر عاشق تھا اسکا حال تک پوچھنے نہ آتا اس نے دکھتے دل سے ایک سوال پوچھا نائلہ تم ہی بتاو میں کہاں جاوں اور میرے پاس اس کے لیئے کوئی جواب نہ تھا -

سونیا دوسری خوبصورت لڑکی تھی اپنے گھر میں اکلوتی سب کی لاڈلی اور بے حد ذہین اس نے بتانا شروع کیا میرے گھر والے متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے نہایئت شر یف اور مذہبی تھے میں دل لگا کر ایف ایس سی کر رہی تھی اور ڈاکٹر بننے کے خواب د یکھ رہی تھی کہ اسی دوران میرا رشتہ آ گیا لڑکا لندن میں اپنا کاروبار کرتا تھا میرے وا لدین نے لالچ میں آ کر وہاں میرا رشتہ طے کر دیا میں راضی نہی تھی اب وہ سسک ر ہی تھی نائلہ یہ میرے ساتھ میرے اپنوں نے ظلم کیا میرے لاکھ منع کرنے کے با وجود میرے والدین نے میری شادی کر دی شادی کے بعد میں بیان نہیں کر سکتی وہ دس دن

میں نے کیسے گزارے پتہ چلا لڑکا لندن میں کسی گوری کو پسند کرتا تھا صرف دس دن بعد اس نے مجھے طلاق دے دی اور میں ننھی سی عمر میں بیوہ ہو گئی میں اپنے محلے میں لڑ کے کو پسند کرتی تھی جو تھا تو غریب مگر مجھ سے محبت کرتا تھا اس واقعے کے بعد اس نے بھی مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا میں نے آگے پڑ ھنے کا فیصلہ کیا تو میرے بھائیوں نے منع کر دیا اب وہ مسلسل رو رہی تھی میں سوچ بھی نہی سکتی تھی کہ میریگھر والوں کے رویۓ اس قدر بدل جائیں گے مجھے وقتی طور پر ایک کورس کرنے کی اجازت مل گئی جب میں انگلش لینگویج کورس کرنے نکلی تو مجھے کسی نے ماڈلنگ کی آ فر کر دی میں نے بھی اپنے والدین کی مرضی کے بغیر آفر قبول کر لی وہاں پر بھی دھو کہ نکلا میری زندگی ایک دھوکہ بن کر رہ گئی والدین اور بھائیوں نے گھر کے دروا زے بند کر دیۓ نائیلہ تم ہی بتاو میرا کیا قصور تھا اور اب میں کہاں جاوں لیکن میرے پاس اس کے سوال کا بھی کوئی جواب نہ تھا

تیسری لڑکی زنیرہ جو بہت ہی کم سن میٹرک کلاس کی طالبہ تھی اسکا دیہات کے ایک جنگلی خاندان سے تعلق تھا جو تعلیم کو ایک ناصور سمجھتے تھے خاص طور پر لڑکیوں کے لیئے اس کے والد کو پڑھانے کا شوق تھا بدقسمتی سے والد کا ایک ایکسڈنٹ میں انتقال ہو گیا بھائیوں نے پڑھانے سے انکار کر دیا رشتہ داروں نے رشتہ لینے سے انکار کر دیا زنیرہ کو اپنا مستقبل خوفناک نظر آیا جب وہ گھر بھر پر بوجھ بن گئی تو اسے احساس ہوا مجھے اپنے

مستقبل کے لیئے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا اسے کچی عمر میں کچھ نہ سوجھا وہ معصوم سی لڑکی تھی بیچاری اسے کیا معلوم تھا کہ فریب راہوں میں بیٹھ جاتا ہے صورت اعتبار بن کر ایک لڑکے نے اس سے خفیہ شادی کرنے کی پیش کش کر دی اسے لگا شائد یہ ہی میری زندگی بھر کا بوجھ اٹھاسکے اس نے اس پر اعتبار کر لیا اور گھر سے بھاگ گئ لڑکے نے اس کی بے ہودہ تصویریں بنا کر فیس بک پر اپ لوڈ کر دی جس سے گھر والوں اور دوستوں میں بھی اس کی رسوائی ہو گئ پھر خوش قسمتی سے اسے کمپیوٹر آپریٹر کی جاب مل گئ اس نے اسے غنیمت سمجھا ایک کمرہ کرائے پر لیا اور وہاں رہنے لگی لیکن محلے والوں نے اس اکیلی عورت کا وہاں رہنا دو بھر کر دیا اسے پہلی مرتبہ پتا چلا کہ وہ ایک عورت تھی محض ایک عورت جب اس نے مجھ سے پوچھا آپ ہی بتائیں اب میں کہاں جاوں ؟ ۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر میرے پاس اس کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا

چوتھی عورت ایک ماں تھی جس کے قدموں تلے اللہ نے جنت رکھی ہے مگر دنیا میں ان ماوں کے محافظ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں آیئے ایک ماں کی داستان سنیں میں نے اپنے دس بچوں کو ضعف پر ضعف اٹھا کر جنم دیا دودھ پلایا پرورش کی ہر خواہش پوری کی میری پودی زندگی ان کی آو بھگت میں گزر گئ جب میں بڑھاپے کو پہنچی تو مجھے پتہ چلا میں اپنی اولاد پر بوجھ بن

گئی ہوں میرے چھے بیٹوں اور چار بیٹیوں میں سے کسی کے پاس بھی میرے لیئے جگہ نہ تھی میں نے خود ہی دوپٹہ لیا اور اولڈ ہوم کا رخ کیا ہیاں میں اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ خدا میرے بچوں کو خوشیاں دے ان کی خوشیوں میں میں رکاوٹ تھی تو میں نے یہ رکاوٹ ہی دور کر دی مگر میرے ایک سوال پوچھنے پر اس کے آنسو آ گئے تھے کیا آپ کو کوئی آپکے بچوں میں سے کبھی ان پانچ سالوں میں کوئی ملنے آیا ؟

آخر میں میں صرف یہ ہی کہوں گی کہ.......

ضروری چیز جو مانگوں وہی اکثر نہی دیتا

وہ کرتا ہے عطا مجھکو شرم و حیا مگر......

چادر نہیں دیتا

# آزادی کی حد

آزادی کی حد کیا ہے ؟ کسی نے کہا ہے کہ وہاں آپ کی آزادی ختم ہو جاتی ہے جہاں دوسرے شخص کی آزادی شروع ہوتی ہے لیکن یہ آزادی کی حد کی مکمل ڈیفینیشن نہیں ہے ہم اسے کچھ مثالوں سے سمجھ سکتے ہیں جب ہم سوچتے ہیں کہ خدا کتنے ہیں ہمیں خدا نے بتا دیا ہے کہ اللہ ایک ہے اللہ کتنا بڑا ہے یہاں آکر ہماری سوچ گھٹنے ٹیک دیتی ہے اللہ کیسا ہے کسی نے اسے نہی دیکھا اگر کوئی کہے گا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے اور میں نے بہت سوچ کر یہ شبیہہ بنائی ہے تو ہم ڈائریکٹ اسے پاگل خانے پہنچائیں گے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک محدود دائرے میں سوچ سکتے ہیں اور مجبور ہوتے ہیں ہیں یعنی کہ ہمارا ذہن اس سے زیادہ سوچے گا تو ذہن کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم حد میں رہ کر کھانے پینے پر مجبور ہیں زیادہ کھائیں گے تو ہمارا پیٹ خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اور آدمی بیمار ہو جاتا ہے اسی طرح لباس بھی ہم ایک حد میں رہ کر زیب تن کریں گے تو اچھا بھی لگے گا اور کسی نقصان کا بھی اندیشہ نہ ہوگا خدا نے ہمارے لئے کچھ حدود مقرر کر دی

ہیں ہم نظر اٹھا کر آسمان کو دیکھتے ہیں ایک حد پر جا کر ہماری نظر ختم ہو جاتی ہے اور ہم خلا میں تکنے لگتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آسمان کو دیکھ رہے ہیں جیسے سمندر کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر جب ہم سمندر دیکھ رہے ہوتے ہیں تو ایک حد کے بعد ہم خلا میں تکنے لگتے ہیں اور کچھ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم سمندر دیکھ رہے ہیں ا سی طرح کچھ لوگ آزادی کی حدود کو عبور کر جاتے ہیں اصل میں وہ حدود توڑ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم حدود میں رہ کر زندہ ہیں خدا نہیں چاہتا کہ انسان اس کی بنائی ہوئی حدود سے تجاوز کرے اسی لیئے آپ ﷺ نے میانہ روی کا راستہ دکھایا ہے نہ تو غلامی ہی کسی قیمت پر قبول کرنی چاہیئے اور اور نہ ہی حدود سے تجاوز کرکے خود کو تباہی کے گڑھے میں گرانا چاہیے پرندوں میں سب سے زیادہ پرواز شاہین کر سکتا ہے مگر اسکی بھی پرواز کی ایک حد ہے جانوروں میں شیر سب سے زیادہ آزاد اور طاقت رکھنے والا جانور ہے مگر جنگل کے بھی کچھ قانون ہوتے ہیں انسان کی تدبیریں اسکی آزادی بھی سلب کرلیتی ہے اسی طرح انسان بے شک آزاد پیدا ہوا ہے مگر خدا کے سامنے اسکی تمام تدبیریں الٹی ہو جاتی ہیں مسلمان ہونے کے ناطے ایک انسان کو حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ نے بار بار قرآن میں حدود سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند فرمایا ہے اور کہا ہے کہ تم اپنی حدود میں رہ کر زندگی گزارو جو قرآن و حدیث میں بتائی گئی ہیں اس نیا کی کوئی

قوم تمہیں مات نہیں دے سکتی آپ کا ئنات کا مشاہدہ کریں گے تو آپ کو ہر چیز ایک دا ئرے میں گھومتی ہوئی نظر آئے گی جو کوئی اس دائرے سے خارج ہوتا ہے وہ حد سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی گیم سے باہر ہو جاتا ہے سورج چاند ستارے تمام کے تمام ایک حکم کے تحت ایک حد میں گھوم رہے ہیں زمیں میں آپ فصل اگا دیں اس میں حد سے زیادہ پانی لگانے پر فصل خراب ہو سکتی ہے ہمارا دل ایک حد کی رفتار سے دھڑک رہا ہے دھڑکن کم یا زیادہ ہونے پر انسان کی صحت متاثر ہوتی ہے حد سے تجاوز کرنے والوں کی زندگیاں صرف اور صرف ضائع ہو سکتی ہیں انسان نے اڑ نے کی کوششوں میں جہاز بنایا جہاز بھی حد سے انچا تجاوز کرے گا تو تباہ ہو جائے گا آ للہ نے آزادی کی حدود بتانے کے لیئے پیغمبر بھیجے پیغمبروں نے جا بجا پیغام دیا تمھا دی یہ اونچی اونچی عمارتیں زمیں بوس ہو جائیں گی تم زمیں کے باسی ہو زمیں پر رہنا تو یکھ لو آج انسان کہتا ہے وہ چاند پر پہنچ گیا ہے مگر وہ ایک پرفیکٹ انسان نہیں بن سکا چا ند پر پہنچنے کی بجائے انسان کی عظمت تک پہنچا جاتا تو وہ اس سے بہتر تھا ٹھیک ہی کہا ہے کسی نے انسان کی آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں پر دوسرے کی آزادی شروع ہو تی ہے آپ دوسروں کی آزادی سلب کرنے کی کوشش کریں گے تو ضرور دوسری طر ف سے ایکشن ہوگا اللہ نے بھی تمھارے لیئے حدود مقرر کر دی ہیں انہی حود میں ر ہتے ہوئے آگے.بڑھا جائے تو بہتر ہے ورنہ ا

اللہ کے لیئے کچھ بھی کرنا مشکل نہیں ہے وہ بھی ایکشن لے سکتا ہے پھر نہ رہے گا بانس نہ
بجے گی بانسری

## کردار۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک عام سا جملہ ہے مگر ہے بہت قیمتی اور بہت خاص صرف خاص لوگوں کے لیئے ا
نسان اپنے لباس سے نہیں کردار سے پہچانا جاتا ہے بد کردار انسان کی دنیاکے کسی
بھی معاشرے میں کبھی عزت نہیں ہوتی خواہ معاشرہ کتنا ہی پست حال ہو جائے ایک
بد کردار انسان اس میں ایسے واضح ہو جاتا ہے جیسے دودھ میں مکھی اور نہ ہی ایسے
انسان کے لیئے جنت میں درجے بلند ہوتے ہیں ایک آچھے کردار کا انسان کبھی کسی
دوسے کے کردار پر انگلی نہیں اٹھاتا کیونکہ وہ جانتا ہے اگر میں ایک انگلی دوسروں کی
جانب بڑھاوں گا تو باقی کی چار انگلیاں اس کے گریبان کی طرف اشارہ کریں گیں ا
چھے کردار کا انسان کبھی اپنی تعریف نہیں کرتا یعنی کہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو نہیں
بنتا بلکہ جب لوگ اس کے اسیر ہو جاتے ہیں تو تب وہ کہتا ہے کہ لوگو میں بھی تمہا
ری طرح کا انسان ہوں میرے نقش قدم پر چلو سیدھی راہ پاوگے ان صاحب کردار
میں سے سب سے اعلیٰ واولیٰ ااول آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے پھر دوسرے
پیغمبروں کی پھر صحابہؓ کی پھر تابعین کی پھر تبع تابعین کی اور پھر ان صوفیا اکرام اور بز
رگوں کی جو ہمیں ہمیشہ آچھائی کا درس دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے پچھلے زما
نے میں لوگ اعلیٰ

کردار اور علماء حق کو اس طرح تلاش کرتے تھے جس طرح آجکل لوگ بد کردار فحش اور بد سیرت لوگوں کے پیچھے پاگل ہیں ایسا لگتا ہے کردار کی قدر ہی کم ہو گئی ہے اچھے کردار کے لوگ نایاب ہوتے جا رہے ہیں جیسے ہیرے جواہرات نایاب ہو گئے ہیں اسی طرح ایسے لوگوں میں بھی کمی آ گئی ہے اسی وجہ سے ہمارے ارد گرد.برائی زیادہ دیکھنے میں آتی ہے گفتار کے غازی تو اس دور میں بے شمار مل جائیں گے مگر کردار کے غازی بہت نایاب ہو چکے ہیں ضرورت اس امر کی ہے آج ہی سے ہم ان با کردار عفتو عصمت کے پیکر شرم وحیا کے مجسموں کو تلاش کرنا چاہیئے جو اس میڈیا اور سوشل میڈیا کی دھول میں دب کر رہ چکے ہیں جنکی باتیں اب ہمیں فرسودہ لگنے لگی ہیں یہ ہی ہمارا اصل ہے اور ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ انسان اپنے اصل کی ترف لوٹ ہی آتا ہے اے خدا ہمیں بھی ہمارے اصل کی جانب لوٹا دے ہمیں با کردار لوگوں کی صف میں شامل کر لے کیونکہ

گفتار کے ہم غازی تو بنے کردار کے غازی بن نہ سکے

# موت سے مت ڈرو

موت سے مت ڈرو

کیونکہ۔۔۔۔۔۔۔

موت اور زندگی کا واحد مالک صرف اللہ ہے۔۔۔۔۔ صرف ایک وہی جس نے نوع کی کشتی طوفان سے نکالی۔۔۔۔۔۔ جس نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں بھی مرنے نہیں دیا۔۔۔۔۔۔ جس نے موسیٰ کے لیئے دریا کا سینہ شک کر دیا۔۔۔۔۔۔اور جسکی حیطہ قدرت سے کائنات کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں اللہ قرآن میں فرماتا ہے کل نفس ذائیقۃ الموت پھر موت سے کیسا ڈر موت تو آنی ہی ہے تو پھر یہ بے قراری کیسی غالب مت بنئے جو کہتا ہے موت کا ایک دن معین ہے غالب نیند کیوں رات بھر نہیں آتی ہم جب تک جتنی زندگی کی خواہش کرتے ہیں موت ویسے ہی ہمارا تعاقب کرتی ہے اگر کسی کو موت سے فرق پڑتا ہے اگر وہ اللہ کی طرف سے اور اللہ کی راہ میں ہے تو وہ بزدل ترین انسان ہے کامیاب وہی شخص ہوتا ہے جو کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہ کے کہ اے موت مجھے تم سے عشق ہے ایک حدیث کا مفہوم ہے دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے تمہارا آخری دن ہے اور زندگی ایسے گزارو جیسے تمہیں ہزاروں سال جینا ہے آخرت کے لیئے سامان سفر اکٹھا کرو نہ کہ حقیر دنیا کے لیئے موت مومن کے لیئے آرام و سکون لے کر آتی ہے اور یہ دنیا اس کے لیئے قید

خانہ ہوتی ہے وہ فانی دنیا کو بھول کر اپنے خالق کے بارے میں سوچتا ہے اس سے ملاقات پر کیا ہوگا جس نے یہ ساری کائینات بناڈالی وہ خود کیسا ہوگا یہ سوچ کر اسکی رب سے ملنے کی شدت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ چاہتا ہے آنکھیں بند ہونے کے ساتھ ہی سانسوں کی ڈوری ٹوٹ جائے اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے اسکی تڑپ بڑھتی جاتی ہے اور وہ تڑپ موت کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہے اور جاتے جاتے اس کے لب پکار اٹھتے ہیں کہ دل کو سکون روح کو آرام آگیا موت آگئی یا کہ دوست کا پیغام آگیا ہم لوگ موت سے صرف اس لیئے خوف کھاتے ہیں کہ وہ دنیا کی رعنائیوں میں اس قدر مستغرق ہو چکے ہیں کہ موت کا خیال تک نہیں آتا لوگ مسلمان ہو کر نہ صرف خود موت سے ڈرتے ہیں بلکہ اپنے ننھے بچوں پر بھی موت کا ایک خوفناک تاثر قائم کر دیتے ہیں جسکی وجہ سے بچے بزدل بن جاتے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں سو سال تک میدان جنگ میں لڑتا رہااور انتظار کرتا رہا کہ مجھے شہادت نصیب ہو مگر موت مجھے بستر پر آئی کیونکی موت پر اختیار صرف خدا کو ہے اس لیئے ہمیں چاہیئے کہ ہم خود بھی موت کے خوف سے آزاد ہو جائیں اور بچوں کو بھی کبھی کبھار پارکوں یستورانوں اور فنکشنز میں لے جانے کے ساتھ ساتھ زندگی کا یہ رخ بھی دکھائیں انھیں بتائیں مومن کے لیئے یہ مٹی سے بنی چھوٹی سی ڈھیری کس قدر کشادہ اور دلفریب جگہ ہے اور ایک برے انسان کے لیئے کس قدر بھیانک جگہ ہے تو لہذا موت سے عشق کیجیئے تاکہ آپ

ایک آزاد زندگی گزار سکیں اور آئندہ نسلوں کو بھی موت سے خوف نہیں عشق کرنا سکھایئے تاکہ وہ معاشرے کے اچھے اور بلند اخلاق اور اعلیٰ اوصاف کے بہادر انسان بن سکیں۔

# اسلام کیا ہے؟

ہم میں سے بہت سے لوگ اسلام پر عمل کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں مگر وہ ایک دائرے میں رہ کر اسلام کے متعلق سوچتے ہیں حالانکہ اسلام کا نقطہ نظر اور اسلام کے تحت بنائی گئی پالیسیوں نے ایک ہزار سال تک غیر مسلموں پر حکومت کی اور اب تک اسلام کا تاثر تمام دنیا پر قائم ہے دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب کا مجموعہ اسلام ہے اللہ نے آدم سے عیسیٰ تک وقفے وقفے سے پیغمبروں کو بھیجا مگر انھیں مکمل تعلیم دے کر نہیں بھیجا گیا تھا اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک مذہب ہے لیکن یہ بلکل خلاف عقل بات ہے وہ باتیں جو دوسرے مذاہب میں بتائی گئیں ہیں اللہ نے وہ تمام باتیں جو دوسرے تمام مذاہب میں بتائی گئ ہیں اللہ نے آخری نبی پر ایک مجموعے کے طور پر قرآن پاک کی صورت میں اتار دیں قرآن پاک کو پڑھ لینے کے بعد کسی دوسری کتاب کو پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ دوسرے مذاہب کی کتابیں نہ صرف ادھوری ہیں بلکہ ان میں انسانوں نے اپنی مرضی کی ترمیم بھی کر دی ہے جبکہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود اپنے ذمے لیا ہے اور جس کا ذمہ خدا لے لے اس میں نکتہ برابر بھی کمی بیشی نہں ہو سکتی

اور اسلام کی تبلیغ کے لیئے اللہ نے آخری نبی محمد صل اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا مولانا مودودی لکھتے ہیں -

انبیاءُ میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت دراصل یہ ہے کہ وہ خدا کے آخری نبی ہیں ان کے ذریعے سے خدا نے اصل دین کو پھر تازہ کر دیا جو تمام انبیاء کا لایا ہوا تھا ان میں جو آمیزش کرکے لوگوں نے الگ الگ مذاہب بنا لیئے تھے ان سب کو خدا نے چھانٹ کر الگ کر دیا اور محمد صل اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اصلی اور خالص اسلام کی تعلیم نوع انسانی کو دی ان کے بعد چونکہ خدا کو کوئی نبی بھیجنا نہیں تھا اس لیئے انکو جو کتاب اس نے دی اسے اسکی اصل زبان میں لفظ بہ لفظ محفوظ کر دیا تا کہ انسان ہر زمانے میں اس سے ہدائیت حاصل کر سکے -

ان مختصر اور جامع الفاظ سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اسلام ایک دم نازل نہیں ہوا بلکہ آدم سے لے کر محمد صل اللہ علیہ وسلم تک تقریبا ایک لاکھ چوبیں ہزار دنیا میں تشریف لا چکے ہیں اور انھوں نے ایک کے بعد ایک موضوع کو اجاگر کیا مگر توحید سب کا یجنڈا رہا توحید کے بعد ہر نبی اپنی قوم کی صلاحیتوں کے مطابق انھیں تعلیم دیتے رہے اور آہستہ آہستہ تمام مضامین اکٹھے ہوتے گئے جنہیں محمد صل اللہ علیہ وسلم ایک جلد

میں اکٹھا کرکے اپنی خاص امت میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا جسکی بدولت ا
نکی پا لیںاں اور ان کے کارنامے پوری دنیا میں چھا گئے اور تقریبا ۹۹ فیصد لوگوں نے
اآپکی باتوں پر لبیک کہا باقی بدقسمت اپنی ہٹ دھرمی اور ضد وانا کی نظر ہو گییے قر
آن وہ کتاب ہے جس کی اللہ نے خود حفاظت لی ہے پھر بھلا اس میں کسطرح زیر زبر
یا پیش کی غلطی ہو سکتی ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری
نبی ہیں اس لیئے ان کی لائی ہوئی ہدائیت خالص اللہ کا کلام ہے جسکے ساتھ کسی انسانی
کلام کی آمیزش نہیں ہوئی ہے اور یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ان کے بعد پچھلے چودہ سوسا
لوں میں کوئی ایسی شخصیت نہی آئی ہے جو خدا کی طرف سے نبی ہونے کا دعوی کرنے
کے ساتھ اپنی سیرت و کردار اور اپنے کام اور کلام میں انبیاء سے کوئی ادنی درجے
کی بھی مشابہت رکھتی ہو۔

یہ تو وہ ثبوت ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوتے ہیں انسان کا اپنا مشاہدہ اور
عقل نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ایک وسیع اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہمیں اٹھنے
بیٹھنے کھانے پینے تک کے آداب سکھاتا ہے جو ہمیں سانس لینے کی اجازت دیتا ہے تو ہم
سانس لیتے ہیں ورنہ اسلام کوئی محض نماز روزہ کر لینے کا ہی نام نہیں ہے کفار یعنی کہ ا
نکار کرنے والوں کو قر

آن نے للکار کر چیلنج کیا ہے کہ اگر کوئی اس کتاب یعنی قرآن پاک جیسی ایک آیت بھی بنا سکتا ہے تو سامنے آئے اگر کوئی اسلام جیسا ضابطہ حیات مرتب کر سکتا ہے تو سامنے آئے میرے نزدیک تو

جو ملا مجھے وہ سوا ملا جو دیا مجھے وہ سوا دیا
یہ کرم ہے ذات رسول کا کہ شعور ذات الہٰی دیا
میں تو تیرگی کا شکار تھا میرا وحشیوں میں شمار تھا
مجھے روشنی بھی عطا ہوئی مجھے انساں بھی بنا دیا

# آسیب

وہ پنجاب کے ایک خوبصورت گاوں میں قدم رکھتے ہی مسکرا اٹھی دادی دادا پھو پھو چچا سب اسکی اک مسکراہٹ کے اسیر ہو جاتے والدین اور بہن بھائی تو اسے ٹوٹ کرپیار کرتے تھے وہ تھی ہی ایسی چمکتا ہوا چہرہ گلابی ہونٹ نرم و نازک جسم جب مسکراتی اسکے گالوں میں ڈمپل واضح ہو جاتے غضب کی جاذبیت اور بے حد ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ننھی پری بے حد خوبصورت بھی تھی جب اسکے والدین اسے شہر سے گاوں میں لے آئے تو وہ بہت خوش تھی شکوہ تھا تو صرف ایک کہ گاوں میں بچے اتنے گندے کیوں رہتے ہیں وہ اکثر اپنی امی سے سوال کرتی اسکی امی اسکے سوالوں سے تنگ آ کر کہتی بیٹا تم کم بولا کرو تمھیں نظر لگ جائے گی وہ ایک لمحے کے لیئے خاموش ہو جاتی مگر اسکے ذہن میں اکثر ایسے سوالات ابھرتے رہتے جنکا جواب اسکی امی کے پاس بھی نہ ہوتا وہ اپنی بڑی بہن سے بہت محبت کرتی تھی اس کے ساتھ کھانا پینا اور سونا وہ دونوں بہنیں صبح سورج کی کرنیں طلوع ہونے سے پہلے اپنے باغ میں چلی جاتیں جہاں طرح طرح کے تازہ پھل لگے ہوتے بڑی بہن پھلوں کی تلاش میں درختوں اور پودوں پر لٹکتی رہتی اور وہ اڑتی ہوئی خوبصورت تتلیوں اور

پھولوں سے کھیلتی رہتی اسکی عمر بمشکل چار سال ہو گی مگر باتیں بزرگوں جیسی کرتی دونوں بہنوں کی زندگی رنگا رنگ اور بلبل کے ترنم کی مانند گزر رہی تھی وہ اکثر رات کو اپنے کھیتوں میں نکل جاتیں اور گھنٹوں جگنوؤں کے پیچھے بھاگتی رہتیں اکثر ننھی پری جگنو پکڑ کر گھر لاتی وہ اپنی بہن سے سوال کرتی یہ جگنو گھر آ کر روشنی میں کیوں نہیں چمکتے اسکی بہن اسے بتاتی جگنو اندھروں میں اجالا کرتے ہیں اور اسے علامہ اقبال کی جگنو اور بلبل کی کہانی سناتی جب آخری مصرعے پر پہنچتی ہیں جہاں میں لوگ وہی اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے وہ مسکرا دیتی اور کہتی میں بھی جگنو کی طرح دوسروں کے کام آنا چاہتی ہوں مجھے اس کے لیئے کیا کرنا ہو گا اسکی بڑی بہن جو اس سے شدید محبت کرتی تھی اسے بتاتی کہ تم پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بننا یعنی کہ جگنو بننا پھر دوسروں کے کام آنا وہ خوشی سے کودپڑتی ہاں میں بھی ڈاکٹر بنوں گی اور غریب لوگوں کا مفت میں علاج کروں گی دن یوں ہی گزرتے جا رہے تھے وہ دونوع بہنیں صبح میں تتلیاں پکڑتیں اور شام میں جگنو زندگی رم جھم کی مانند تھی اور ترتم کی مانند گزر رہی تھی حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ جو کہتی وہ سچ ہو جاتا بس پھر ایک دن اس ننھی پری نے ایک بات کہ کر سب کو پریشان کر دیا امی میں نے اللہ کے پاس جانا ہے اللہ کیسا ہے میں نے اسے ابھی دیکھنا ہے اس کے لیئے میں تین دن بعد مر جاوں

گی اسکی امی نے پوچھا تم اللہ کے پاس کہاں سے جاو گی اس نے کہا اسی اپنے دروازے سے ہی چلی جاوں گی ماں کو ہول اٹھنے لگے اور اسکی دادی کو سارا واقعہ سنایا دادی نے ماتھا چومتے ہوئے کہا مریں تیرے دشمن تمہاری تو ابھی بہت ضرورت ہے بیٹی وہ خاموش ہو گئی دوسرے ہی دن اس نے چلنے اور بولنے سے انکار کر دیا والد جاب کے سلسلے میں ایک شہر میں رہتے تھے دادا دادی نے بیٹے کو پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے ایک سرکاری ہسپتال لے گئے بے حس ڈاکٹرز نے اسے گڑیا بنا کر کھیلنا شرو ع کر دیا نئے نئے تجربے کرنا شروع کر دیئے اور اس کے دادا دادی کو دوایئں لکھ کر دے دیں کہ جا کر یہ دوائیں لے آئیں ہو سکتا ہے آرام آ جائے مگر کوئی فرق محسوس نہ ہوا وہ کراہتی ہوئی تیسرے دن مدھم آواز میں اپنی امی سے بولی امی می مر رہی ہوں ماں ترستی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی اور آہیں بھرتی رہی ڈاکٹرز کی منتیں کر تی رہی کبھی ادھر چکر لگاتی گھر کے تو کبھی ہسپتال کے کبھی ڈاکٹرز کے پاس جاتی خدا کے لیئے دیکھ لو میری بچی کی سانسیں اکھڑ رہی ہیں خدا کے لیئے ایک بار دیکھ لو مگر ڈاکٹرز قہقے پر قہقے لگاتے ہوئے اپنے لنچ میں مصروف رہے بچی آخری سانسیں لینے لگی تو ایک ڈاکٹر نے آکر معزرت کر لی کہ آپکی بچی کسی صورت صحت یاب نہیں ہو سکتی دادا دادی اور ماں ڈاکٹرز کے پاوں پکڑنے لگے خدا کے لیئے ہماری ننھی پری کو بچا لو مگر

بے

سو ڈاکٹرز نے ڈرپ اتار دی اور اور ننھی پری کو زندہ حالت میں مردہ خانے بجھواد یا دادا دادی اسی حالت میں اٹھا کر بچی کو گھر لے آئے مولوی صاحب کو بلوایا گیا تو اس نے بچی کی نبض پکڑ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا اسے دفنانے میں دیر مت کرنا مولوی کی مان کر گھر والے اس زندہ لاش کو قبر میں اتار کر آ گئے اسکی بہن نے اس کی موت کو تسلیم نہ کیا اور شدت غم میں ادھر ادھر تلاش کرنے لگی اس نے اس سے پہلے اس قسم کی موت نہ دیکھی تھی بعد میں جب کسی بزرگ سے مشورہ کیا گیا تو اس نے بتایا کی بچی کو سایہ تھا اور آسیب کی حالت میں ایسے واقعات ہی ہوا کرتے ہیں آپ اگر کسی اچھے پیر یا بزرگ کو پہلے دکھاتے تو ننھی پری ننھی سی عمر میں اللہ کو پیاری نہ ہوتی سب کے سب صد افسوس ملتے رہ گئے اور سوچنے لگے کہ کاش ہم نے پہلے یہ قدم اٹھا لیا ہوتا تو ننھی پری آج ہمارے درمیان ہوتی مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت مگر آج بھی اسکی میٹھی مترنم آواز ہمارے کانوں میں گونجتی رہتی ہے جیسے وہ کہ رہی ہو

کون کہتا ہے کہ موت آئے گی تو مر جاؤں گی
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گی۔۔۔۔۔

# آخر کب تک

آج کس قدر خاموشی ہے ثناء نے اکتاتے ہوئے کہا ہاں کہیں پر قبروں کی سی خاموشی ہے تو کہیں مدرسے میدان کربلا بنے ہوئے ہیں یہ ہی تو المیہ ہے ہمارے ملک کا طالب علموں کو متوازن ماحول میسر ہو جائے تو یقینا یہ ملک و معاشرہ سنور سکتا ہے ہمیشہ کی طرح اس نے اپنا فلسفہ جھاڑنا شروع کر دیا۔۔۔افو بھئی ! تم ہمیشہ الجھی الجھی باتیں کرتی رہتی ہو آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے ؟ ثناء اسکے ساتھ الجھنے لگی مگر اسے فضول بحث کرنے کی عادت ہی نہ تھی بس وہ اپنی بات کہ کر خاموش ہو جاتی اور گھنٹوں کچھ سوچتی رہتی وہ یونیورسٹی میں سب سے انوکھی لڑکی تھی یا تو بات ہی نہیں کرتی تھی یا پھر بولتی تھی تو جیسے تڑپ رہی ہو اچھا چلو لنچ کے لیئے چلتے ہیں ثناء نے اچھلتے ہوئے کہا وہ خاموشی سے ثناء کے ہمراہ ہو لی ثناء یونیورسٹی میں اسکی واحد دوست تھی باقی لڑکیوں سے تو بس اسکی دعا سلام ہی تھی وہ خاموش طبعیت اور نا سمجھ میں آنے والی تھی وہ اکثر ثناء سے کہتی جب اساتذہ پیشہ ور ہو جائیں گے تو جانتی ہو کیا ہو گا ثناء لاپرواہی سے پوچھتی ہاں بتاو کیا ہو گا تب تعلیم بھی ایک پیشہ ہی بن کر رہ جائے گی جسے بیچا اور خریدا جا سکے گا آج ہمارے معاشرے میں اسکی

جھلک دیکھی جا سکتی ہے کس طرح سے ڈگریاں بٹتی ہیں صرف چند روپوں کیخاطر علم
کی توہین کی جاتی ہے علم کو نیلام کر دیا جاتا ہے ثناء نے کچھ دیر سوچا پھر کندھے اچکا
تے ہوئے بولی او ہو یار تم بھی کیا کیا سوچتی رہتی ہو یہ ہمارے سوچنے کی باتیں نہیں
ہیں ہم جرنلزم کی طالبات ہیں ہمارا کام ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال د
ینا ہے اور ویسے بھی لڑکیوں کو زیادہ سوچنا نہیں چاہیئے میری نانی کہتی ہیں ثناء اسے
ہمیشہ اپنی نانی کے اقوال سناتی رہتی اور وہ مسکرا کر خاموش ہو جاتی وہ بڑوں بزرگو
ں کا بہت احترام کرتی تھی خاص طور پر اپنی ٹیچرز کا اسی لیئے تمام ٹیچرز اسکی گرویدہ
ہو جاتی تھیں اس میں کچھ ایسی بات تھی جو دوسروں کو متاثر کر جاتی ایک بار جو کو
ئی اس سے ملتا بار بار ملنے کی خواہش کرنے لگتا وہ سکوت زادی سب سے ملنے سے کترا
تی اور اپنی دنیا میں گم رہتی وہ پڑھائی میں بھی خوب اچھی تھی خوب دل لگا کر پڑھتی
سوائے ایک شخص کے اس پوری یونیورسٹی میں اسے کوئی بھی متاثر نہ کر سکا تھا اور وہ
شخص تھا بھی متاثر کن شخصیت کا مالک وہ اس لیئے کہ سحر کے خالات بھی سر احمد کے خیا
لات سے ملتے تھے وہ سب کو بیٹا کہ کر بلاتے صاف زبان میں اردو بولتے انکے لہجے
میں ٹھہراو تھا اور باتوں سے سچائی ٹپکتی تھی وہ اکثر ایک مخلص باپ کی طرح ہمیں
نصیحتیں کرتے رہتے انکے لیکچرز سٹار پلس کے ڈراموں کیطرح طو

یل اور گھما دینے والے ہوتے مگر اکتا دینے والا عنصر نہ پایا جاتا تھا پھر بھی کچھ طالب علموں کو شکائیت رہتی کہ انکے لیکچرز سمجھ میں نہیں آتے اور کچھ انکی بات کو توجہ سے سنتے جن میں سے سحر سر فہرست تھی آج سر احمد کا دو گھنٹے کا لیکچر ہو گا کل جو کلاس نہیں ہوئی تھی میرا موڈ نہیں ہے کلاس لینے کا کیوں نہ آج ہم کلاس بنک کر لیں کلاسسز بنک کرنے کا مطلب ہے ہم اپنے والدین کو دھوکہ دے رہے ہیں اور دھوکہ دہی سے ہی والدین کا اپنی اولاد پر سے اعتماد ختم ہوتا جا رہا ہے ہم کلاس ضرور لیں گے دیکھتے ہیں آج کس موضوع پر لیکچر ہو گا اور وہ دونوں کلاس لینے چل دیں ابھی کلاس شروع ہونے میں پانچ منٹ تھے سر احمد وقت کے پابند تھے ہمیشہ وقت پر کلاس میں آتے اور وقت پر کلاس ختم کر دیتے یہ عادت بھی انکی بہت اچھی تھی جو کہتے اپنے عمل سے ثابت کرکے دکھاتے ہمیشہ کی طرح اس دن بھی انھوں نے ایک اچھے موضوع کا انتخاب کیا تھا "معلم کی اہمیت" اور کہنا شروع کیا معلم کو اپنے شاگردوں پر اس طرح فوقیت حاصل ہوتی ہے جیسے چاند کو ستاروں پر اسلام میں اساتذہ والدین کے برابر ہوتے ہیں اساتذہ کا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے جسکی قیمت کبھی کوئی شاگرد نہیں چکا سکتا آجکل اساتذہ بھی بک جاتے ہیں حالانکہ اساتذہ کو کسی قیمت پر بھی بکنا نہیں چاہیئے پیشہ ور اساتذہ کبھی بھی ایک اچھے معاشرے کی تعمیر نہیں کر سکتے

ان کی باتیں سن کر ہمارے دل میں اساتذہ کی قدر اور زیادہ بڑھ گئی وہ ہمیشہ مدہم لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بولتے اسی لیئے ان کی باتیں دل میں اتر جاتیں لہٰذا جلد ہی انکی کلاس میں طالب علموں کا اضافہ ہونا شروع ہو گیا اب کوئی بھی انکی کلاس بنک نہیں کرتا تھا کیونکہ انکا لیکچر معلومات سے بھرپور ہوتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پھر ایک دن ہم لیکچر لینے کلاس میں داخل ہی ہوئیں تھیں کہ ایک چیختی ہوئی آواز نے ہمیں گھائل کر کے رکھ دیا تھا" نکل جاو کلاس سے تم یہاں پر یہ مضمون پڑھنے کے قابل نہیں ہو تم جیسی لڑکیاں ہوتیں ہیں جو مردوں کو اپنی ادائیں دکھا کر اپنے جال میں پھنسا لیتی ہیں یہ جملے اس سکوت زادی کے لیئے کہے جا رہے تھے جو کسی غیر مرد کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی جسکے گھر کا ماحول مکمل مذہبی تھا جو پورا وقت با پردہ رہتی تھی سوائے کسی مجبوری کے اور اس یونیورسٹی میں پڑھنا بھی اسکی مجبوری تھی کیونکہ پاکستان میں یونیورسٹیاں نہ ہونے کے برابر ہیں وہ ابھی اسی سکتے سے نہ نکل سکی تھی کہ ایک مہذب نظر آنے والی معمر پروفیسر اسقدر بازاری زبان میں اتنے گھٹیا الزامات کسی بے گناہ اور معصوم لڑکی پر لگا سکتی ہے ایسا کچھ نہیں ہے میم اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کچھ کہنے کی کوشش کی مگر ایک زور سے کہے جانے والے شٹ اپ

نے اسے وہیں روک دیا اگلے ہی لمحے اس نے ایک نظر کلاس پر ڈالی اس نے محسوس
کیا جیسے تمام کی تمام کلاس کی نظریں اس پر گڑیں ہوئیں ہیں وہ شرم سے پانی پانی ہو
رہی تھی اور خوف سے کانپ رہی تھی اسی حالت میں وہ دونوں کلاس سے باہر نکل آ
ئیں اس نے کلاسسز بنک کرنا شروع کر دیں پروفیسر کے ان الفاظ سے نہ صرف اس
کی تعلیم پر بلکہ اسکی زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے تمام طا
لب علم اسے ایک غلط قسم کی لڑکی سمجھنا شروع ہو گئے تھے اکثر تو اس پر جملے بھی کستے
کہتے ہیں زبان کا گھاو تلوار کے گھاو سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اس نے میم کی باتیں
اپنے دل پر لے لیں تھیں اور باتیں تھیں بھی دل پر لینے والی وہ سارا دن یونیورسٹی
میں روتی رہتی اسے اپنے رشتے داروں تک بات کے پہنچ جانے کا خوف تھا اسی خو
ف کے باعث اس نے اپنی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا مگر بات جب نکلتی ہے تو دور تک جا
تی ہے اس میں کوئی سچائی ہو یا نہ ہو وہ ایک پروفیسر تھیں اور سحر ایک طالب علم تھی
اور ظاہر ہے ایسی صورتحال میں اولیت اساتذہ ہی کی بات کو دی جاتی ہے اور طا
لب علموں کو ہمیشہ غلط ہی سمجھا جاتا ہے خواہ وہ ٹھیک ہی کہہ رہے ہوں لہذا اس پر الزا
م لگ چکا تھا بات رشتہ داروں تک پہنچ چکی تھی اسکی اسکے چچازاد سے منگنی ٹوٹ جانے
کے بعد سحر رات میں بدل چکی تھی اور سارا دن اپنے کمرے میں بند دیواروں سے با
تیں کرتی رہتی ہمارا پانچ سا

ل بعد اس سے رابطہ ہوا تو وہ ہمیں ایک پاگل خانے کے کمرے میں ملی اب وہ ایک خا
موش پاگل لڑکی تھی سوال صرف اتنا سا ہے کہ آخر کب تک طالب علموں پر کبھی
جسمانی تو کبھی نفسیاتی تشدد ہوتا رہے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

## تیری آرزو ہے کہ ہو تیری آرزو پوری۔۔ میری آرزو ہے کہ تیری آرزو بدل جائے

نائن الیون میں امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد امریکہ تمام ترصہونی قوت کو جمع کرکے نہتے افغانیوں پر آبرسا۔غداروں کے تعاون سے عارضی فتح حاصل کرنے کے بعد امریکہ نے جو مسلمانوں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے انہیں دیکھ کر انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔نام نہاد مہذب امریکی قوم کا اصل چہرہ سامنے آگیا ہے قرآنِ مجید نے تو بہت پہلے اعلان کر دیا تھا کہ یہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے ۔جہاں تک ان کا بس چلے گا یہ تمہاری مخالفت کریں گے۔

امریکی فوجیوں نے عراق وافغانستان میں ظلم و ستم کی جو داستان رقم کی ہے اسے دیکھ کر انسانیت شرما اٹھتی ہے چنگیز اور ہلاکو خان کی روحیں بھی کانپ اٹھتی ہوں گی۔لیکن آفرین ہے ان مجاہدین کے لیے جو پسِ زنداں ، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے ہوئے استقامت کے ساتھ صحابہ کرام ،امامِ اعظم ابو حنیفہؒ امام

احمد بن حنبلؒ شیخ الہند، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی یاد تازہ کر رہے ہیں جن کے اور ستم کا ہر وہ طریقہ آزمایا گیا جو ظالم سامراج کے ذہن میں ابھرا۔

ذیل میں چند واقعات امتِ مسلمہ کی بیداری کے لیے پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ہم اپنے آپ میں جھانک کر یہ دیکھ سکیں کہ کیا ایسے وقت میں ایک مسلمان کی حثیت سے جو ہماری ذمہ داری بنتی ہے کیا ہم اسے نبھا رہے ہیں ؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

امریکہ جب افغانستان پر حملہ آور ہوا تو غداروں کا ایک بہت بڑا گروہ چند ڈالروں پر امریکہ کے ساتھ ہو گیا قندوز میں مجاہدین جب محصور ہو گئے تو ملا محمد فضل نے مذاکرات کی پیش کش قبول کر لی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ملا محمد فضل اور جنرل دوستم کے مابین ایک طویل ملاقات ہوئی ان مذاکرات کے دوران یہ طے ہوا کہ طالبان قندوز سے انخلا کریں گے ،انہیں غیر مشروط طور پر ہرات تک جانے کی راہداری فراہم کی جائیگی۔ جہاں سے وہ آسانی سے قندھار پہنچ سکتے ہیں ۔جب مجاہدین نے انخلا کیا تو غداروں نے گھیر کر اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیا جو معاہدہ کی سراسر خلاف ورزی تھی۔ مزار شریف کے قریب یہ اسلحہ جمع کرنے کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ شام کا وقت ہو گیا ان مجاہدین کو قلعہ جنگی میں قید کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ قیدی مجاہدین کے ہاتھ پیچھے باندھ کر انہیں قلع

جنگی میں قید کرنا شروع کر دیا۔

قیدیوں نے شمالی اتحاد کے فوجیوں سے اسلحہ چھین کر ان پر فائرنگ شروع کر دی۔

الغرض یہاں پر مجاہدین نہتے قیدیوں اور ظالم سفاک امریکیوں کے درمیان خونریز معرکہ شروع ہوا۔ ہیلی کاپٹر سے قلعہ پر بمباری کی گئی۔ ٹینکوں سے بھی قلعہ پر مسلسل گولا بھاری کی گئی۔ قلعہ کا جنوبی حصہ منہدم ہو گیا۔جہاں مسلمان قیدیوں کی اب لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

قلعہ کے تہہ خانے میں موجود مجاہدین قیدیوں کو مارنے کیلیے امریکی خصوصی فورسز نے اپنی انسانیت سوزی ،جلادی ،سفاکی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے تہہ خانے کے دھانے پر آگ لگادی۔ اور دھواں تہہ خانے کے اندر چھوڑ دیا۔جس سے بہت سے قیدی شہید ہو گئے۔

ظالم صہونیوں نے اس پر بس نہ کیا تہہ خانے کے اندر جسم کو شل کر دینے والا ٹھنڈا پانی ایک میٹر تک بھر دیا۔ پوری رات مجاہدین اس میں کھڑے رہے جس سے ان کے اعضاء شل ہو گئے۔چنانچہ انہیں اسی حالت میں گرفتار کر دیا گیا، قندوز سے آنے والے اس قافلے میں شامل جن مجاہدین کو گرفتار کیا گیا تھا ان کی تعداد چھ صد تھی جن میں سے مجاہدین قلعہ جنگی خونریز معرکے میں شہید237

ہوئے۔86 گرفتار ہوئے لیکن باقی 177 مجاہدین کہاں غائب ہوگے،اس بات کا انکشاف کچھ عرصہ بعد غیر ملکی صحافیوں نے کیا کہ قلعہ جنگی میں جب پہلی رات ایک مجاہد نے فدائی حملہ کرکے دو دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اسوقت 177 مجاہدین کو قلعہ جنگی کی جانب لے جایا جارہا تھالیکن جب دشمن کو اس دھماکے کا پتہ چلا تو وہ ان مجاہدین کو قلعہ میں لے جانے کی بجائے مزار شریف کے قریب واقع ایک صحرا میں لے گے اور وہاں انہیں تاریک کنٹینروں میں بند کردیاگیا۔ یہ مجاہدیں انہی کنٹینروں میں بھوک پیاس کے عالم میں دم گھٹنے کے باعث جامِ شہادت نوش فرماگئے

(تلخیص ہمارے قیدی بھائی)

دشتِ لیلیٰ میں تقریباً تین ہزار مجاہدین کو کنٹینروں میں بند کرکے ہلاک کیاگیا۔جہاں سے آئے روز انسانی ڈھانچے برآمد ہورہے ہیں۔

بدنام زمانہ عقوبت خانہ گوانتانامو بے میں مسلمان قیدیوں پر کیابیت رہی ہے جن کو جسم پر کپڑا پہننے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ انسانیت سوز ستم اور بدترین تشدد قیدیوں پر کیا جاتا ہے یہاں جسمانی اور ذہنی تشدد کا ہر وہ حربہ اور طریقہ استعمال کیا جاتا ہے جو اس دنیا میں موجود ہے۔۔ یہاں قیدی ہر ستم کا جوانمردی سے مقابلہ کرتے ہیں ظالم امریکیوں سے انسانی حقوق کی بات کی جائے تو جواب ملتا ہے ہمارے یہاں کوئی حقوق نہیں ۔یہاں قیدیوں کو بات بات

پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

قارئین کرام! صرف گوانتا ناموبے ہی نہیں عراق کی ابو غریب جیل میں کیا نہیں ہوا گزشتہ سالوں میں وہاں ایک قیدی خاتون جسکا نام فاطمہ ہے امتِ مسلمہ کے بھائیوں کو خط لکھتے ہوئے لکھتی ہے کہ کوئی دن یا کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جب ہمیں جنسی تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔۔ظالم امریکی ہمارے جسمون کو نوچتے ہیں وہاں قیدیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ زبردستی غیر فطری عمل پر مجبور کرکے تصاویر بنا کر ویب سائٹس پر جاری کی جارہی ہیں فاطمہ نے مزید لکھا کہ ہمیں کپڑے پہننے کی اجازت نہیں ہے۔( فاطمہ (کا خط آج بھی یو ٹیوب پر دیکھا جا سکتا ہے

سرزمینِ فلسطین میں جنم لینے والا امریکہ کا ناجائز بچہ اسرائیل کی جیلوں کا احوال سن لیں جہاں قیدیوں سے ملنے کو آنے والے ملاقاتیوں کا حشر ایسا ہوتا ہے تو ان قیدیوں پر کیا کیا ستم ٹوٹتا ہوگا۔

ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ 1995ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ''دار الحق و قانون جو غزہ کی پٹی میں تشکیل شدہ (The house of Rights &Organization)'' ایک انسانی حقوق کی ایک تنظیم ہے اس نے بین الاقوامی برادری سے اپیل کی ہے

کہ وہ اسرائیلی حکام کے خواتین کے ساتھ غلط رویے اور قیدیوں سے ملاقات کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے پر اسرائیل کی مذمت کرے۔ تنظیم نے تفصیلی رپورٹ بھی جاری کی جس میں تفصیل سے بتایا گیا کہ ایک ملاقاتی خاتون رشتہ دار کو اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کرنے کے لیے کس کس قرب اور ذلت سے گزرنا پڑتا ہے۔

ملاقات کرنے کیلیے سب سے پہلے اسرائیلی حکام سے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔اس میں بہت زیادہ وقت لگتا ہے۔اکثر اوقات درخواست مسترد کر دی جاتی ہے۔ جن کو اجازت مل جاتی ہے ان کے راستے میں بھی رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتی ہیں 4 جون 1995.بروز جمعۃالمبارک کو نافہ جیل میں بعض قیدی افراد کے 100 رشتہ داروں کو ملاقات کا اجازت نامہ دیا گیا مگر صرف 11 خاندان ملاقات کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ملاقاتیوں کے ساتھ کیا گزرتی ہے اس کا اندازہ آپ ذیل کے واقعہ سے لگائیں

"رات کو دو بجے ریڈ کراس کی بس غزہ سے ملاقاتیوں کے گروپ کو لیکر روانہ ہوئی پہلے فوجی چیک پوائنٹ پر بس کو روک لیا گیا، چار گھنٹے تک انتظار کروایا گیا پھر جانے کی اجازت دی۔

فوجیوں نے مسافروں سے کہا کہ تمام افراد کی مکمل جسمانی تلاشی لی جائے گی۔ اس کے لیے تمام کپڑے اتار کا ننگا ہونا پڑے گا طویل مذاکرات کے بعد فلسطینیوں نے اسرائیلی فوجیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تاکہ وہ اپنے عزیز رشتہ دار قیدیوں سے مل سکیں اس گروپ میں فلسطینی خواتین بھی شامل تھیں۔ جن کو تلاشی کے دوران اسرائیلی فوجی خواتین سے مسلسل گندی گالیاں سننا پڑیں کپڑے اتارنے کے دوران میں یہودی فوجی خواتین نہایت فحش مذاق کرتی رہیں اور فلسطینی خواتین کو چھیڑتی رہیں۔ تلاشی کے دوران مزید شرمناک حرکت یہ کی گئیکہ مرد فوجی بھی ننگی خواتین کے پاس مسلسل آتے رہے اس اذیت اور شرمناک تلاشی کے بعد سفر کی اجازت دی گئی۔ جب قیدیوں کو بتایا گیا کہ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ کیسا شرمناک سلوک کیا گیا تو قیدیوں نے بطور احتجاج ملاقات منسوخ کر دی تاکہ یہاں بھی ملاقاتیوں کو دوبارہ ایسی شرمناک تلاشی کے مرحلے سے نہ گزرنا پڑے۔ قیدیوں نے بھوک ہڑتال بھی شروع کر دی۔

(تلخیص ہمارے قیدی بھائی)

قارئین کرام! حالات کے اس مختصر سے تذکرے کو سامنے رکھ کر ذرا سوچیے کہ ان قیدیوں کو کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ صرف اور صرف مسلمان ہونے کی۔؟؟ جی ہاں صرف مسلمان ہونے کی۔۔۔ اللہ کا نام بلند کرنے کی سزا دی جا رہی ہے کیا یہ قیدی ہمارے کچھ نہیں لگتے۔ کیا ان کے بارے میں ہم سے کوئی سوال و جواب

نہیں ہو گا۔

یقیناً ہو گا۔ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اور تمہیں کیا ہو گیا کہ کہ تم اللہ کے راستے میں نہیں لڑتے ان کمزور مردوں ، عورتوں ''
اور بچوں کیلیے جو دعا کر رہے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال
(جس کے رہنے والے ظالم ہیں '' (النساء

معروف مفسر عالم دین امام محمد المالکی القرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وقیدیوں کو رہا کروائیں خواہ قتال کے ذریعے ہو یا مال و ''
دولت خرچ کرنے کے ذریعے، پھر اس کے لیے مال خرچ کرنا زیادہ واجب ہے کیونکہ
(اموال جانوں سے کمتر ہیں ( تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۶۸

دوسری جگہ رقمطراز ہیں ''ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ قیدیوں کو رہا کروانا واجب ہے
(اگرچہ ایک درہم بھی باقی نہ بچے۔ ( تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۶

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آقا مدنی کریم ﷺ نے فرمایا'' بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو، قیدی کو رہا کرواؤ'' صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۳۷۳

امام ابو بکر الحنفیؒ لکھتے ہیں

یہ حکم کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑوایا جائے ہمارے لیے بھی ثابت ہے رسول اللہ ''
نے مہاجرین اور انصار کے درمیان یہ دستاویز لکھی تھی کہ ایک

دوسرے کی دیت ادا کریں گے اور قیدیوں کا فدیہ ادا کریں گے موافق دستور کے'' (احکام القرآن ۸۵/۱

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

قیدیوں کو چھڑوانا بڑے واجبات میں سے ہے اس سلسلہ میں وقف شدہ اور دیگر مال کو خرچ کرنا بہترین نیکیوں میں سے ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جس نے دشمن کے ہاتھوں سے کسی مسلمان قیدی کو فدیہ دے کر چھڑایا تو میں (محمد ﷺ) وہی قیدی ہوں'' (طبرانی مجمع الزوائد بحوالہ (فضائل جہاد ص ۵۰۴

او مسلمانو غور کرو! کیا ان مصائب میں گرے ہوئے اللہ کی دین کی سربلندی کے لیے مسلمان قیدیوں کا ہم پر کچھ حق نہیں ہے۔ یہ لٹتی عزتیں، یہ گرتے آنسو، یہ دریدہ آنچل یہ لہو کے قطرے یہ معصوم بچوں کی چیخیں، یہ بہن عافیہ صدیقی کی آہیں اور سسکیاں ہم، سے اس بڑھیا کی طرح راستہ روک کر پوچھ رہی ہیں جس نے سلطان محمد تغلق کو ایک پل پر روک کر پوچھا تھا کہ ''میرا فیصلہ اس پر کروگے یا قیامت کے دن پل صراط پر ؟'' آج ہمارے قیدی بھائی ہماری انتظار میں ہیں مگر صد افسوس کہ مسلمان کو ملت سے زیادہ مفاد عزیز ہو گیا۔

ملالہ پر حملہ یقیناً انتہائی دہشت گردی ہے۔ایک معصوم کا قتل دل کو ہلا دینے والا ہے لیکن ذرائع ابلاغ کو ایک نظر ان معصوموں اور بے گناہ قیدیوں پر بھی ڈالنی چاہیے جو مسلمان ہونے کے جرم میں دنیا کا بدترین تشدد سہہ رہے ہیں۔ایک ملالہ پر اتنا شور اور تیس ہزار بے گناہ برمی مسلمانوں کے قتل پر خاموشی چہ معنی ؟؟؟؟

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کاروں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اے مسلمان ! تجھے تیرے مظلوم بھائی آواز دے رہے ہیں کہ "ہمارا فیصلہ اس پُل کرو گے پُلِ صراط پر"

# میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

وہ اکثر مجھ سے پوچھتی مذہب اسلام کیا ہے میں اسلام کے بارے میں جاننا چاہتی ہو ں مجھے بہت شرمندگی ہوتی جب میں خود بھی نہ جانتی تھی کہ اسلام ہے کیا مگر میں پردے کی پابند تھی شائد وہ میرے پردہ کرنے سے اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ مجھ ہی سے پوچھنے لگی کہ تم پردہ کیوں کرتی ہو آخر پردہ کرنے میں ایسی کیا خاص بات تھی کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اس کی اور میری عادتوں میں زمین آسمان کا فرق تھا میں روائیتی مذہبی تھی اور وہ ماڈرن میرے گھر والے مکمل مذہبی تھے اور اسکے گھر والے دنیا پرست تھے مذہب ان کے نزدیک نزدیک بھی نہ تھا میں خود کو مسلمان کہنے میں فخر محسوس کرتی تھی اور وہ شرمندگی اس کے باوجود ہم دونوں بہت اچھی اور قریبی دوست تھی میں خود بخود مذہب کی پیروی کرتی کیونکہ میرے گھر والے مذہبی تھے مگر اپنے ہی مذہب کے بارے میں میں کچھ بھی نہ جانتی تھی پھر اس کے پے در پے سوالوں کے بعد میں مذہبی کتابوں کی طرف مائل ہونے لگی ہمارے مذ ہب میں اتنی کشش ہے کہ کوئی بھی اس سے متا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا میں بھی متاثر ہوتی چلی گئی صوم وصلوہ کی پابندی کرنا اور پردے کی شرعی شرائط معلوم کرنا پر

وہ کیا ہے ؟ کیوں کرنا چاہیے ؟ اسلام کیا ہے ؟اور اسلام پر عمل کیسے کیا جا سکتا ہے وغیر ہ وغیرہ میں نے مولاناوں کو پڑھنا اور سننا شروع کر دیا میری زندگی بدل گئی اس کے ایک سوال نے میری زندگی بدل کر رکھ دی تھی جب میں کچھ جواب دینے کے قابل ہوئی تو میں نے اسے آہستہ آہستہ جواب دینا شروع کر دیئے میرے گھر والے بھی خوش تھے کہ میں مذہب کے قریب ہوتی جا رہی ہوں ایک دن عورت زات پر بات چل نکلی کہ کس مذہب نے عورت کو سب سے زیادہ مقام عزت ورتبہ عطا کیا ہے بحث زور و شور سے چلتی رہی آخر اس بحث میں بھی اسلام جیت گیا جب ان سے میں نے پوچھا کہ کس مذہب نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے سب خاموشہو گیئں وہ بھی ہماری بحث میب شامل ہوتی اور پوری توجہ سے ہماری باتیں سنتی اب وہ روائیتی مذہبی اور میں مکمل مذہبی ہو گئی تھی مذہبی ہونے سے پہلے ایک مرتبہ اسلامیات کی پروفیسر نے اس سے سوال پوچھا تھا کہ احمد صل اللہ علیہ وسلم کون تھے تو اس نے لاپرواہی سے کہا تھا میں نہیں جانتی پروفیسر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے انھوں نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو ؟اس نے جواب دیا ہاں میں مذہب کے خانے میں مسلمان ہی لکھتی ہوں اسلامیات کی کلاس میں سب اسے اجنبی نظروں سے دیکھنے لگے وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی اور تب پہلی بار اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اسلام کیا ہے جب میں نے اس کے سوالوں کے جواب دینا شروع کر دیئے تو وہ بھی پو

ری کوشش کرتی کہ اسلام کو سمجھے اور اس پر میری طرح عمل کرے اور چند ہی مہینو
ں کے بعد وہ اسلام میں تقریبا ڈھل چکی تھی نماز روزہ، توحید، آخرت سیر تالنبی کی
تمام کتابیں اس نے اپنے اندر اتارلیں تھیں مگر مشکل اس کے لیئے یہ تھی کہ اس کے
گھر والے اسے مذہبی حالت میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے ایک دن وہ بہت آبدیدہ ہو کر
میرے پاس آئی اور کہنے لگی میرے بابا نے میری ان حرکتوں کی وجہ سے جنہیں
اس کے بابا حرکتیں کہہ رہے تھے وہ اسلام پر عمل کرنا تھا اسلام پر عمل کرنے کی سزا
میں اس کے باباآنے ایک خاندان میں مشہور ڈانسر سے اس کی شادی کا فیصلہ کرلیا میر
ے بابا کا فیصلہ حتمی ہے وہ رونے لگی میں اس ڈانسر سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں
اس کے پیشے کو پسند نہیں کرتی میں اس سے کیسے شادی کرلوں

## غرور کا سر نیچا

جمیلہ اپنے نام کیطرح حسن و جمال میں بھی بے مثال تھی جب اس کی عمر پندرہ سال ہو گئ تو والدین نے اپنی ظالمانہ رسوم کے مطابق اپنے ہی خاندان کے سائیں کے بیٹے جمیل سے جمیلہ کی شادی کر دی جمیل اپنے باپ کی طرح سخت مزاج اور ظالم انسان تھا سائیں کی وفات کے بعد سائیں کا لقب جمیل کے ساتھ بھی لگنے لگا اب سائیں جمیل ہی گاؤں بھر کے فیصلے کرنے لگا پورا گاؤں اس کے فیصلے ماننے پر مجبور تھا سائیں جمیل کا اپنی بیوی کے ساتھ بھی رویہ درست نہ تھا جب بھی سائیں گھر میں آتا جمیلہ خوف سے تھر تھرانے لگتی وہ سائیں کی طاقت کے آگے بہت مجبور اور بے بس تھی سا ئیں کو عورت ذات سے نفرت تھی اسی لیئے وہ جمیلہ کو اپنے پاؤں کی جوتی سمجھتا شا دی کی پہلی رات ہی سائیں نے جمیلہ کو حکم دے دیا تھا کہ اس کے گھر میں اسکا حکم چلے گا اور میرے اصولوں کی خلاف ورزی کا مطلب موت سمجھنا جمیلہ بہت گھبرائی اسے ہول اٹھنے لگے اس نے ننھی سی عمر میں سوچا ہو گا یا خدا میں کہاں آ گئ ایک گھر پر بوجھ تھی تو دوسرے گھر میں ایک باندی کی حیثیت ملی نذیراں پوری کوشش کرتی کہ سائیں کو اس سے کوئی شکائیت نہ پہنچے مگر سائیں بلا وجہ جب دل چاہتا خوب پٹائی لگاتا اور جمیلہ سے پہلی بار ہی اس نے بیٹے

کی خواہش کا اظہار کر دیا جمیلہ اسی بارے میں فکر مند رہتی اور دن رات بیٹے کی دعا
ئیں مانگتی رہتی مگر بد قسمتی سے جمیلہ کے ہاں شادی کے ایک سال بعد بیٹی پیدا ہو گئی
سائیں بہت غصے ہوا اور جملہ پر اس نے پہلے سے زیادہ تشدد شروع کر دیا اور طلاق کی
دھمکیاں الگ سے ملنے لگیں جمیلہ اپنے بوڑھے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی اور اس
کے والدین نے اسے رخصت کرتے وقت نصیحت کر دی تھی کہ کہ بیٹی اب تمھارا جنا
زہ ہی سسرال کے گھر سے آنا چاہیے سائیں کو اپنی مال و دولت پر بڑا گھمنڈ تھا اور
اسے ہر صورت میں اس دولت کا وارث چاہیے تھا اب نذیراں دن رات بیٹے کی دعا
ئیں مانگتی رہتی اور بیٹی کو برا بھلا کہتی رہتی جیسے دنیا میں آنا اس ننھی پری کا قصور ہو آ
خر اللہ نے جمیلہ کی آخر سن ہی لی اور دوسری بار بیٹا دنیا میں آ گیا سائیں بہت خوش ہو
ا کہ اس کی جائیداد کا وارث پیدا ہو گیا ہے اب اس نے بارہ بیٹوں کا اظہار اپنی بیوی
سے کر ڈالا تھا جو کہ وہ پوری نہ کر سکی جسپر ساری زندگی اسے ظالم سائیں کے ظلم و
ستم کا نشانہ بنتی رہی وہ جمیلہ کو ساری ساری رات پیٹتا رہتا جب تھک جاتا تو اسے جانو
روں کے ساتھ باندھ کر چلا جاتا جمیلہ سارا دن آہیں بھرتی رہتی اور سائیں کو بد عا
ئیں دیتی رہتی اور کہتی سائیں ایک دن خدا تجھے بہت رسوا کرے گا تو ذلیل ہو کر مر
ے گا اور ایک دن آئے گا کہ تو میری طرح مجبور ہو گا اور میں تیری طرح طاقت ور
ہوں گی سائیں جمیلہ

کو اپنے پاوں کی جوتی سمجھتا تھا دن اسی طرح گزرتے گئے اور جمیلہ ظلم سہتی رہی وہ سا
ئیں کی حرام کمائی میں سے کچھ بھی نہ مانگتی اور اپنا گزارہ سلائی پر کپڑے سی کر کرلیتی ا
سطرح اسکا گزارہ ہو جاتا اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں سائیں بیٹوں کے اخرا
جات تو پورے کرتا مگر بیٹیاں باپ کے پیار و محبت اور توجہ تک سے محروم رہ گئیں
جب بچے بڑے ہو گئے تو جمیلہ نے اپنی بیٹیوں کا زمین میں سے حصہ مانگا تو سائیں نے
بیٹیوں کو عاق کر دیا جمیلہ نے جیسے تیسے ان کی شادی کر دی اب سائیں نے بیٹیوں کو
اپنے باپ کے گھر آنے اور اپنی ماں سے ملنے پر پابندی لگا دی اور بیٹوں کی دھوم دھا
م سے شادی کی شادی کے بعد ایک بیٹے کی بیوی بانجھ نکلی جسے اسی وقت طلاق دے
دی گئی اور دوسرے بیٹے کی بیوی کے ہاں نو بیٹے ہوئے سائیں اس سے اور اس بیٹوں
سے بہت خوش تھا سائیں کی زندگی خوشحال اور جمیلہ کی زندگی بدحال گزر رہی تھی کہ
سائیں کو بڑھاپے نے آ گھیرا تب بھی اسے خدا یاد نہ آیا وہ اپنے مال مویشی اور پوتو
ں کی فکر میں لگا رہتا اس نے بچپن سے ہی اپنے پوتوں کو کھیتوں میں کام پر لگا دیا
اس کا خیال تھا کہ پڑھائی انسان کو باغی بنا دیتی ہے آخرکار سائیں جسکو اپنی طاقت
اور جاہ و جلال پر بڑا گھمنڈ تھا بیمار پڑ گیا بیماری کی حالت میں وہ سارا دن اور ساری
رات ایک بدبودار کمرے میں پڑا رہتا اسکی دیکھ بھال کرنے کے لیئے کوئی بھی اس کے
قریب نہ

آتا الٹا اس کے جاہل پوتے اسے چارپائی سے باندھ دیتے وہ چلاتا مگر اب اس میں چلانے کی بھی ہمت نہ رہی تھی اسے فالج کا اٹیک ہو چکا تھا وہ زندگی میں پہلی بار اس قدر بے بس ہوا تھا تب اسے جمیلہ کی بے بسی ضرور یاد آئی ہوگی مگر اپنی انا کی وجہ سے اب بھی اس نے جمیلہ سے معافی نہ مانگی تھی جمیلہ نے بہت ظلم برداشت کیئے تھے بہت صبر کیا تھا اور وہ اب ہر صورت میں بدلہ لینا چاہتی تھی اس نے سائیں کا خیال رکھنے سے انکار کر دیا اور اس کی حالت مزید بگڑتی گئی اسکے بیٹوں اور پوتوں نے بھی اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ایک دن اس نے اٹھنے کی کوشش کی وہ گھسٹا ہوا گندے نالے میں گر گیا اور وہیں پر اسکی موت واقع ہو گئی جمیلہ اس کی موت پر اس قدر خوش تھی جیسے لڑکیاں اپنی شادی پر خوش ہوا کرتی ہیں نہ تو اس نے عدت کے دن پورے کیئے اور نہ ہی سائیں کی موت کا دکھ کیا بلکہ دکھتی ہڈیوں سے اسے بددعا دیتے ہوئے کہا سائیں میں قیامت کے دن تجھے معاف نہ کروں گی اسکی موت کے بعد پورا گھر سکون کی زندگی گزارنے لگا بیٹیاں برسوں بعد اپنی ماں سے ملنے آنے لگیں بہن بھائی ایک ہو گئے اور جمیلہ خوش تھی کہ اس کے بچے خوش ہیں پورے گاوں کے لوگوں نے اسکی موت سے سبق حاصل کیا اور اسکے مرنے کے بعد بھی لوگ اسے برے الفاظ میں یاد کرتے پورا گاوں اسکی ظالمانہ پالیسیوں سے تنگ تھا وہ مر گیا لوگوں نے کھل کر آزادی کا اظہار کیا سچ ہے غرور کا سر

ہمیشہ نیچا ہوتا ہے آخر لوگوں میں باتیں ہونے لگیں

# جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

مانوالہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں ایک دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا سوچتی ہوں تو دماغ ماوف ہوا جاتا ہے لکھتی ہوں تو الفاظ نہیں ملتے اس قدر بے حسی تو جانوروں میں بھی نہیں پائی جاتی جس قدر انسان وحشی ہوئے جاتے ہیں اب دکھ بھی کہوں تو کسے کہوں احساس دلاوں تو کیسے دلاوں اے حوا تیری بیٹیوں کے ساتھ اس قدر بھیانک سلوک زبان گنگ ہے اور جسم ساکت ہوا جاتا ہے ہر جانب خوف کے پہرے ہیں خبر سنتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے مانوالہ کی فلاں فلاں بستی میں ایک بھائی نے دو بہنوں کا قتل کر دیا کوئی ایف آئی آر کٹی نہ کوئی بدلہ لینے والا ملا ہوا یوں کہ ایک گھر میں تین بہن بھائی اور ان کی ماں رہ رہے تھے باپ کا کسی وجہ سے انتقال ہو چکا تھا اور گھر میں کفالت کرنے والا ان کا اکلوتا بھائی تھا جو کہ رکشہ چلاتا تھا اسی بھائی کے طفیل گھر بھر کا گزر بسر چل رہا تھا کہ اچانک بدبخت بھائی کو کسی لڑکی سے عشق ہو گیا عشق کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا کہ لڑکی نے ایک دن لڑکے سے کہا کہ مجھے بھی اپنے گھر لے کر چلو لڑکی کھاتے پیتے گھر کی تھی جبکہ لڑکا غریب گھر کا جب لڑکی نے بہت زیادہ ضد کی تو مجبوراً لڑکے کو اسے گھر لانا پڑا گھر میں دونوں بہنیں مو

جود تھیں اور ماں کسی ضروری کام سے باہر گئی ہوئی تھی گھر بھر کے محافظ بھائی نے آتے ہی بہنوں کو حکم دے دیا کہ جلدی سے انکی محبوبہ کے لیئے کھانا تیار کیا جائے ایک بہن تو بیماری کی حالت میں پہلے ہی بیمار پڑی تھی جبکہ دوسری بہن نے گھر میں دیکھا تو اسے پکانے کے لیئے کچھ بھی نہ ملا وہ اچانک محبوبہ کو گھر پر لانے کے لیئے کچھ برہم بھی ہوئی جو کہ محبوبہ کو اس کی بات بری لگ گئی اس وقت تو وہ خاموش رہی بہن نے گھر میں سے ڈھونڈ کر چاول بنا دیئے کہ بھائی کی محبوبہ کو وہ چاول پسند نہ آئے اور کہنے لگی کہ یہ کیسی مہمان نوازی ہے میرے سامنے بد ذائقہ چاول رکھ دیئے ہیں بس بھائی کو مزید اپنی محبوبہ کی برہمی برداشت نہ ہوئی وہ کچھ دیر کے لیئے باہر گیا اور ہاتھ میں پسٹل لے کر واپس آیا اور آتے ہی دونوں بہنوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا اس طرح وہ دونوں تڑپ تڑپ کر خدا کو جا ملیں ماں گھر میں آئی تو بیٹیوں کی لاشیں دیکھ کر چیخنے چلانے لگی جبکہ بھائی اپنی محبوبہ کو لے کر فرار ہو گیا سوال صرف اتنا سا ہے کہ کیا ہوا کی بیٹیوں کا خون اسقدر سستا ہو گیا ہے دعا بھی کروں تو کیا کروں کہ یارب ایسے بھائیوں کو بہنیں نہ دے یا ایسی بہنوں کو بھائی نہ دے-----------------؟

## محبت ایک دھوکہ

میری بھیگی ہوئی پلکوں کی چھما چھم پہ نہ جا
تیرے ٹوٹے ہوئے پیمان پہ ہنسی آئی ہے

ادیبہ نے دھیمے سے شعر پڑھا اک آہ بھری اور سنانا شروع کیا اس کی نظریں خلا میں گھور رہی تھیں اسکے گلابی ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ زندگی اسے اس موڑ پر لا کھڑا کر دے گی اس نے جسے زندگی بھر چاہا تھا وہ ایک سوداگر نکلا اسے یہ دکھ نہیں تھا کہ وہ محبت ہار گئی تھی اسے تو اس بات کا ملال تھا کہ اس نے اسے چھوڑا بھی تو کس قدر تاخیر سے چھوڑا یاسر اس کی پھوپھو کا بیٹا تھا ادیبہ اور یاسر کا بچپن کا ساتھ تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے عہد و پیمان کر چکے تھے ادیبہ نہ صرف یاسر کے حسن و جمال سے متاثر تھی بلکہ وہ اس کی آواز کی بھی دیوانی تھی وہ اسکول کے زمانے سے ہی سنگنگ کمپیٹیشن میں حصہ لیتا تھا اور ہمیشہ فرسٹ پوزیشن حاصل کرتا ادیبہ اکثر یاسر سے کچھ سننے کی خواہش کرتی اور وہ اسے اسکی پسندیدہ غزل سناتا اور وہ ہمیشہ کی طرح اسکی غزل میں ڈوب جاتی

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ جیسے تجھ کو بنایا گیا ہے میرے لیئے
تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی
تجھے زمیں پر بلایا گیا ہے میرے لیئے
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

ادیبہ اسکی سریلی اور نرم و گداز آواز میں محو ہو جاتی اور اس کو کھو دینے کے ڈر سے کانپ جاتی میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی یاسر میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں وہ اکثر یاسر کو اپنی محبت کی یاد دلاتی اور یاسر بھی اسے اپنی محبت کا یقین دلاتا رہتا ادیبہ کا یہ حال تھا کہ اس نے یاسر کی پسند کو اپنی پسند بنا لیا تھا اسے چاکلیٹ فلیور میں آئس کریم پسند تھی مگر وہ یاسر کی خاطر اسٹر بیری فلیور کھاتی تھی یاسر کو لمبے بال پسند نہیں تھے اس لیئے وہ اپنے خوبصورت گھنے اور لمبے بالوں کو تراشتی رہتی یاسر کو شوخ اور چنچل لڑکیاں پسند تھی اور وہ بھی چڑیا کی طرح چہچہاتی رہتی یاسر دن کو رات کہتا تو وہ بھی رات کہتی سفید کو سیاہ کہتا تو وہ بھی سیاہ کہتی اس کی باتوں میں تھکن تھی شام کے جیسی اور لہجے میں سحر کی تازگی تھی اس میں کوئی بھی خامی نہ تھی جس کی

وجہ سے یاسر اسے پسند نہ کرتا وہ ہر طرح سے پرفیکٹ اور اپنے تین بھائیوں کی اکلو
تی بہن تھی یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹ ویک قریب آ رہا تھا اور اسٹوڈنٹ مختلف کھیلو
ں میں حصہ لے رہے تھے ادیبہ نے اپنے کزن یاسر کو بھی حصہ لینے کے لیئے متحرک
کیا وہ بہت نروس ہو رہا تھا کہ ادیبہ نے اسے حوصلہ دے کر اسکی ساری ہچکچاہٹ دور
کر دی تھی یاسر پلیز۔۔۔! میرے لیئے۔۔۔! یونیورسٹی لائف میں آخری مرتبہ سا
حر لدھیانوی کی وہی غزل سنا دو اس نے چہکتے ہوئے کہا اور یاسر فوراً مان گیا تمہارے
لیئے تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں آسمان سے چاند ستارے بھی توڑ کر لا سکتا ہوں غزل تو
بہت معمولی چیز ہے اور ادیبہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا دیکھا تم لوگوں نے یاسر صرف
مجھ سے محبت کرتا ہے اور آخر کمپیٹیشن کا دن آ گیا یاسر اسٹیج پر جا رہا تھا اور ادیبہ کا
دل دھڑک رہا تھا وہ بار بار ہاتھ ہلا کر اس کی داد رسی کر رہی تھی کہ یاسر کی مترنم
آواز اسکے کانوں میں رس گھولنے لگی

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

کہ بدلتی نگاہیں میری امانت ہیں

یہ گیسوؤں کی گھنی چھاؤں ہے میری خاطر

یہ ہونٹ اور یہ باہیں مری امانت ہیں

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

یاسر اسٹیج سے نیچے آرہا تھا اور ادیبہ خوشی سے اچھل رہی تھی کہ یاسر اس کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا تمہیں کیسی لگی میری آواز وہ اس سے پوچھنے لگا تم تو عاطف اسلم سے بھی اچھا گاتے ہو یاسر تمھارا کوئی جواب نہیں ہے وہ اسکی تعریفوں کے پل باندھ دیتی یاسر کی آواز واقعی اچھی تھی اور اس بار بھی وہ سنگنگ کمپیٹیشن میں سب کو مات دے چکا تھا اور اسکی کامیابی کا کچھ کریڈٹ ادیبہ کو بھی جاتا تھا اسکا دل یاسر کی محبت سے لبریز تھا وہ اٹھتے بیٹھتے یاسر کے نام کی تسبیح کرتی رہتی اسے دیکھ دیکھ کر جیتی وہ یاسر کی جادوئی آواز میں گم ہو کر تھوڑی دیر کے لیئے اپنی تمام مصروفیات بھول جاتی وہ یاسر سے اندھی محبت کرتی تھی اور اس کے لیئے کچھ بھی کر گزرنے کے لیئے تیار تھی یاسر بھی اسے بار بار اپنی محبت کا یقین دلاتا اور اسے خوب استعمال کرتا ادیبہ نہ جانتی تھی کہ وہ اس کے ساتھ کیا گیم کھیل رہا ہے اس گیم میں اس کی ادیبہ کے علاوہ اور بھی محبوبائیں تھیں مگر وہ کبھی بھی رنگے ہاتھوں نہ پکڑا گیا تھا اس لیئے ادیبہ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا کہ یاسر اسے استعمال کر رہا ہے کہ اچانک اس کی ملاقات یاسر کی ماموں زاد ملائکہ سے ہوئی اس کے والدین اسے پیار سے ملی کہتے تھے ملی

کی فیملی لندن میں رہتی تھی اور ملنے کے لیئے اپنی پھوپھو کے گھر آئی ہوئی تھی ملی کافی بولڈ اور چالاک ہشیار لڑکی تھی اسے کافی تجربہ بھی تھا اور لڑکوں کو سمجھنے میں خوب دسترس بھی حاصل تھی جبکہ ادیبہ قدرے معصوم سی لڑکی تھی ایک دن ملی نے ادیبہ سے پوچھا تمہاری یاسر کے بارے میں کیا رائے ہے اس نے معصومانہ جواب دیا کہ یاسر بہت اچھے ہیں اس کا جواب مثبت تو تھا مگر وہ مرد کی فطرت سے کب آشنا تھی جبکہ ملی مردوں کی فطرت سے خوب واقف تھی اس نے ادیبہ کو بتایا کہ مرد کبھی وفا نہیں کرتا تم آزما کر دیکھ لو کسی بھی مرد کو ادیبہ نے ملی کی بات کا یقین ہی نہ کیا وہ سمجھ گئی تھی کہ ملی کا اشارہ کس طرف ہے اس نے بڑے غرور سے کہا یاسر ایسا نہیں ہے وہ صرف اور صرف مجھ سے محبت کرتا ہے وہ محبت کی سرحد کو بھی عبور کر گئی تھی اور عشق کی سرزمین پر قدم رکھ چکی تھی کہ ملی نے اسے حقیقت کا آئینہ دکھانے کا فیصلہ کر لیا ایک دن ادیبہ نے اپنے کزن یاسر کو اپنے گھر بلایا ملی وہاں پہلے سے موجود تھی یاسر نے جب کمرے میں داخل ہوتے ہی ملی کو دیکھا تو وہ ادیبہ کو سلام کرنا بھول گیا جبکہ ملی کی جانب ہاتھ ہلاتے ہوئے ہائے۔۔۔! بولا ملی نے بھی اسے ہائے میں ہی جواب دیا یاسر کی پہلی ادا ہی ادیبہ کو بہت کچھ سمجھا چکی تھی مگر وہ پورے منصوبے کے مطابق خاموش رہی اور ملی نے باتیں شروع کر دیں لہذا باتوں باتوں میں بات پسند ناپسند

تک پہنچ گئی تمہیں کیسی لڑکیاں پسند ہیں ادیبہ کچن میں ان کے لیئے چائے بنا رہی تھی
کہ وہ فورا متوجہ ہو کر انکی باتیں سننے لگی مجھے۔۔۔۔؟ یاسر نے قدرے تجسس سے پو
چھا۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔آپ کو۔۔۔۔ملی نے اپنا سوال دھرایا یاسر نے وہ تمام
صفات گنوا دیں جو کہ ملی میں موجود تھیں ملی اس کے جال میں پھنسنے والی تو نہ تھی
خیر وہ ادیبہ کو حقیقت کا آئینہ دکھانے کے لیئے خاموش رہی یاسر سمجھا ملی کو وہ پینا ٹا
ئز کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے اس نے ملی کو ادیبہ کی پسندیدہ غزل بھی سنائی غزل
کی آواز کچن میں صاف سنائی دے رہی تھی

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ جیسے بجتی ہیں شہنائیاں سی راہوں میں
سہاگ رات ہے گھونگٹ اٹھا رہا ہوں میں
سمٹ رہی ہے تو شرما کے اپنی باہوں میں
کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

یاسر کی دل کو موہ لینے والی آواز کا ملی پر کوئی خاص اثر تو نہ ہوا مگر ملی نے ایسے ا
یکسپریشن دیئے جیسے وہ اسکی غزل میں محو ہو چکی ہو جب غزل اپنے اختتام کو پہنچی تو
ملی نے تالیاں بجا کر اسے داد دی اسطرح پہلی ملاقات ختم ہو گئی ابھی دوسری ہی ملا
قات تھی کہ ملی نے ا

دیبہ سے پھول منگوائے اور یاسر سے پھولوں کے ساتھ اپنی جھوٹی محبت کا اظہار کیا کہ یاسر کے تو جیسے تیور ہی بدل گئے ادیبہ پچھلے کمرے میں سارا ڈرامہ دیکھ رہی تھی جبکہ یاسر اس بات سے بے خبر تھا کہ ادیبہ اسے دیکھ یا سن رہی ہے جب ملی نے اس سے اظہار محبت کیا تو یاسر فوراً اس سے شادی کرنے کے لیئے بھی تیار ہو گیا اور اسے اپنی محبت کا یقین دلانے لگا اور کہنے لگا کہ میں صرف اور صرف تم سے ہی محبت کرتا ہوں کہ اچانک ادیبہ پچھلے کمرے سے نمودار ہو گئی اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں ادیبہ میری بات سنو ادیبہ۔۔۔۔۔یاسر نے کچھ کہنا چاہا مگر ملی اسکا اصل روپ ادیبہ کو دکھا چکی تھی ادیبہ نے یاسر کی ایک نہ سنی اس نے ملی کا بے حد شکریہ ادا کیا اور دوبارہ کبھی بھی یاسر کی شکل تک نہ دیکھی اس نے سوچا کہ محبت کیا ہے محض ایک دھوکہ۔

## کتاب پردہ سے مولانا مودودی کے خیالات

پردہ دراصل مولانا مودودی سے تصنیف شدہ کتاب ہے جس میں مرد اور عورت کے تعلق کو اعتدال کی بنیاد پر قائم کرنے کی ایک قسم کی نصیحت کی گئی ہے یہ کتاب جدید تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے اس میں مولانا صاحب نے کچھ تاریخی حوالوں سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ اگر اعتدال کا کوئی راستہ ہے تو وہ اسلام کا راستہ ہے اور پردہ نہ صرف عورت کی زینت ہے بلکہ مرد اور عورت دونوں کی شمولیت سے ہی اس راہ پر گامزن ہوا جا سکتا ہے پردہ ہے کیا۔۔۔؟ تاریخ میں کب عمل کیا گیا اور کب فحاشی و عریانی عروج پر رہی یونان ہی کی مثال لے لیجیئے مولانا صاحب لکھتے ہیں جب یونانی قوم خوب طاقتور تھی اور پورے زور کے ساتھ ترقی و عروج کی طرف جارہی تھی تو اسوقت یونانی خواتین گھر کی ملکہ ہوتی تھیں اس کے فرائض کا دائرہ گھر تک محدود تھا اور ان حدود میں وہ پوری طرح بااقتدار تھیں اسکی عصمت ایک قیمتی چیز تھی جس کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا شریف یونانیوں کے ہاں پردے کا رواج تھا ان کے گھروں میں زنان خانے مردان خانوں سے الگ ہوتے تھے ان کی عورتیں مخلوط محفلوں میں شریک نہ ہوتی تھیں نہ منظر عام پر نمایاں کی جاتی تھیں یونانیوں کے بعد جس

قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا وہ اہل روم تھے رومی جمہوریت کے زمانہ عروج میں یونان کیطرح پردے کا رواج تو نہ تھا مگر عورت اور جوان نسل کو خاندانی نظام میں کس کر رکھا گیا تھا عصمت و عزت خصوصا عورت کے معاملے میں ایک قیمتی چیز تھی اور اسکو معیار شرافت سمجھا جاتا تھا اخلاق کا معیار کافی بلند تھا پھر مغربی دنیا کے اس اخلاقی انحطاط کا علاج کرنے کے لیئے مسیحت پہنچی اول اول اس نے بڑی اچھی خدمات انجام دیں مگر بعد میں وہ انتہا پسندی کی بھی انتہا کو پہنچ گئے ترتولیاں :- جو ابتدائی دور کے ائمہ مسیحت میں سے تھا عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے ۔۔۔۔ کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے وہ شجر ممنوع کیطرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کرائی سوسٹم :- جو مسیحت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے عورت کے حق میں کہتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک ناگزیر برائی ایک پیدائشی وسوسہ ایک مرغوب آفت ایک خانگی خطرہ ایک غارت گر دلربائی ایک آراستہ مصیبت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کے ان نظریات نے اخلاق اور معاشرت میں عورت کی حیثیت حد سے زیادہ گرادی اور سوسائٹی میں عورت کا رتبہ ہر حیثیت سے پست ہو گیا پھر جدید یورپ کے اٹھارویں صدی عیسوی میں یورپ کے فلاسفہ اور اہل قلم نے عورت حمایئت میں آواز اٹھائی ان کی مختلف تدابیر سے رفتہ رفتہ

عورتوں کی وہ قابلیتیں جو غلط قوانین معاشرت میں نفاست پیدا کی رفاہ عامہ کے
بہت سے مفید کام کیئے صحت عامہ کی ترقی نئی نسلوں کی عمدہ تربیت بیماروں کی خدمت
اور فنون خانہ داری کی نشو و نما یہ سب کچھ اس بیداری کے ابتدائی پھل تھے جو تہذیب
نو کی بدولت عورتوں میں رونما ہوئیں پھر نئی مغربی معاشرت نے جنم لیا جس میں عو
رتوں اور مردوں کی مساوات عورتوں کا معاشی استقلال اور دونوں صنفوں کا
آزادانہ اختلاط یہ وہ چیزیں تھیں جس نے مغربی معاشرت کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں تین
ہزار سال کے تاریخی نشیب و فراز کی یہ مسلسل داستاں ایک بڑے خطہ زمین سے تعلق
رکھتی ہے جو پہلے بھی دو عظیم الشان تہذیبوں کا گہوارہ رہ چکا ہے اور اب پھر جسکی تہذ
یب کا ڈنکا دنیا میں بج رہا ہے ایسی ہی داستان مصر بابل ایران اور دوسرے مما لک کی
بھی ہے اور خود ہمارا ملک ہندوستان بھی صدیوں سے افراط و تفریط میں گرفتار ہے ا
فراط و تفریط کی بھول بھلیاں میں بھٹکنے والوں کو اگر عدل کا راستہ دکھانے والا کو
ئی ہو سکتا تھا تو وہ صرف مسلمان تھا جس کے پاس اجتمائی زندگی کی ساری گتھیوں کے صیح
حل موجود ہیں مگر دنیا کی تاریخ کا یہ بھی ایک عجیب دردناک پہلو ہے کہ اس اندھیر
ے میں جس کے پاس چراغ تھا وہی کمبخت رتوندکے مرض میں مبتلا ہو گیا دوسروں کو
رستہ دکھانا تو درکنار خود اندھوں کی طرح بھٹک رہا ہے اور ایک ایک بھٹکنے والے
کے پیچھے دوڑتا

پھرتا ہے مسلمانوں کی تاریخ کا یہ دور سب سے زیادہ شرمناک ہے اور یہ ہی دور ہے
جس میں پردے کے سوال پر بحث چھڑی مسلمانوں میں یہ مسئلہ اس لیئے پیدا ہوا کہ یور
پ نے حرم اور پردہ و نقاب کو نہائیت نفرت کی نگاہ سے دیکھا اپنے لٹریچر میں اسکی نہا
ئیت گھناونی اور مضحکہ خیز تصویریں کھینچیں اب کیونکر ممکن تھا کہ مسلمانوں کو حسب
دستور اس چیز پر بھی شرم نہ آنے لگتی سب سے زیادہ قبیح فریب جو اس سلسلے میں دیا
گیا یہ وہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے استدلال کرکے اس تحریک کو اسلام کے موافق
ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ اسلام اور مغربی تہذیب اور تنظیم معاشر
ت کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسلام کا اصل مقصد عورت کے معا
ملے میں نقطہ عدل کو پانا اور اسے سمجھنا اور اس پر قائم ہونا ہے اور نقطہ عدل یہ ہی
ہو سکتا ہے کہ ایک طرف عورت کو اپنی شخصیت اور اپنی قابلیتوں کے نشو و نما کا پورا
موقع ملے اور اسے اس قابل بنایا جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ صلاحیتوں
کے ساتھ انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں اپنا حصہ ادا کرسکے مگر دوسری
طرف اسکو اخلاقی تنزل و انحطاط کا ذریعہ اور انسانی تباہی کا آلہ نہ بننے دیا جائے بلکہ
مرد کے ساتھ اسکے تعاون کی ایسی سبیل مقرر کردی جائے کہ دونوں کا اشتراق عمل
ہر حیثیت سے تمدن کے لیئے صحت بخش ہو اس نقطہ عدل کو دنیا صدہا برس سے تلاش
کرتی رہی ہے مگر آج تک

نہیں پا سکی کبھی ایک انتہا کی طرف جاتی ہے اور انسانیت کے پورے نصف حصے کو بیکار بنا کر رکھ دیتی ہے کبھی دوسری انتہا کی طرف جاتی ہے اور انسانیت کے دونوں حصوں کو ملا کر غرق مئے ناب کر دیتی ہے نقطہ عدل ناپید نہیں موجود ہے مگر ہزاروں سال افراط و تفریط کے درمیان گردش کرتے رہنے کی وجہ سے لوگوں کا سر کچھ اتنا چکرا گیا ہے کہ وہ سامنے آتا ہے اور یہ پہچان نہیں سکتے کہ یہ ہی تو وہ مطلوب ہے جسے ہماری فطرت ڈھونڈ رہی تھی اس مطلوب حقیقی کو دیکھ کر وہ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اس پر آوازیں کستے ہیں اور جس کے پاس وہ نظر آتا ہے الٹا اسی کو شرمندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو ایک کوئلے کی کان میں پیدا ہوا ہو اور اور وہیں جوانی تک پہنچے ظاہر ہے کہ اسکو وہی کوئلے کی ماری ہوئی آبو ہوا اور وہی کالی کالی فضا عین فطری چیز معلوم ہو گی اور جب وہ اس کان سے نکال کر باہر لایا جائے گا تو عالم فطرت کی پاکیزہ فضا میں ہر شے کو دیکھ دیکھ کر اول اول ضرور اپرائے گا مگر انسان آخر انسان ہے اس کی آنکھیں کوئلے کی چھت اور تاروں بھرے آسمان کا فرق محسوس کرنے سے کب تک انکار کر سکتی ہیں۔۔۔؟ اسکے پھیپھڑے گندی ہوا اور صاف ہوا میں آخر کب تک تمیز نہ کریں گے۔۔۔۔؟

# ذہنی غلامی

نہ صرف پاکستانیوں میں بلکہ مسلمانوں میں ذہنی غلامی جیسی بیماری عام ہوتی جارہی ہے جس کی جھلک ہمارے معاشرے میں نمایاں نظر آتی ہے ہم مغربی خرافات سے اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ ہمارا رہن سہن اوڑھنا پہننا ہماری چال ڈھال ہماری بول چال مغربی طریقوں کی نقل اتارتی ہوئی نظر آتی ہے ہم نے شائستگی' اخلاق' معاشرت معیشت سیاست قانون حتیٰ کہ مذہبی عقائد اور عبادات کے متعلق بھی جتنے مغربی نظریات یا عملیات تھے اسکو کسی تنقید اور کسی فہم وتدبر کے بغیر اس طرح تسلیم کر لیا گیا ہے کہ گویا وہ آسمان سے اتری ہوئی وحی ہیں آج ہم میں سے اکثر خود کو مسلمان کہتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتے ہیں ہم قرآنی آیتوں پر اس وقت تک عمل نہیں کرتے جب تک کہ پینٹاگون کی تحقیق سے اس کے فائدے اور نقصان معلوم نہ ہو جائیں ہم اپنی عبادتیں بھی اس وقت تک نہیں کرتے جب تک ہمیں کوئی نہ کوئی دنیاوی فائدہ نظر نہ آرہا ہو ہم وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی کسی طے خانے میں رکھ کر بھول چکے ہیں ہمیں اپنا فلسفہ اپنا لٹریچر اپنا ادب اور اپنی تاریخ اپنے تمام کے تمام ہنر اور اپنے ہیروز کو بھلا بیٹھے ہیں مشرق کے شاعر علامہ اقبال فرماتے ہیں اور کیا خوب فرمایا انھوں

نے کہ

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

اسلامی شریعت کے احکام اور قرآن و حدیث کے بیانات میں سے جس جس چیز کو اسلام کے دشمنوں نے نفرت یا اعتراض کی نگاہ سے دیکھا اس پر مسلمانوں کو بھی شرم آنے لگی انھوں نے جہاد پر اعتراض کیا انھوں نے تعدد ازدواج پر اعتراض کیا انھوں نے کہا عورت اور مرد میں کامل مساوات ہونی چاہیئے انہوں نے قوانین نکاح و طلاق پر اعتراض کیئے اور ہم سب میں ترمیم کرنے پر تل گئے انھوں نے کہا کہ اسلام آرٹ کا دشمن ہے اور ہم نے کہا کہ اسلام تو ہمیشہ سے ناچ گانے اور مصوری و بت تراشی کی سرپرستی کرتا ہے یہ ہی وہ اسباب ہیں کہ آج ہم پستی کے اس دھانے پر کھڑے ہیں کہ دنیا ہم پر ہنس رہی ہے اور ہمارا تماشا دیکھ رہی ہے آخر کیوں اور کب تک ہم مغربی ہتھکنڈوں میں پھنسے رہیں گے ہمارا اپنا مذہب اور عقائد ہیں تہذیب و تمدن ہے ایک ضابطہ حیات ہے پھر کیوں ہم غیروں کے در پر پڑے ہیں دراصل ہمارا خود پر سے یقین ختم ہوتا جارہا ہے ہم ایک خوددار قوم نہیں رہے مسلمان دنیاں میں پانچویں بڑی آبادی ہونے

کے باوجود کس قدر ظلم و بربریت کا نشانہ بن رہے ہیں نہ صرف پاکستان میں بلکہ تما
م مسلمان ممالک میں مسلمان سیاستدانوں کا حال اس وفادار کتے جیسا ہے جو اسی کی و
فاداری کرتا ہے جو اسے دو وقت کی روٹی دیتا ہے مسلمانو ہوش کے ناخن لو خدا را ا
پنی آئندہ نسلوں کو تو بھکاری اور مقروض ہونے سے بچالو انھیں اس اندھے کنویں
میں مت دھکیلو جس گڑھے میں تم خود گر چکے ہو اور یاد رکھیں جو قومیں ذہنی طور پر
آزاد ہوں انھیں دنیا پر حکومت کرنے سے کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی خود دا
ری پیدا کیجیئے خود پر یقین رکھیئے اور چھوڑ دیجیئے اب اندھی تقلید کرنا کیونکہ

غلامی میں کام آتیں ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

# حوصلے چٹانوں سے ہونے چاہیں

عزیز قارئین اکرام یہ سچ ہے کہ سانحہ پشاور جیسا واقع پاکستان کی تاریخ کا بدترین واقع ہے ہماری آنکھوں نے پاکستان کی تاریخ میں ایسے دل دہلا دینے والے مناظر نہ دیکھے تھے ہمارے کانوں نے ایسی ہولناک کہانیاں نہ سنی تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔مگر ذرا ان بچوں اور والدین کا حوصلہ تو دیکھیں جو دوبارہ اسکول کھلنے پر علم کا پرچم بلند کرنے آئے ہیں وہ لنگڑاتی ہوئی معصوم کلیاں ہمیں پیغام دینے آئی ہیں کہ ہمارے حوصلے چٹانوں سے بھی بلند ہیں اب ہم پر کاری ضرب لگانے والا منہ کی کھائے گا ان بچوں کو اسکول میں دوبارہ دیکھنے سے پہلے میرا بھی یہ ہی حال تھا جو آپ لوگوں کا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ پورے وجود پر ایک سکتہ طاری ہو چکا ہے لفظ بھی خاموش سے ہو گئے تھے قلم بھی چلنے سے انکاری تھا یقین جانیئے کئی بار اس موضوع پر لکھنا چاہا مگر وہ پھول سے چہرے میری آنکھوں کے سامنے آنے لگتے ان کی خاموش تصاویر چیخ چیخ کر سوال کرتی ہوئی نظر آرہی تھی کیا ڈاکٹر بننا گناہ ہے۔۔۔۔۔۔؟کیا انجینیر بننا گناہ ہے۔۔۔۔؟کیا اسلام میں کھلاڑی بننا گناہ ہے یا فوجی تربیت حاصل کرنا گناہ ہے کیا یہ لوگ کلمہ پڑھنے والے لوگ تھے نہیں نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ دل نہیں مانتا یہ

کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہوں یہ اسی کی امت میں سے ہوں جو حالت جنگ
میں درختوں اور پودوں کو بھی نقصان نہ پہنچاتے تھے جو بچوں کو پھولوں سے تشبیح
دیتے جو کہ ابھی فرشتوں کی آغوش میں پل رہے تھے کیا وہ ان بچوں کی گواہی نہ دیں
گے کہ آخر ان نے گناہ پودوں کا کیا قصور تھا جو ابھی تناور درخت بھی نہ بنے تھے اس
سے زیادہ بزدلی اور کیا ہوگی کہ تم پھولوں کو مسل کر خوش ہو لیئے
_______________ مگر میر□ عزیزو شب کٹ گئی اب چراغ بجھا دینا چا
ہیئے اب ہمیں رونا دھونا بند کرکے اپنی عادتوں اور اپنی فطرت کو بدلنا ہوگا ہمیں دنیا
کو بتانا ہوگا کہ ہمارے بچے شہیدوں کی صف میں شامل ہو چکے ہیں اور ہم اپنے شہید
وں پر ماتم نہیں کرتے کچھ فتنہ پرور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا کیا دھرا ہے وہ مجھے
جواب دیں جس نے ذرہ سا بھی اسلام کا مطالعہ کیا ہے کیا وہ اپنے بچوں کا قتل کر سکتا
ہے تم کیوں خود کو رسوا کرنے پر تلے ہوئے ہو کیوں مسلمانوں میں فتنہ پیدا کر رہے
ہو میرے تو خیال میں ایسی بے ہودہ باتیں کرنے والوں نے نہ تو اسلام پڑھا ہے اور
نہ ہی لفظ مسلماں سے واقف ہیں جب بھی پاکستان میں کوئی دل سوز یا ہولناک دھما
کہ یا واقعہ پیش آتا ہے تو منافقوں کا ایک ٹولہ یا تو مولویوں پر چڑھ دوڑتا ہے یا پھر
مدرسوں پر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ طالبان انگلش یونیورسٹیوں اور امریکن اسکولوں
سے ہی نکلتے ہوں

میں نے تو اکثر پاکستانی مدرسوں میں دیکھا ہے وہاں سے فارغ التحصیل طلبہ صحیح طریقے سے پتھر بھی نہیں مار سکتے ہتھیار چلانا تو دور کی بات ہے دوستو ........! اپنے ذہنوں کو غیر جانبداری سے سوچنے کا موقع تو دو مجھے یقین ہے پھر نہ تو کوئی دیوبندی پر الزام لگائے گا نہ اہل حدیث پر نہ بریلوی پر ہم سب مسلمان ہیں اور پیچھے سے وار کرنے والا کوئی کافر ہی ہو سکتا ہے آیئے کفار کا مقابلہ کریں اور کفار کا مقابلہ کرنے کے لیئے ہمارے حوصلے چٹانوں سے ہونے چاہیئں......!

## محبت مر بھی سکتی ہے-----------

سانول اسکا نام اسکے بابا نے رکھا تھا اس لیئے کہ اس کا باپ ایک محبت پرست انسا
ن تھا اور سانول بھی محبت پر پورا ایمان رکھتا تھا جب اسے پری سے محبت نہ ہوئی
تھی اسوقت وہ جذبہ محبت کو خیالوں میں محسوس کرتا اسکی پوری کوشش تھی کہ ا
سے سچ میں کسی سے محبت ہو اور اسکی محبت کسی خیال یا تصویر کی بجائے ایک جیتا جا
گتا وجود ہو اور جب اسکی زندگی میں پری آ گئی تو وہ باقائدہ محبت کا قائل ہو گیا پری کا
اصل نام پروین تھا اسکے والدین پیار سے اسے پری کہتے تھے پری بلا کی حسین اور
ایک پڑھی لکھی لڑکی تھی اسکا پورا خاندان کراچی میں رہتا تھا وہ ماڈرن ہونے کے
ساتھ ساتھ ذہین ترین لڑکی تھی اور ڈاکٹر بننے کے لیئے ہاوس جاب کر رہی تھی کہ ا
چانک اس کی ملاقات سانول سے ہوئی سانول بھی ایم بی اے کر چکا تھا اور انٹرن
شپ کر رہا تھا دونوں پریکٹیکل لائف میں قدم رکھ چکے تھے وہ دونوں ایک دو
سرے کے لیئے پرفیکٹ تو تھے ہی اس پر غضب یہ کہ وہ ایک دوسرے سے چند ہی دنو
ں میں بے انتہا محبت بھی کرنے لگے تھے لہٰذا دونوں جذبہ محبت سے لبالب دل لیئے
شادی کے بندھن میں بندھ گئے ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا شادی کی پہلی رات
دونوں نے کبھی

بھی جدانہ ہونے کے عہد و پیمان کیئے اور ساری زندگی ہنسی خوشی گزارنے کے منصو
بے بھی بنائے دونوں ہنی مون پر گئے اور وہاں جا کر بے شمار یادگار تصاویر بھی بنا
ئیں اس رات ان دونوں نے ڈائری بھی لکھی اور سوچا کہ اس ڈائری کو کبھی بھی ضا
ئع نہ ہونے دیں گے ڈائری کیا تھی ایک عہد نامہ تھا جس میں ایک ہی طرح کے الفا
ظ تحریر تھے ہم ایک ساتھ جیئں مریں گے کبھی بھی ایک دوسرے کے ساتھ بے وفا
ئی نہ کریں گے مرتے دم تک ایک دوسرے کا ساتھ نبھائیں گے وغیرہ وغیرہ جب
میں پری کی ڈائری پڑھ رہی تھی تو مجھے لگا تو مجھے لگا کہ پری نے یہ کبھی نہ سوچا ہو گا کہ
محبت مر بھی سکتی ہے بلکہ اس نے تو سوچا ہو گا کہ اس دور میں بھی زندگی گزارنے کے
لیئے صرف اور صرف محبت ہی کافی ہے اور سانول نے بھی سوچا ہو گا کہ دنیا کی تمام چیز
یں عارضی اور محبت ابدی ہوتی ہے کیونکہ وہ دونوں لٹریچر کے شیدائی تھے اور محبت
دونوں کا پسندیدہ موضوع تھا انھوں نے ایک بار بھی یہ نہ سوچا تھا کہ زندگی کے
کسی موڑ پر ان میں سے کوئی ایک بھی بے وفائی کرے گا۔۔۔۔۔۔۔۔ارے بے وفا
ئی تو دور کی بات وہ کبھی ایسا سوچیں گے بھی نہیں شائد کہ یہ محبت سے بھی آگے کا جذ
بہ ہوتا ہے جو انسان کو انسان سے فرشتہ بنا دیتا ہے اور ایک مربوط رشتے میں اسطر
ح جکڑ دیتا ہے کہ انسان اپنے محبوب کی جدائی کے تصور سے ہی موت کا سامنا کرنے
جیسی اذیتیں بھی بر

داشت کرلیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ کہ کاش انسان اس جذبے کے علاوہ پھرتا حیات کوئی خواہش نہ پالے انسان کی پھر محبت ہی پہلی اورآخری خواہش ہونی چاہیئے ویسے یہ میرا ذاتی خیال ہے جو کہ غلط بھی ہو سکتا ہے کہ دنیاوی لالچ اور حرص و حوس نے محبت جیسے انمول جذبے کو بھی بکاو بنا دیا ہے اب ایک عورت کی جگہ دوسری عورت باآسانی لے لیتی ہے کچھ ایسے ہی میری آنکھوں کے سامنے کئی واقعات ہوئے جنھوں نے مجھے لکھنے پر اورآپ لوگوں سے پوچھنے پر مجبور کر دیا کہ کیا یہ ایک عورت کے ساتھ انصاف ہے تو دوس تو سانول کی شادی کو پانچ سال گزر چکے تھے مگر پروین کے ہاں اولاد کی کوئی امید پیدا نہ ہوئی محلے میں باتیں ہونے لگیں کہ سانول کی بیوی بانجھ ہے مگر سانول کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی وہ ہمیشہ کہتا کہ میرے لیئے پروین کی محبت اور اس کا ساتھ ہی کافی ہے ہم دونوں اپنی زندگی میں خوش ہیں مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی مگر سانول کی ماں اور بہنیں کسی طور بھی سانول کی بانجھ بیوی پروین کو برداشت کرنے کے لیئے تیار نہ تھیں سانول کی ماں نے سانول سے صاف صاف کہہ دیا تھا یا تو میری مان کر دوسری شادی کر لو ورنہ میں خودکشی کرلوں گی سانول اپنی ماں کا ایک ہی بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنی ماں کا کہنا بھی نہ ٹال سکتا تھا آخر اسکی ماں نے کافی لڑائی جھگڑوں کے بعد سانول کی ایک خو

بصورت اور اور جوان لڑکی ے شادی کر دی سانول نے جب اسے دیکھا تو وہ پری کی ساری عمر کی خدمتوں قربانیوں اور محبتوں کو بھول گیا تھا ادھر پروین اپنے باپ کے گھر میں بیٹھی پریشان تھی کہ اب کی بار سانول نے اسقدر دیر کیوں کر دی وہ مجھے لینے کیوں نہیں آیا وہ میرا فون کیوں نہیں اٹینڈ کرتا کیا وہ مجھ سے خفا ہو گیا ہے آخر مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے وہ ایسا تو نہ تھا پروین اپنی ماں سے مخاطب تھی کہ اسکی ماں نے اسے کہا بیٹا تم اب اکیلی رہنے کی اکیلی ڈال لو ہو سکتا ہے اب وہ تمہیں کبھی بھی لینے نہ آئے آج شادی کے پچیس سال گزر جانے کے بعد اس نے تم سے بے وفائی کی ہے کاش کہ تم میری بات مان لیتی بیٹی اور محبت نہ کرتی اور پری کو اپنی سماعت پر یقین نہ آیا تھا کیا وہ ایسا بھی کر سکتا ہے۔۔۔۔۔پری بڑبڑائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ایسا کر چکا ہے بیٹی اسکی والدہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔مگر وہ نہ مانی اور سانول سے یہ پوچھنے چل نکلی کہ آخر اسکا قصور کیا تھا جب وہ سانول کے گھر پہنچی تو سانول اپنی نئی بیوی کے ساتھ ہنی مون پر جانے کی تیاری کر رہا تھا اور اپنی ماں سے کہہ رہا تھا کہ ماں قسم سے میری شادی تو اب ہوئی ہے اور محبتوں میں کچھ نہیں رکھا پروین یہ الفاظ سنتے ہی واپس پلٹ آئی پروین اور بانو اپنے والدین کی دو ہی اولادیں تھیں ان کوئی بھائی نہ تھا کہ پری کے پورے ایک مہینے بعد بانجھ ہو

نے کی وجہ سے بانو بھی اپنے میکے آ کر بیٹھ گئی پہلے تو وہ دونوں بہنیں گلے مل کر خوب روئیں مگر پھر ہمیشہ کے لیئے آنسو صاف کرتے ہوئے عہد کیا کہ وہ کبھی بھی اپنے بے وفا شوہروں کو یاد نہ کریں گیں اب پروین ایک اچھی اور ہمدرد ڈاکٹر ہے اور بانو لیکچرار وہ اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نہیں تھکتیں جھوں نے انھیں تعلیم سے آراستہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور انکی زندگی کو کو ایک مقصد دے دیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آخر میں اس نے مجھ سے ایک سوال کیا نا کہ اگر میرے والدین ہمیں تعلیم نہ دلاتے تو جانتی ہو ہم کس حد تک جا سکتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟میں نے سوچا یقیننا اس کے بعد دو ہی راستے رہ جاتے ہیں خود کشی ۔۔۔۔۔یا بے راہ روی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

## شہید کون۔۔۔۔۔۔؟؟؟

مظاہرہ کرنے والوں میں وہ سب سے آگے چل رہا تھا وہ اپنا علم بلند کیئے ہوئے پکار
بھی رہا تھا اور للکار بھی رہا تھا گستاخ رسول کی سزا۔۔۔۔۔۔ سر تن سے جدا
۔۔۔۔۔۔اس کی آواز میں رعب و دبدبہ اور قلم میں روانی تھی وہ تین بہنوں کا اکلوتا
بھائی اور ماں باپ کی آنکھوں کا نور تھا اسے رسک لینا اچھا لگتا تھا۔۔۔۔۔۔۔اسی
لیئے اس نے صحافت جیسا مشکل پیشہ اختیار کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے یہ پیشہ انسا
نیت کی خدمت اور پاکستان میں سے اچھے لوگوں کی پہچان کروانے کے لیئے کیا
تھا۔۔۔۔۔۔۔۔وہ پینٹ کوٹ پہنے اور ٹائی لگانے کو اپنی مجبوری سمجھتا تھا نہ کہ فخر
۔۔۔۔۔۔وہ اکثر کہتا کہ میں داڑھی اس لیئے نہیں رکھتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیونکہ میں
اس قابل نہیں ہوں کہ لوگ میرا قومی پرچم کی طرح احترام کرنے لگیں
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بھی برگر کھانے والوں اور پیپسی شوق سے پینے والوں میں
سے تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے چاکلیٹ بے حد پسند تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ا
نگلش میڈیم اسکول سے پڑھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔اور منہ ٹیڑھا کرکے انگریزی بھی بول لیتا
تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کا لہجہ اور حلیہ پورے کا پورا انگریزوں جیسا
تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے ایک ماڈرن لڑکی جو پیشے کی ماڈل تھی سے شادی کی تھی
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ موسیقی کو

وہ روح کی غزا سمجھتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسکی عمر تقریبا تیں سال
تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ دنیا کے تقریبا بارہ ملکوں کا دورہ کر چکا تھا
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے دنیا کو خوب اچھی طرح سے دیکھا اور پرکھا تھا
۔۔۔

۔۔۔۔۔۔وہ اکثر کہتا تھا یا تو مغرب میں لوگ ہم سے واقف نہیں ہیں
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یا پھر اپنی طاقت کے نشے میں مست ہیں۔۔۔۔۔۔۔اور ان کے ہا
تھوں سے بہت جلد اقتدار چھننے والا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی خوف سے وہ مست ہا تھی
کی طرح کہیں بھی رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو ارد گرد کے لو
گوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ایک ایسی مہذب قوم ہیں
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جو کبھی بھی کسی کی بھی دل آزاری کر سکتے
ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خاص طور پر مسلمانوں کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کے جذبات کو
مجروح کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔جسطرح کہ ہمارے نبی کی شان میں گستا
خی کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر وہ آسمان کا تھوکا ان کے منہ پر ہی آ گرتا
ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت کرتا
تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس قدر محبت کرتا تھا کہ انکی خاطر اپنی جان تک لٹانے کے لیئے
تیار تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اکثر کہتا جب جب آپصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں
گستاخی کی جاتی ہے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے اس قدر تکلیف ہوتی

ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے میرے وجود کے کسی حصے کو جسم سے الگ کیا جا رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور میں بے بس ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ پانچ وقت کی نماز پڑھتا اور کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکثر اسے اپنی جاب کے دوران ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا جو کہ اپنی جان کو آپ صلیاللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور توہین رسالت پر احتجاج کرنے والوں سے .برانگیختہ نظر آتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک ایسی ہی کمیونٹی کے ساتھ رہنا اس کی مجبوری تھی۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ایک یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کا اسٹوڈنٹ بھی تھا۔۔۔۔۔۔۔۔کہ اسکا واسطہ ایک ایسے دنیا پرست انسان سے پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جسکے نزدیک شان رسالت میں گستاخی کرنا ایک معمولی بات تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔علی احمد کی اکثر اس سے بحث ہو جایا کرتی تھی اور وہ رضا کو جو ایک مشہور سیاسی پارٹی کا کارکن ھی تھا سمجھانے کی بے انتہا کوشش کرتا ۔۔۔۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔۔۔۔بے سود۔۔۔۔۔۔۔ایک دفع علی احمد گستاخی رسول پر صحافی .برادری کے ساتھ ریلی نکال رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔کہ یک گولی اس کی گردن کے آر پار ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے ہسپتال لے جایا گیا جہاں پر ڈاکٹرز نے اسے مصنوعی سانس کے ذریعے زندہ رکھنے کے لیئے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔جبکہ اس کے والدین نے مصنوعی سانس دینے سے منع کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اس طرح علی احمد ایک باوقار طریقے سے جام شہادت نوش پا

گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ متجسس ہونگے کہ اسے گولی کس نے ماری ۔۔۔۔۔۔جی ہا
ں۔۔۔۔۔۔۔اسی رضانے جس سے علی کی اکثر بحث ہو جایا کرتی
تھی۔۔۔۔۔۔۔۔اس دن بھی رضانے علی سے کہا تھا کہ میرے علاقے میں احتجاج
مت کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ورنہ سر تن سے جدا کر دوں گا۔۔۔۔۔۔۔مگر علی احتجاج سے
نہ رکا۔۔۔۔۔۔اور بلند آواز میں پکارا۔۔۔۔۔۔گستاخ رسول کی سزا۔۔۔۔۔۔سر تن
سے جدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور آخر اسکا اپنا سر تن سے جدا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ جبکہ اسی
وقت علی کے ساتھیوں نے رضا کو بھی جان سے مار دیا اب علی اور رضا دونوں کے خا
ندان اپنے اپنے بیٹے کو شہید کہہ رہے تھے ۔۔۔۔آپ کے خیال میں شہید کون ہوا
!!!!!۔۔۔۔علی۔۔۔یا رضا۔۔۔۔۔۔۔

# (جیت۔۔۔۔۔۔!!! پارٹ (اول

ہم حجاب کرتیں تھیں اور وہ حجاب اور باحجاب لڑکیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں انکا نام تو میڈم حیا تھا۔۔۔۔۔ مگر عملی طور پر تقریباً وہ ایک بے حیا خاتون تھیں وہ ہمیشہ ہمارے برقعے کو تنقید کا نشانہ بناتی اور برقعے والیوں کی ایسی جاہلانہ تصویر بنا کر پیش کرتی رہتی کہ ہمیں خود سے شرمندگی محسوس ہونے لگتی نہ جانے اسے کیا چڑ تھی ایک مولوی۔۔۔۔اور دوسری برقعے سے۔۔۔۔۔ وہ اکثر کہتی پاکستان سے مذہب کے ٹھیکیداروں خاص طور پر مولویوں کا مکمل خاتمہ کر دینا چاہیئے یہ ہی تو دراصل اسلام کو بدنام کر رہے ہیں اور ترقی کی راہ میں بھی سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہی فرسودہ خیالات کے مالک ملاں ہی ہیں اور ہم مولویوں کی توہین برداشت نہ کر سکتیں تھیں کیونکہ ہم مولویوں کی بیٹیاں تھیں اور اپنے والدین کی توہین بھلا کون برداشت کر سکتا ہے وہ اکثر اپنے لیکچر کے دوران اس قسم کی باتیں کرتی کہ آپ اپنی تاریخ اور اپنے ماضی کو بھلا دیں اور آج پر نظر رکھیں آج دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور تم ہو کہ آج بھی چادر اور چار دیواری میں پھنسی ہوئی ہو مغرب کی عورت کو دیکھو کس قدر بولڈ اور ماڈرن ہو چکی ہے مردوں کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے وہاں کی ہر عورت ایک مقام اور

اپنی پہچان رکھتی ہے مردوں سے آنکھ ملا کر بات کرتی ہے اسی لئے وہاں پر عورتوں پر تشدد بہت کم ہوتا ہے انھیں تو اہل مغرب کی تاریخ سے بھی کوئی واسطہ نہ تھا باقی تمام اساتذہ کہتے تھے کہ اپنی تاریخ کو مد نظر رکھو اور وہ کہتی تھیں کہ اپنی تاریخ کو اپنے آباو اجداد کو نظر انداز کر دو وہ ارسطو سے ایلیٹ تک تمام کو برا بھلا کہتیں اور مسلمان مفکرین سے تو اسے خدا واسطے کا بیر تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کے سامنے کوئی زبان درازی کر سکے وہ بے حد ذہین و فطین تھیں پوری دلیلوں اور مثالوں سے باتیں کرتی دوپٹہ سر پر رکھنا گناہ سمجھتی تھی انڈین لباس زیب تن کرتیں ایسا لگتا وہ کسی یونیورسٹی کی پروفیسر نہیں ہیں بلکہ کیٹ واک کے لیئے آئی ہیں اور مزاج کی اتنی سخت تھیں کہ کوئی اسٹوڈنٹ ایک لیکچر بھی چھوڑ دیتی تو اسے اپنے مضمون میں سے فیل کر دیتی ایک دن بارش کی ہلکی پھلکی بوندا باندی ہو رہی تھی بارش برس کر تقریبا تھمنے والی تھی اور مٹی کی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی کہ انم نے اتنا خوشگوار موسم دیکھ کر یونیورسٹی نہ جانے کا بہانہ بنا لیا کہ اسی وقت زارا نے انم کو فون کیا کہ یونیورسٹی کے لیئے تیار ہو جاو یونیورسٹی کی وین آنے والی ہے انم نے نہ جانے کا بہانہ بنانا چاہا مگر زارا نے فورا مسترد کر دیا اور اپنی بہن سارہ کو لے کر انم کے گھر آ گئی اس نے جب میڈم حیا کی جابرانہ پالیسیاں یا

د دلائیں تو انم فورا تیار ہو گئی اور سوچا کہ ہم تینوں کی پوزیشن بننے والی ہے خوا مخواہ چھٹی کرکے اپنی ریپوٹیشن حاصل کرنے سے کیا حاصل وہ تینوں یونیورسٹی کی لائق فائق اور ذہین ترین اسٹوڈنٹ تھیں وہ یونیورسٹی کے گیٹ میں داخل ہی ہو رہی تھیں یاد رہے یہ پاکستان کی ایک پرائیویٹ یونیورسٹی کا قصہ ہے۔۔۔۔۔۔کہ انھوں نے اپنے آگے نظریں دوڑائیں۔۔۔۔۔۔۔اف۔۔۔۔۔۔۔ان کے منہ سے بے اختیار نکلا میڈم۔۔۔۔۔۔حیا۔۔۔۔۔۔ میم حیا نے کس قدر بے ہودہ لباس زیب تن کیا ہوا ہے انم نے قدرے بلند آواز میں پکارا۔۔۔۔۔۔۔کہ میم حیا نے پیچھے مڑ کر دیکھا انکی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں چشمے کے پیچھے چھپی ہوئیں تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔حد کر دی یار میم حیا نے بھی بے حیائی کی۔۔۔۔۔۔۔۔انم نے منہ لٹکاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔خاموش رہو انم وہ سن رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔زارا نے انم کو ہلکے سے تنبیہ کی
۔۔۔۔۔۔۔۔سن رہی ہیں تو سننے دیں۔۔۔۔اب انم آگ بگولا ہو رہی تھی
۔۔۔۔۔۔ہماری شرم سے آنکھیں جھکی جا رہی ہیں اور انھیں دیکھیں لہراتی بل کھاتی جا رہی ہیں وہ باتیں کرتے ہوئے کلاس میں چلی گئی۔۔۔۔۔۔۔کمیونی کیشن ڈیولپمنٹ کی کلاس تھی میم حیا نے ہمیں نظروں میں رکھ لیا تھا وہ آئیں اور اپنے مخصوص انداز میں ڈائس کے پیچھے کھڑی ہو گئیں اور گویا ہوئیں

جاری ہے

## (جیت۔۔۔۔۔۔!!! پارٹ (دوئم

کتنے افسوس کی بات ہے ہم آج تک اپنی فرسودہ روایات میں الجھے ہوئے ہیں اور دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔دراصل ہمارا معاشرہ قدامت پسند معاشرہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں ماڈرن اور جدت پسند لوگوں کو اسی طرح طنز ومزاح کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ برقع میں لپٹی ہوئی گنگ لاشیں بھلا معاشرے کو کیا سنواریں گی جنھیں زمانے کے ساتھ چلنے کی تمیز ہے نہ شعور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انم لیکچر سنتے سنتے کافی برانگیختہ ہو رہی تھی آخر وہ بول ہی اٹھی میم۔۔۔۔۔۔۔۔۔دراصل ہم زمانہ ہم سے ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم زمانے سے نھیں ہیں اور جسے آپ تہذیب شعور اور زمانے کے ساتھ چلنا کہہ رہی ہیں یہ حقیقت میں اندھی تقلید اور بد تہذیبی وبے شعوری سے بھی نچلا درجہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماڈرن ازم یہ نہیں ہوتی ۔۔۔۔۔کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کپڑوں سے ہی باہر نکل آئیں ماڈرنائزیشن تو ذہنوں میں بیدار کی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس سے انسان روشنی کی طرف آتا ہے نہ کہ اندھیروں کی جانب جو طرز آپ نے اختیار کی ہوئی ہے اگر یہ تہذیب ہے تو پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چودہ سو سال پہلے جب عورت ایک کھلونا بن کر رہ گئی تھی تو وہ کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا وہ جہالت کا دور نہیں تھا کیا وہ بربریت و فحاشی کا دور نہیں تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ذراسو

چیں آپ ترقی کی جانب جا رہی ہیں یا تنزلی کی جانب شرم وحیا جدت ہے یا بے شر

می ۔۔۔۔۔؟ انم کے منہ میں جو آ رہا تھا وہ کہتی جا رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بھول

چکی تھی کہ اس کے سامنے اسکی میم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی بیٹی حیا قاضی کھڑی

تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ اسی اثنا میں انم کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ آ لگا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم ہوتی کون ہو مجھے سمجھانے والی ۔۔۔۔۔۔۔۔ تم ٹیچر ہو یا میں

۔۔۔؟ نکل جاؤ کلاس سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہ جانے کہاں کہاں سے اٹھ کر آ جاتے ہیں لو

گ یونیورسٹی میں پڑھنے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمت کیسے ہوئی تمہاری میرے سامنے بو

لنے کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابھی تمہیں یونیورسٹی سے نکلوادوں

گی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب انم سر جھکائے خاموشی سے ان کی ڈانٹ سن رہی تھی اور

رو رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر وہ حیران تھیں کہ انھوں نے ایسا کچھ بھی نہ کیا بس یہ

کہا کہ وہ تینوں باری باری مجھ سے آ کر سوری کریں زارا اور سارہ نے تو سوری کر

لی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر انم سوری کرنے کے لیئے تیار نہ تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بضد تھی

کہ اس نے کوئی غلطی ہی نہیں کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو پھر بھلا سوری کس بات کی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لہٰذا دن گزرتے گئے آخر رزلٹ کا دن آ گیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جب وہ

رزلٹ دیکھنے کے لیئے گئیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ انھوں نے نوٹس بورڈ پر اپنے نام تلاش کئے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور دیکھ کر حیرت سے تینوں کے منہ سے ایک چیخ نکلی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم

تینوں فیل ۔۔۔۔۔۔ !!! اور وہ بھی تین تین پیپرز میں سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ

بھی ہار ماننے والوں

میں سے نہ تھیں آدھی یونیورسٹی توان کی ذہانت کی خوب قائل تھی
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اورانھیں خوب اچھی طرح جانتی تھی اور دوسرے ٹیچرز بھی ان
کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔تقریباڈیپارٹمنٹ کی ہر لڑکی میم حیا
سے تنگ تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔لہذاانھوں نے باقاعدہ یونیورسٹی میں اپنے ساتھ ہو
نے والی زیادتی کے خلاف تمام اسٹوڈنٹس کے ساتھ مل کراحتجاج کرناشروع کر
دیا۔۔۔۔۔۔۔۔باقی دوستوں اور طالبعلموں نے انکا بہت ساتھ دیا۔۔۔۔۔۔کہ با
ت وائس چانسلر تک پہنچ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔انھوں نے جب اسٹوڈنٹس سے پوچھاتو تمام
طالبعلموں کو میم حیاسے شکائیت تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زارہ سارہ اور انم نے جب وائس
چانسلر قاضی صاحب کو ایک ایک لفظ سے آگاہ کیاتو پتاچلاکہ انکی بیٹی اپنے والدین کی
بھی نافرمان ہے انھوں نے میڈم حیا کو ڈسچارج کر دیااور ان تینوں کے پیپرری
چیک کروائے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔توانکی پوزیشن بحال ہو گئی انھوں نے سوچاہر
جگہ ہر کوئی ایک جیسانہیں ہوتااور جیت ہمیشہ اچھائی اور سچ کی ہوتی
ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!!!! ختم شد

# قرآن اور عورت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب کبھی رسول کریم پر وحی نازل ہو
تی تو پہلے آپ اسے مردانہ اجتماع میں سناتے پھر زنانہ اجتماع میں خاص عورتوں کو
سناتے بار بار عورتیں سوال کرتیں اور جو بات سمجھ میں نہ آتی اس کی وضاحت چا
ہتیں یہ ہی وجہ تھی کہ اسوقت خواتین میں بھی اسلام میں دلچپسی بڑھتی گئی اور
قرآن مجید کو حفظ کرنے کا رواج عہد نبوی سے ہی چلا آرہا ہے اور دلچسپ بات یہ
ہے کہ ان میں عورتیں بھی شامل تھیں حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ذکر
حدیث کی کئی مستند کتابوں میں ہے لکھا ہے کہ یہ حافظہ تھیں اور رسول اکرم نے ان
کو ان کے محلے کی مسجد کا امام مقرر فرمایا تھا راوی کہتے ہیں "میں نے اس بوڑھے مو
ذن کو دیکھا ہے جو اس مسجد میں پنج وقتہ اذان دیا کرتا تھا (اور ظاہر ہے کہ وہ بھی ا
قتدا کرتا تھا) اس بارے میں فقہا نے بڑی بحثیں کیں ہیں کہ عورت کی امامت جا
ئز ہے یا نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ام ورقہ کا واقعہ ابتدائے اسلام سے ہے بعد میں
منسوخ ہو گیا مگر ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی جس میں ام ورقہ کو بعد میں امامت سے
ممانعت کر دی گئی ہو کوئی کہتا ہے کہ "یہ انفرادی اور خصوصی اجازت ہے" حضرت
عمر کی رشتہ دار شفاء بنت عبداللہ کے متولق

معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا حدیث کی کتا بوں میں ذکر ہے کہ شفا بنت عبد اللہ ہی نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کو لکھنا پڑھنا سکھایا اور اس پر رسول اکرم بہت خوش تھے اور دیگر ازواج مطہرات میں بھی مورخوں نے لکھا ہے کہ ان میں سے متعدد کو پڑھنا آتا تھا اور وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہا کرتیں تھیں بلاذری نے حضرت عائشہ کے متعلق خاص کر یہ لکھا ہے کہ انھیں پڑھنا آتا تھا لکھنا نہیں آتا تھا اور یہ کہ وہ ہمیشہ قرآن مجید خود بھی پڑھتیں اور لڑکیوں کو بھی اسکی تعلیم دیا کرتیں بعض اوقات تو مرد بھی ان سے مسئلے مسائل پوچھنے آیا کرتے دوسرے مذاہب کی کتابوں میں عورت کا ذکر ہی نہیں آتا ا گر آتا بھی ہے تو ان کی برائی کرنے کے لیئے اور قرآن مجید میں ایک پوری ہی سورت سورہ نساء ہے اور سورہ مریم بھی ہے اچھی عورتوں کی مثالوں میں "فرعون کی ملکہ آسیہ" اور مریم بنت عمران کا بار بار ذکر ہے قرآن میں حضرت حوا کا ذکر سبق آموز ہے اس میں حضرت حوا کا کوئی قصور نہیں ہے شیطان نے حسد سے حضرت آدم کو بہکایا شیطان نے ان دونوں کو گمراہ کیا ان دونوں نے اس شجر ممنوعہ کا پھل کھایا قرآن مجید کے اٹھائیسویں پارے کا آغاز بھی دلچسپی سے خالی نہیں قد سمع اللہ۔ "اللہ نے اس کی بات سن لی جو اے محمد تجھ سے اپنے شوہر کے متعلق جھگڑتی اور اللہ سے فریاد کر تی ہے" یہاں

بھی عورت کی کوئی.برائی نہیں ہے بلکہ عورت ہی پر اللہ کو رحم آتا ہے اور مرد کے خلا
ف اسکی شنوائی کرتا ہے اور ماں کو باُپر ترجیح دی گئی ہے نوشتہ تقدیر کو نام دیا گیا
ہے "ام الکتاب" (کتاب کی ماں )اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور معنی خیز لفظ "ام القر
ی" (شہروں کی ماں) جو شہر مکہ کا لقب ہے آخر میں حضرت بلقیس کا بھی ذکر کیا جاسکتا
ہے قرآن مجید میں ذکر ہے کہ یہ یمن میں ریاست صبا کی حکمران تھیں اور مسجد شو
ری کی مدد سے حکومت کرتیں تھیں حضرت سلیمان علیہ اسلام کی دعوت پر ان سے
ملنے بیت المقدس گئیں اور وہاں ان کے ہاتھ پر اسلام بھی لے آئیں غرض قرآن مجید
کے مطابق عورت سماج کے بلند ترین مرتبے یعنی بادشاہت تک پہنچ سکتی ہے اور قرآن
اسے.برا نہیں قرار دیتا تحقیق :- ڈاکٹر محمد حمید اللہ

## وہشتگرد۔۔۔۔!!!

وہ بارہویں جماعت کا ہینڈسم نوجوان اپنے گھر محلے اور کالج میں سب کی آنکھ کا تارہ تھا عبداللہ نہ صرف ذہین و فطین تھا وہ حسن و جمال میں بھی بے مثال تھا وہ ذات کا پٹھان تھا جو ارادوں کے پکے اور اعصاب کے مضبوط ہوتے ہیں اسکی مستقل رہائش تو خیبر پختونخواہ کے ایک چھوٹے سے گاوں میں تھی مگر وہ اپنی پڑھائی کی وجہ سے شہر میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہوسٹل میں رہ رہا تھا کیونکہ اسکا ایڈمیشن شہر ہی کے ایک مشہور کالج میں میرٹ پر ہوگیا تھا ایسے معجزات پاکستان میں کم ہی ہوا کرتے ہیں مگر یہ عبداللہ کی خوش قسمتی تھی کہ اسکا ایڈمیشن بغیر کسی سفارش کے ایک نامور تعلیمی ادارے میں ہوگیا تھا اس نے بھی موقع کو غنیمت سمجھا اور اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیئے اپنے گھر سے کوسوں دور چلا آیا کچھ دن تو شہر میں اسکا اپنے گھر والوں کے بغیر دل ہی نہ لگا مگر جب اس کے والدین نے اسے اپنی محبت کے واسطے دیئے تو وہ وہاں رہنے اور پڑھنے پر مجبور ہوگیا اسکا لمبا قد.بڑی.بڑی آنکھیں کشادہ سینا مضبوط ہاتھ توانائی سے بھرپور تھراتا ہوا جسم تھا اور گفتگو سے کوئی مد.بر معلوم ہوتا اسکے حسن کو دیکھ کر اکثر کلاس میں سے آوازیں آتیں کہ حسن یوسف کہوں اسکو اور کچھ نہ کہے

خیر کوئی۔۔۔۔۔۔۔۔

اور عبداللہ اپنی اور اپنے حسن کی تعریف پسند نہ کرتا تھا وہ اکثر کہتا میرے منہ پر میر ی تعریف نہ کیا کرو میں خوش فہم ہو جاوں گا اور خوش فہم لوگ مجھے ب لکل بھی پسند نہیں ہیں جب وہ کلاس میں آتا تو پروفیسر صاحب اسے میرا بیٹا میرا بیٹا کہہ کر مخاطب کر تے پروفیسر خلجی صاحب اس سے اسکی ذہانت و فطانت کی وجہ سے انسیت رکھتے تھے اور ہمیشہ شفقت سے پیش آتے تے کلاس میں وہ واحد لڑکا تھا جس سے کوئی بھی متاثر ہو ئے بغیر نہ رہ سکتا تھا وہ ہونہار طالب علم ایک کامیاب انجینئیر بننے جارہا تھا اسکی آ نکھوں میں کچھ کر دکھانے کی چمک تھی ارادوں کے مضبوط عبداللہ کے ارادے ٹو ٹنے والے ہیں اسے خبر تک نہ تھی وہ اپنی پڑھائی میں مشغول رہتا یا دوستوں کے سا تھ گپ شپ کر لیا کرتا وہ گپ شپ کے دوران اکثر اپنے گاوں کی باتیں کرتا اورا پنے بہن بھائیوں کو بہت یاد کیا کرتا اسکے۔۔۔۔اسکے علاوہ دو بھائی اور ایک بہن تھی جو کہ ابھی چھوٹے تھے اور اپنے والس ین کے ساتھ گاوں ہی میں رہتے تھے اور وہ بھی عبداللہ کیطرح قابل تھے انکے والد نے انھیں اس لیئے پڑھانے کا سوچا تھا کہ وہ پڑھ لکھ کر اپنے گاوں اور ملک کا نام روشن کریں گے اور گاوں کے مجبور و بے کس لوگوں کی مدد کریں گے لوگوں میں شعور

پیدا کریں گے اور بتائیں گے کہ اپنے حق کے لیئے کیسے لڑا جا سکتا ہے اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور ظلم کا خاتمہ کیسے ممکن ہے وہاں کے لوگ بے حد غریب اور سادہ تھے بجلی گیس تو دور کی بات صاف پانی تک میسر نہ آتا بعض اوقات تو مویشیوں اور انسانوں کو ایک ہی جگہ سے پانی پینا پڑتا جسپر گورنمنٹ اور میڈیا خاموش تماشائی نظر آتا ہے یا شائد کسی کو معلوم بھی نہ ہو گا کہ اس روح ارضی پر عبداللہ کے گاوں جیسے بھی گاوں بستے ہیں لوگوں کو اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنے کے لیئے شہر آنا پڑتا اور خواہشیں تو شائد ایسے علاقوں میں رہنے والے لوگ پالتے ہی نہیں ہیں عبداللہ کی عمر تو چھوٹی تھی مگر وہ باتیں بڑی بڑی کیا کرتا تھا ایک دن جب عظم و حوصلہ کا پہاڑ عبداللہ کلاس میں آیا تو اسکی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے اسکی آنکھوں میں یہ آنسو کیسے تھے جو کہ آب رواں کیطرح بہتے جا رہے تھے آج اسکے کندھے جھکے ہوئے تھے حلیہ بگڑا ہوا تھا آنکھیں سرخ ہو رہیں تھیں وہ زاروقطار رو رہا تھا اور بولتا جا رہا تھا خلجی صاحب سب کچھ ختم ہو گیا ۔۔۔۔۔۔اب آپ ہی بتائیں میں کہاں جاوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ عبداللہ میرے بیٹے کیا ہوا ۔۔۔۔۔۔۔؟ پروفیسر نے بے چین ہو کر پوچھا کیوں خلجی صاحب انکے ساتھ ایسا کیوں ہوا ۔۔۔۔۔۔؟ ان معصوموں کا کیا قصور تھا ۔۔۔۔۔؟ آخر انھوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا ۔۔۔۔۔۔؟ انکی کسی سے کیا دشمنی تھی ۔۔۔۔۔؟ سب جا

سنے کے لیئے بے چین تھے کی آخر ہوا کیا ہے۔۔۔۔۔؟ میری دنیا لٹ گئی ہے پروفیسر صاحب میرے محبت کرنے والے ماں باپ اور لاڈلے بہن بھائی سب کے سب ملبے کا ڈھیر بن چکے ہیں میں اس دنیاں میں تنہا رہ گیا ہوں لوگو۔۔۔۔۔۔۔! وہ اب چیخ رہا تھا اور دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا میرا گھر ملبے کا ڈھیر بن گیا ہے امریکہ کی طرف سے داغے جانے والے ڈرون حموں کی نظر ہو گیا پھر وہ للکار للکار کر کہنے لگا اب میں اپنے ماں باپ کا بدلہ ضرور لوں گا اب میں زندہ رہنا نہیں چاہتا اور ہاں اب میں خود کش دھماکوں سے بھی باز نہ آوں گا وہ سسک رہا تھا آہیں بھر رہا تھا اور پورا کالج اسکا تماشا دیکھ رہا تھا اسکی آہ و بقاء سننے والا کوئی بھی نہ تھا لہٰذا اسکے بعد کئی دن گزر گئے مگر عبداللہ کالج نہ آیا جب پروفیسر صاحب اسکے پاس گئے تو اس نے بتایا کہ اسکا اب پڑھائی میں دل نہیں لگتا پروفیسر صاحب نے اسے بہت دلاسہ دیا اور وہ سب کچھ بھلا دینے کی تلقین بھی کی لیکن بے سود۔۔۔۔۔۔ اس نے تو جیسے بدلہ لینے کا فیصلہ ہی کر لیا تھا وہ بدلہ لینا چاہتا تھا مگر کس سے۔۔۔۔۔۔۔۔؟ اور کیسے۔۔۔۔۔؟ وہ دن رات یہ ہی سوچتا رہتا پھر ایک دن اچانک اس کے ذہن میں اچانک وہی جملے گردش کرنے لگے جو اس نے جذبات میں آکر یونہی کہہ دیئے تھے میں کسی طریقے سے بھی کفار کا مقابلہ ضرور کروں گا اور اسکے لیئے میں خود کش دھماکوں سے بھی باز نہ آوں گا اسکے ذہن پر یہ صدمہ اس قدر اثر کر

گیا تھا کہ اب وہ نہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا بس ایک ہی رٹ تھی کہ میں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے خون کا بدلہ ضرور بہ ضرور لوں گا خون کا بدلہ بس خون ہی ہو سکتا ہے اس مقصد کے لیئے وہ پاکستان کے کونے کونے میں مارا مارا پھرتا رہا کہ شائد اسے طالبان جیسی کوئی طاقت مل جائے جو امریکہ کی دشمن ہے وہ دن رات میڈیا پر اور لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر یقین کرکے طالبان کو ڈھونڈنے نکل پڑا تھا مگر پاکستان میں طالبان نامی کوئی طاقت ہوتی تو اسے ملتی اس نے تو یہ بھی سنا تھا کہ طالبان ہی کی تلاش میں امریکہ نے اس کے گھر کو ملبے کے ڈھیر میں بدل کر رکھ دیا تھا آخر ۔۔۔۔۔۔سال بھر پاکستان کا چپا چپا چھاننے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ پاکستان میں ایسی کوئی اور طاقت نہیں ہے جو امریکہ کی دشمن ہو بلکہ اس دن کے بعد وہ اور اس جیسے کئی دوسرے نوجوان امریکہ کے خلاف ضرور ہیں پھر عبداللہ نے سوچا پاکستان کی حکومتیں مفاد پرست اور امریکہ کی دوست ہو سکتی ہیں مگر عوام نہیں عوام ضرور اسکا ساتھ دے گی پھر وہ پاکستان کی با اثر عوام سے چلا چلا کر کہتا رہا۔۔۔۔۔۔۔کہ خدارا مجھے انصاف چاہیئے اگر مجھے انصاف نہ ملا تو میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہوں مگر اسکی آواز کسی نے بھی نہ سنی ۔۔۔۔۔۔۔۔آخر وہ ایک دن تھک ہار کر پروفیسر خلجی صاحب کے پاس آیا تو خلجی صاحب نے اسے گلے تو لگا لیا مگر۔۔۔۔۔۔۔اس معاملے میں اسکی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا اور بتایا کہ

وہ پوری طرح بے بس ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے کسی صورت بدلہ لے کر نہیں دے سکتا کچھ دیر تو وہ روتا اور سسکتا رہا پھر اپنے آنسو پونچھتا ہوا یہ کہ کر واپس پلٹ گیا۔۔۔۔۔۔کہ۔۔۔۔۔۔۔۔خلجی صاحب آج مجھے ہتھیار اٹھانے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔۔۔۔۔۔۔اب عبداللہ کی دشمنی ہر اس شرپسند دہشت گرد سے تھی جو بے گناہ مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں اس نے سوچا آج سے وہ دہشتگردوں کے لیئے دہشت گرد ہے۔۔۔۔۔۔صرف اور صرف دہشت گرد۔۔۔۔۔!!!

## یقین۔۔۔۔۔!!!

نایاب اپنے نام کیطرح بہت نایاب اور انمول تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھلا ہوتی بھی کیوں نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا نے شادی کے پانچ سال بعد منتوں مرادوں اور دعاوں سے جو دی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماں باپ اسے دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔گھر میں اسکی ضرورتوں اور خواہشوں کو اولین ترجیح دی جاتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب وہ پیدا ہوئی تو نانی کیطرف سے ڈھیروں تحائف بھیجے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور دادا دادی کے تو جیسے زمین پر پاوں ہی نہ ٹکتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گاوں میں لڑکیوں کی پیدائش پر ان دنوں صف ماتم بچھا دیا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور بیٹی کو منحوست کی علامت قرار دیا جاتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج بھی اکثر دیہاتوں میں بیٹی پیدا ہونے پر ناک بھوں چڑھایا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی پیدا کرنے پر عورت کو سخت ملامت کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے کہ بیٹی کا پیدا ہونا خالص عورت ہی کا قصور ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر جاہل دیہاتی اور کچھ جاہل شہری بھی خدا کی بھیجی ہوئی رحمت کو مایوسی کی علامت سمجھ کر خوش ہونے کے بجائے سوگ منانے لگ جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو میں بتا رہی تھی نایاب بھی ایسے ہی ماحول میں پیدا ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں بیٹی کی پیدائش کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا مگر نایاب بہت خوش قسمت تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس گاوں کی

پہلی بچی تھی جسکے پیدا ہونے پر مٹھائی تقسیم کی گئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نایاب کی
ماں کا تو جیسے خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ سب گھر والو
ں نے اسکی بیٹی کو اتنی عزت دی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر پورے محلے میں باتیں ہو
نے لگیں ۔۔۔۔۔۔کہ لو بھئی بیٹی کی پیدائش پر خوشیاں منائی جارہی ہیں
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈوب مرنے کا مقام ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیازمانہ آگیا ہے
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بے شرمی اور ڈھٹائی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج ایک گھر میں بیٹی پیدا ہونے پر خوشیاں منائی جارہی ہیں
۔۔۔۔۔۔کل گھر گھر یہ ہی رسم پڑ جائے گی ۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی کی پیدائش پر بھی کوئی خو
شیاں مناتا ہے بھلا۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹی تو بوجھ ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور بوجھ سر
چڑھنے پر کیسی خوشی وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔لوگوں کی باتیں سن کر نایاب کی ماں کا
دل بہت اداس ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب نایاب کی ماں ثریا کا شوہر گھر آیا جو کہ جا
ب کے سلسلے میں شہر میں رہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو ثریا نے ساری صورتحال سے آ
گاہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے بتایا کہ مجھے آپ کے گھر والوں سے تو کوئی شکوہ نہیں
۔ ہے مگر اس گاؤں کے لوگوں کے رویوں نے مجھے بہت دلبرداشتہ کیا ہے
۔یہاں پر ماحول بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے آپ ہمیں بھی اپنے ساتھ شہر لے چلیں
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں ہم اپنی ننھی پری کی بہت اچھی سی تربیت کریں

گے۔۔۔۔۔۔اسے پڑھائیں لکھائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔اور جب یہ بڑی ہو جائے گی ۔۔۔۔۔۔۔تو کسی اچھے سے پڑھے لکھے خاندان میں اسکی شادی کر دیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے ماں باپ نے خوابوں کے محل تعمیر کرنا شروع کر دیئے۔۔۔۔۔۔۔۔نایاب کا باپ ایک سرکاری ملازم تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جسکی تنخواہ میں انکا بمشکل گزارہ ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک دن ثریا نے اپنے شوہر اور نایاب کے باپ وہاب سے کہا کہ گزارہ بمشکل ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔کیوں نہ میں بھی سلائی پر کپڑے سینا شروع کر دوں۔۔۔۔۔۔۔۔وہ پڑھی لکھی تو نہ تھی مگر اس کے پاس ہنر تھا۔۔۔۔۔۔۔جس کی بنیاد پر اس نے اپنے شوہر سے بات کی تو وہاب نے ثریا کو یہ کہ کر منع کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ اسکا سارہ وقت ثریا کی دیکھ بھال کرنا اور اسکی خوشیوں ضرورتوں اور خواہشوں کا خیال رکھنا ہے،،،،،،،بلکہ میں خود ڈبل شفٹ لگا لیا کروں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔دن رات ایک کر دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔مگر اپنی بیٹی کو کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔وقت گزرتا گیا اور اب نایاب بارہ سال کی ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔والدین پوری لگن سے اسکی پرورش کر رہے تھے ۔۔۔۔۔۔کہ اچانک انھیں ایک دن دل دہلا دینے والی خبر ملی۔۔۔۔۔۔۔۔ہوایوں کہ ایک دن نایاب پڑھ رہی تھی کہ اچانک وہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔وہاب اور ثریا فوراً اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے۔۔۔۔۔۔۔۔تو ڈاکٹرز نے نایاب کو برین کینسر بتا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب نایاب کے والدین کا صحیح امتحان شروع ہوا تھا

--------- جاری ہے

## (یقین۔۔۔۔۔!!!حصہ (دوئم

اس خبر نے نایاب کے والدین کو بہت دکھی کر دیا تھا۔۔۔۔۔۔وہ غریب لوگ تھے اور اپنی بیٹی سے لاکھ محبت کرنے کے باوجود۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر سے پہلا سوال یہ کر بیٹھے کہ ڈاکٹر صاحب بچی کی بیماری پر کتنا خرچہ آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر نے بھی دوٹوک جواب دیا۔۔۔۔۔۔جناب اول تو ہمارے پاس اس بیماری کا علاج ممکن نہیں ہے اور جس ہسپتال میں اس بیماری کا علاج ممکن ہے وہاں پیسے گن کر نہیں بلکہ تول کے حساب سے دینے پڑیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دونوں کی آنکھیں یہ دردناک خبر سن کر نم ہوگئیں ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنا سب کچھ بیچ دیتے تب بھی اتنے پیسے جمع نہیں کر پاتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر انھوں نے ہمت نہ ہاری سب سے پہلے ثریا کا زیور بکا۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر آہستہ آہستہ گھر کی تمام چیزیں بک گئیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔انھوں نے سوچا گھر بھی بیچ دیں گے تو سڑک پر آجائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔دوسری طرف انکی بیٹی بیماری کی حالت میں تڑپ رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔وہ دونوں سخت پریشان تھے کہ کیا کریں ۔۔۔۔۔۔۔؟آخرانھوں نے اپنے رشتہ داروں سے مدد مانگنے کا فیصلہ کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ خود دار تھے مگر بیٹی کی حالت ان سے دیکھی نہیں جارہی تھی ۔۔۔۔۔خدا کا کرنا یہ ہوا کہ انھی دنوں نایاب کا ماموں اپنی بہن ثریا کے گھر اسے ملنے چلا

آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ثریا نے اسکی خوب خاطر مدارت کی۔۔۔۔۔۔۔اسکا ماموں کافی پیسے والا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسکا امریکہ میں اپنا بزنس تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر وہ حد درجے کا بے حس اور کنجوس تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنا پیسہ سنبھال کر رکھتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کسی ضرورت مند کے کام نہ آتا۔۔۔۔۔۔۔مگر پھر بھی اسکی بہن کو اس سے امید تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ وہ نایاب کی حالت دیکھ کر ضرور کچھ مدد کر ے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی خیال سے ثریا نے سارا ماجرا اپنے بھائی کو سنایا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کچھ پیسوں کی بھی درخواست کر ڈالی۔۔۔۔۔۔۔مگر ضرورت پڑنے پر بھلا کون کسی کے کام آتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کاروبار نہ چلنے کا بہانہ بنا کر چل دیئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر انھوں نے دوسرے رشتے داروں کے سامنے ہاتھ پھیلا ئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر کسی نے کوئی مدد نہ کی۔۔۔۔۔سوائے چند ایک کے ۔۔۔۔۔یہاں تک کہ نایاب کی تکلیف بڑھتی گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کینسر لاسٹ اسٹیج پر پہنچ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ان دونوں نے جو کچھ ان سے ہو سکا کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بلآخر انھو ں نے اپنا گھر بھی بیچ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور خود کرائے کا ایک کمرہ لے کر رہنے لگے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرض چونکہ لاسٹ اسٹیج پر تھا اس لیئے کوئی افاقہ نہ ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔اب ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا مگر اللہ کے گھر انھیں امید ضرور تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔انکا عقیدہ پختہ تھا کہ نایاب کو کچھ بھی نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ سچ ہے کہ غریبوں کا صرف اللہ ہی مالک ہوتا ہے

۔۔۔۔۔۔لہٰذا وہ جب ڈاکٹرز نے جواب دے دیا تو وہ اپنی بیٹی کو ایک اللہ والے بزرگ کے پاس لے گئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اپنی پوری داستان با با جی کو سنائی ۔۔۔۔۔۔۔۔بزرگ نے انھیں دلاسہ دیا اور سمجھایا کہ دعاوں سے تو سب کچھ ممکن ہے بس انسان کا عقیدہ اللہ پر پختہ ہونا چاہیئے۔۔۔۔۔۔۔آپ دعا کریں انشاء اللہ بچی بلکل ٹھیک ہو جائے گی کیونکہ موت نایاب کے بلکل قریب آ چکی تھی جسکی وجہ سے اسکے والدین کچھ تو تھے ہی نیک کچھ اور اللہ کے قریب ہو گئے تھے

۔۔۔۔۔۔۔۔نایاب کی ماں ساری ساری رات سجدوں میں پڑی رہتی اور بزرگ نے نایاب کا باقائدہ علاج شروع کر دیا یہ سچ ہے کسی کی پھونکوں میں بھی بہت تاثیر ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بزرگ پورے یقین سے اللہ کا کلام پڑھ کر نایاب پر پھونکتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور سمجھاتا رہا کہ یہ وہ کلام ہے جسکی صحابہ ایک سورہ فاتحہ پڑھ کر سانپ کے ڈسے ہوئے پر پھونک دیتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو ذہر زائل ہو جاتا۔۔۔۔۔۔۔۔پھر بھلا یہ کینسر کیا چیز ہے ۔۔۔۔۔۔نایاب کے والدین اور اس بزرگ دونوں کا یقین اس قدر پختہ تھا کہ وہ نایاب کو موت کے منہ سے کھینچ لائے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ایک دم کے بعد جب ڈاکٹر کو چیک کرایا گیا تو ڈاکٹر دیکھ کر حیران رہ گیا ایک دن میں دس فیصد بیماری ختم ہو گئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح دس دن تک بزرگ باقائدگی سے کلام اللہ پڑھ کر پھونکتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں تک کہ بیماری بلکل ختم ہو گئی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔نایاب مکمل تحیک ہو گئی تو دا بارہ وہ گھر بھر میں چڑیا کیطرح چہچہا
نے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔نایاب اور اسکے والدین کی زندگی میں دوبارہ سے بہار آ گئی اور یہ
سب خدا پر کامل یقین سے ممکن ہو سکا۔۔۔۔۔۔کہ نایاب کو خدا نے ایک نئی زندگی
بخش دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ختم شد

## !!! مرد حضرات توجہ فرمائیں۔۔۔۔۔

عام طور پر ہمارے معاشرے میں جب بھی شرعی پردے کی بات کی جاتی ہے تو خصو صا مرد حضرات خواتین کو ہی متوجہ کرتے ہیں جس میں ہمارے مولاناوں کی اکثر یت ہے حالانکہ کسی بھی معاشرے میں کوئی بھی شرعی قانون لاگو کرنا ہو تو مرد اور عورت دونوں ہی موضوع بحث ہونے چاہیں یہاں میرا مقصد کسی کی بھی دل آزاری کرنا یا اپنی ذمہ داریاں مردوں کے سر تھوپنا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مرد عورت کے بغیر اور عورت مرد کی شمولیت کے بغیر کسی بھی شرعی ا صول پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے فرض کریں کوا تین لاکھ پردہ کرنے کے جتن کرلیں مگر کہیں نہ کہیں اسے مرد کے آگے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑتے ہیں خاص طور پر آج کل ایسے مردوں کی اکثریت ہوتی جارہی ہے جو کہ بڑی بے شرمی سے اپنے گھر کی خواتین کو باقاعدہ برقع لینے سے روکتے ہیں ایک لڑکی تھی جسے برقع لینے کا بہت شوق تھا وہ شرعی پردہ کرنا چاہتی تھی مگر اس کے والد اسے منع کرتے تھے انکے خیال میں آجکل برقع لینے والی لڑکیوں کو اچھا خیال نہیں کیا جاتا اب وہ لڑکی اپنے والد کو بھی انکار نہیں کرسکتی تھی کیونکہ اسکی زندگی کا سارا دارومدار تو اسکے والد ہی پر ہے لہٰذا اسے برقع اتارنا پڑا اسی طرح میری ایک بہت اچھی

دوست تھی جو خود کو برقع میں آرام دہ اور محفوظ خیال کرتی تھی لیکن شادی کے بعد اسکے شوہر نے اسے برقع لینے سے منع کر دیا ظاہر ہے وہ اپنے شوہر کی بات کو بھی نہیں ٹال سکتی تھی کیونکہ اسکی زندگی کا سارا دارومدار بھی اسکے والد کے بعد اسکے شوہر ہی پر تھا لہٰذا اسے بھی برقع ایک سائیڈ پر رکھ کر اپنے شوہر کے ساتھ چلنا پڑا ایسی بے شمار مثالیں ہمیں معاشرے میں مل جائیں گیں یہ سچ ہے کہ سچ کڑوا ہوتا ہے مگر ہمیں اب اس سچ کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اسلامی معاشرے میں شرعی پردہ لاگو کرنے کے لیئے نہ صرف خواتین کو اپنی ذمہ داریاں نبھانی چاہیں بلکہ مردوں کو بھی اپنی ذمہدار یوں سے غافل نہیں رہنا چاہیئے اور پھر مردوں کو خود بھی ذرہ سوچنا چاہیئے کہ قرآن پاک میں پہلے مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ "اے نبی مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کریں یہ ان کے لیئے پاکیزگی کا طریقہ ہے یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں "اور پھر عورتوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ "اے نبی اپنی بیویوں اور مسلمان عورتوں سے کہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگٹ ڈال لیا کریں اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گیں اور ان کو ستایا نہ جائے گا "اوپر بیان کی جانے والی آئیت پر کیا مرد عمل کرتے ہیں خواتین کو بھی گھروں میں بہت سے کام ہوتے ہیں جن کی غرض سے انھیں گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنا پڑ جاتا ہے مگر ہمارے

معاشرے میں توخدا کی پناہ مرد اکیلی عورت کو ایسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں جیسے کہ وہ دنیا کی عجب مخلوق ہو ایک اور حدیث ہے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسو للہ سے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں ؟آپ صلی ا للہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر پھیر لو "کیا آجکل اور اس معاشرے میں ایسے مرد ہیں ؟ نظریں پھیرنا تو دور کی بات آجکل تو مرد ایک دوسرے کے دوست کی بیویوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ فلاں کی بیوی کب کہاں جاتی ہے اور کب کہاں سے آتی ہے ؟ کسقدر شرمناک بات ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن پر شہوت کی نظر ڈالے گا تو قیامت کے روز اسکی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا " کیا کسی کو خوف ہے بلکہ اگر کوئی عورت مجبوری کے تحت جبکہ شرع میں بھی منع نہیں ہے گھر سے باہر کسی نوکری یا کسی کام کی غرض سے نکل بھی جاتی ہے تو اس معاشرے میں ایسے کالے بھیڑیئے بھی موجود ہیں جو اسے ہراساں کر نے سے باز نہیں آتے حضرت.بریدہ کی روائیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو پہلی نظر تمہیں معاف ہے مگر دوسری نظر کی اجازت نہیں

# اتنا برا سلوک میری سادگی کے ساتھ

ماضی کے جھروکوں میں قدم رکھتی ہوں تو بے اختیار آنسو رخساروں پر پھیلنے لگتے ہیں اپنے وجود کے ہونے پر افسوس ہونے لگتا ہے۔۔۔۔۔۔کاش کہ میں نہ ہوتی ۔۔۔۔۔میں نہ ہوتی تو کیا ہوتا فقط ایک ،پری کی سے اتنی بڑی دنیا کو کیا فرق پڑ جانا تھا نا کلہ۔۔۔۔؟اور میرے ہونے سے کونسا کائنات چل رہی ہے۔۔۔۔۔۔وہ بولتی جا رہی تھی اور میں سنتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔شائد میں نے اس من جلی کو کرید کر غلطی کر دی تھی اس کے زخموں پر نمک چھڑک دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ جو کہ ایک غریب گھرانے کی بیٹی تھی۔۔۔۔۔۔۔وہ آٹھ بہنیں اور ایک بھائی تھا ۔۔۔۔۔۔۔گھر بھر میں واحد سہارا اس کا باپ تھا۔۔۔۔۔۔۔جو کہ اکیلا کماتا تھا ۔۔۔۔اور۔۔۔سارا گھر کھاتا تھا۔۔۔۔۔بھائی آٹھ بہنوں سے چھوٹا تھا ۔۔۔۔۔ان بہن بھائیوں میں سے سب سے بڑی فاطمہ تھی۔۔۔۔۔وہ حساس طبیعت رکھنے کے ساتھ ساتھ سمجھدار اور سلیقہ مند تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی ماں کے ساتھ سارا دن کپڑے سلائی کرتی۔۔۔۔۔۔سارے گھر کا کام کرتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔چھوٹی بہنوں اور بھائی کا خیال رکھتی۔۔۔۔۔۔۔اور پھر پڑھتی بھی۔۔۔۔۔پھر بھی گھر میں اسکی اوقات کچھ بھی نہ تھی۔۔۔۔۔۔کیونکہ وہ ایک لڑکی تھی۔۔۔۔۔۔۔گھر میں پیسے ختم ہو جاتے تو فاطمہ کی شامت آ

تی ۔۔۔۔۔۔۔۔ کسی کو کھانا نہ ملتا تو فاطمہ پٹتی ۔۔۔۔۔۔۔۔ کوئی بیمار ہو جاتا تو فا طمہ پکڑی جاتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاطمہ فاطمہ فاطمہ ۔۔۔۔۔۔۔!!! ہر غلطی میں فاطمہ کا قصور ضرور ہوتا ۔۔۔۔۔۔۔ فاطمہ نے کنگی کر لی ماں کو شک ہونے لگتا ۔۔۔۔۔۔ ذرا سا کاجل لگا لیا تو باپ کی آنکھوں میں خون اتر آتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نئے کپڑوں کی خواہش کرتی تو انکار کے سوا کچھ بھی نہ ملتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سب کو کھانا پورا آ جاتا تو فا طمہ کھا لیتی ۔۔۔۔۔ ورنہ ۔۔۔۔۔ بھوکی رہتی ۔۔۔۔۔۔ فاطمہ دن بھر کے کام کر کے کبھی کبھار شوقیہ طور پر ہاتھ میں کتاب پکڑ لیتی ۔۔۔۔۔۔۔ تو ۔۔۔۔۔ ماں کی چیختی ہوئی آواز آتی ۔۔۔۔۔۔۔ تجھے میں کرواتی ہوں ایم-اے ۔۔۔۔۔۔ تیرے خاندان میں کوئی لڑکی پڑھی ہے جو ۔۔۔۔۔۔۔۔ تو کتابیں لے کر بیٹھ جاتی ہے

۔۔۔۔۔ آٹھ جماعتیں پڑھ لی ہیں اب چین سے گھر بیٹھ جا ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور فاطمہ منہ بسور کر رہ جاتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فاطمہ کی منگنی بچپن میں ہی اسکے کزن کے ساتھ ہو گئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔ وہ اس سے بے حد محبت کرتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ اس کے گھر والوں نے کبھی بھی اس سے ملنے تو دور کی بات ۔۔۔۔۔ فون پر بات تک کرنے کی اجازت نہ دی تھی اسکے ماں باپ اس بات پر عمل کرتے تھے کہ

۔۔۔۔۔۔۔ بیٹیوں کو کس کر رکھنا چاہیئے ۔۔۔۔۔۔۔ ورنہ وہ بگڑ جاتی ہیں

۔۔۔۔۔ اور ایسا لگتا تھا کہ یہ اصول صرف اور صرف فاطمہ کے لیئے تھا

۔۔۔۔۔۔ فاطمہ بڑی آپی تھی ۔۔۔۔۔ اور اب تو وہ خیر سے پچیس سال کی ہو

چکی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے والدین متفکر تھے ۔۔۔۔۔کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ کی شادی
کر دی تو گھر کا آدھا خرچ چلانے والا فرد چلا جائے گا ۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ سلائی کر کے
دن کے پانچ چھے سو روپے تو نکال لیتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ خود کفیل ہونے کے باو
جود گھر میں اپنی کوئی بات نہ منوا سکتی تھی ۔۔۔۔۔۔کیونکہ اسے بچپن سے دبا کر ر
کھا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی تمام خواہشوں کا گلا گھونٹ کر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سارا
دن گدگوں کیطرح کام میں لگی رہتی ۔۔۔۔۔۔۔۔کبھی بہن بھائیوں کی فرمائشیں پو
ری کرتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو کبھی ماں باپ کا حکم سر آنکھوں پر رکھتی

۔۔۔۔۔۔۔۔پورا گھر فاطمہ کے توسط سے چل رہا تھا۔۔۔۔۔اسکے باوجود گھر میں
فاطمہ کی کوئی اہمیت نہ تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔ محض اس لیئے کہ وہ پہلی لڑکی پیدا ہوئی
تھی ۔۔۔۔۔۔۔کیا لڑکی ہونے کا بوجھ اتنا بڑا ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔کہ لڑکی کی ساری
زندگی ذلت اور خواری میں گزر جائے ۔۔۔۔۔؟ کیا دنیا میں اسکا وجود اتنا حقیر ہو
تا ہے کہ نہ تو اس کے پیدا ہونے پر کسی کو خوشی ہوتی ہے اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ ہی
موت پر افسوس ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ بڑی ہوئی تو پیچھے پیچھے اسکی بہنیں بھی جوا
ن ہونے لگیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس کزن کے ساتھ فاطمہ کی منگنی ہوئی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اب پڑھ لکھ کر بڑا افسر بن گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جبکہ فاطمہ شکلا
وصورت کی بھی بس پوری سی ہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جماعتیں بھی صرف آٹھ پڑ
ھی ہوئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر

اس میں سارے گن تھے جو ایک اچھی لڑکی میں ہونے چاہیئں ۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ اپنے گھر والوں کے لیئے بچپن سے قربانیاں دیتی آ رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔مگر اب کی بار تو اسکا سب کچھ قربان ہونے والا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے کزن نے اسے چھوڑ کر اسکی چھوٹی بہن کا رشتہ مانگ لیا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس نے بی-اے کیا ہوا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور وہ بھی فاطمہ کے بل بوطے پر فاطمہ کو جب یہ خبر ملی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو اسکے پاوں کے نیچے سے زمین نکل گئی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب وہ بھلا کس سے کیا کہتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ تو ایک بے زبان جانور کیطرح تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس سے جب چاہا جو مرضی کام لے لیا ۔۔۔۔۔۔۔۔اور پھر رسی سے اس کی جگہ پر باندھ دیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر وہ انسان تھی ۔۔۔۔۔اس میں بھی احساسات تھے ۔۔۔۔۔۔۔مگر یہ جاننے کی کسی نے بھی کوشش نہ کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اس سے پوچھے بغیر اسکے کزن سے اسکی بہن کی شادی کر دی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ نے یہ صدمہ اپنے دل پر لے لیا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب وہ سارا دن اداس رہتی ۔۔۔۔۔۔۔۔اسکا اب اس دنیا میں دل ہی نہ لگتا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔لہذا ایک دن فاطمہ نے ڈھیروں سلیپنگ پلز لے کر اپنی جان دے دی ۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے مرنے پر سب نے رونا دھونا شروع کر دیا ۔۔۔۔۔۔۔۔تو گاوں کی ایک سیانی بوڑھی فاطمہ کی ماں سے کہنے لگی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔زلیخا تو رومت دھیا تو نصیبوں والوں کی مرتی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاطمہ کی ماں زلیخا نے بھی اپنے آنسو پونچھ لیئے ۔۔۔۔۔۔اور سوچا خدا کی کرنی کو کون ٹال سکتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!!

## (ایک مرد کا عورتوں کو پیغام ۔۔۔۔۔۔!!!! حصہ (الف

دیویو! جب میں اسطرف آپ کو مخاطب کرتا ہوں تو آپکو کوئی بات کھٹکتی نہیں آپ اس عزت کو اپنا حق سمجھتی ہیں مگر کیا آپ نے کسی عورت کو مرد کے لیئے دیوتا استعمال کرتے سنا۔۔۔۔؟اسے آپ دیوتا کہیں تو وہ سمجھے گا کہ آپ اسے بنا رہی ہیں آپ کے پاس دان کے لیئے کیا ہے۔۔۔۔؟وہ دیوتا نہیں لیوتا ہے وہ حقوق کے لیئے لڑا کرتا ہے لڑتا ہے اور فتنہ فساد اٹھاتا رہتا ہے اس لیئے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری تر قی یافتہ دیویاں بھگتی اور تیاگ کی زندگی سے اکتا کر لڑائی فساد اور اہنسا کی زندگی کی طرف دوڑ رہی ہیں اور سمجھ رہی ہیں کہ اسی میں سکھ ہے تو میں انھیں مبارک با ت نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔۔

عورت کو مرد کے بھیس میں مردانہ کاموں میں مشغول دیکھ کر مجھے اسی طرح دکھ ہوتا ہے جیسے مرد کو عورت کے روپ میں زنانہ کام کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے یقین ہے کہ ایسے مردوں کو آپ اپنی محبت اور عقیدت کا مستحق نہیں سمجھتیں اور میں آپکو یقین دلاتا ہوں ایسی عورتیں بھی مرد کی عقیدت و محبت کی مستحق نہیں بن سکتیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں انسانی ارتقاء میں عورت کے درجے کو مرد کے درجے سے بہتر سمجھتا ہوں اسی طرح جیسے پریم، تیاگ اور بھگتی کو اہنسااور شر و فساد سے بہتر سمجھتا ہوں اگر ہماری دیویاں پیدائش اور پرورش کے پاک مندر کو چھوڑ کر اہنسااور لڑائی کے خون ریز میدان میں آنا چاہتی ہیں تو اس سے سماج کا بھلا نہ ہوگا میں اس بارے میں مستقل ہوں مرد نے اپنے گھمنڈ میں اپنی شیطانی شہرت کو زیادہ اہمیت دی ہے وہ اپنے بھائی کا حق چھین کر اور اسکا خون بہا کر سمجھنے لگا کہ اس نے بہت بڑی فتح پائی جن بچوں کو دیویوں نے اپنے خون سے پیدا کیا اور پالا انھیں بموں اور مشین گنوں اور ٹینکوں کا شکار بنا کر وہ خود کو فاتح سمجھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دیویو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو کہتے ہیں کہ عورت اور مرد میں مساوی طاقت اور رغبت ہے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس سے زیادہ بھیانک جھوٹ کا میں خیال ہی نہیں کر سکتا یہ وہ جھوٹ ہے جو پشت ہا پشت کے حاصل کیئے ہوئے تجربے کو اسطرح ڈھانک لینا چاہتا ہے جیسے بادل کا ایک ٹکڑا سورج کو ڈھک لیتا ہے میں آپکو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ آپ اس جال میں نہ پھنسیں عورت مرد سے اتنی ہی برتر ہے جتنی روشنی تار

یکی سے انسان کے لیئے چھما دیا تیاگ اور اہنسا زندگی کے اعلی ترین معیار ہیں عورت اس معیار پر پہنچ چکی ہے مرد دھرم اور روحانیت اور رشیوں کا سہارا لے کر اس معیار پر پہنچنے کے لیئے صدیوں سے زور لگا رہا ہے مگر اب تک کامیاب نہیں ہو سکا میں کہتا ہوں کہ اسکی ساری روحانیت ایک طرف اور عورتوں کا ایثار ایک طرف

-------------

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا باز کو چڑیوں کا شکار کرتے دیکھ کر ہنس کو یہ زیب دے گا کہ وہ مانسرور کی پر سکون فضا کو چھوڑ کر چڑیوں کا شکار کرنے لگے اور اگر وہ شکاری بن جائے تو کیا آپ اسے مبارک باد دیں گیں ۔۔۔؟ ہنس کے پاس اتنی تیز چونچ نہیں ہے اتنے تیز چنگل نہیں ہیں اتنی تیز آنکھیں نہیں ہیں اتنے تیز پر نہیں ہیں اور اتنی تیز خون کی پیاس نہیں ہے ان آلات کو اکٹھا کرنے میں صدیاں لگ جائیں گیں پھر بھی وہ باز نہ بن سکے گا یا نہیں اسمیں شک ہے ۔۔۔۔؟ مگر باز بنے یا نہ بنے وہ ہنس نہ رہ جائے گا وہ ہنس جو موتی چگتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔! جاری ہے

## (ایک مرد کا عورتوں کو پیغام------!!! حصہ (ب

میں نہیں کہتا کہ عورتوں کو علم کی ضرورت نہیں ہے اور مردوں سے زیادہ میں نہیں کہتا عورتوں کو طاقت کی ضرورت نہیں ہے اور مردوں سے زیادہ لیکن وہ علم نہیں اور وہ طاقت نہیں جس سے مرد نے دنیا کو میدان جنگ بناڈالا ہے اگر وہی علم اور وہی طاقت آپ بھی لے لیں تو دنیا ریگستان بن جائے گی آپکا علم اور آپ کا اقتدار تشدد اور بربادی میں نہیں پیدائش اور پرورش میں ہے کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ووٹوں میں انسان کی نجات ہوگی یا دفتروں اور عدالتوں میں زبان اور قلم چلانے سے انکا ادھار ہو جائے گا------؟ ان نقلی غیر قدرتی اور تباہ کن حقوق کے لیئے آپ ان حقوق کو چھوڑ دینا چاہتیں ہیں جو آپ کو قدرت نے عطا کیئے ہیں---------؟ کون کہتا ہے کہ تمہارا دائرہ عمل محدود ہے اور اسمیں آپکو جوہر نمائی کا موقع نہیں ملتا ہم سبھی پہلے انسان ہیں بعد میں اور کچھ------------- ہماری زندگی ہمارا گھر ہے وہیں ہماری پیدائش ہوتی ہے وہیں ہماری پرورش ہوتی ہے اور وہیں زندگی کے سارے کاروبار ہوتے ہیں اگر یہ دائرہ محدود ہے تو لامحدود کونسا ہے کیا وہ کشمکش کی جگہ جہاں باقاعدہ

چھینا جھپٹی ہے جس کارخانے میں انسان اور اس کا نصیب بنتا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کارخانوں میں جانا چاہتی ہیں جہاں انسان پیسا جاتا ہے جہاں اسکا خون نکالا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

دنیا میں سب سے بڑے حقوق خدمت اور قربانی سے ملتے ہیں اور وہ آپ کو ملے ہوئے ہیں ہمیں افسوس ہے کہ ہماری بہنیں مغرب کی بات لے رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں عورتوں نے اپنا مرتبہ کھودیا ہے اور مالکہ کے درجے سے گر کر شوق و پسند کی چیز بن گئی ہے مغرب کی عورت آزاد ہونا چاہتی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ عیش کر سکے ہماری ماوں کا یہ معیار کبھی نہیں رہا انھوں نے صرف خدمت کے حقوق سے ہمیشہ گرہستی چلائی ہے مغرب میں جو چیزیں عمدہ ہیں وہ ان سے لیجیئے تمدن میں ہمیشہ لین دین ہوتا آیا ہے لیکن اندھی تقلید تو دماغی کمزوری ہی کی علامت مغرب کی عورت آج گھر کی مالکہ نہیں رہنا چاہتی عیش و عشرت کی زبردست خواہش نے اسے ب لکل آزاد بنادیا ہے اس نے اپنی شرم اور بزرگی کو جو اسکی سب سے بڑی پونجی تھی شوخی اور تفریح پسندی پر قربان کردیا ہے جب میں وہاں کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اپنی شکل یا اپنے بھرے ہوئے گول بازووں کی یا اپنی عریانی کی نمائش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے ان پر رحم آتا ہے انکی خواہشوں نے انھیں اتنا مغلوب کردیا ہے کہ وہ اپنی

لاج کا بچاو بھی نہیں کر سکتیں عورت کی اس سے زیادہ گراوٹ اور کیا ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔؟

اور یہ مردوں کی سازش ہے کہ عورتوں کو اونچی چوٹی سے گھسیٹ کر اپنے.برابر بنا نے کے لیئے ان مردوں کے.برابر جو بزدل ہیں جن میں ازدواجی زندگی کی ذمہ داری سنبھالنے کی قابلیت نہیں ہے جو آزادانہ نفس پرستی کی لہر میں سانڈوں کی طرح دوسروں کے ہرے بھرے کھیتوں میں منہ مار کر اپنی کمینہ خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں مغرب میں ان کی سازش کامیاب ہو گئی اور عورتیں تتلیاں بن گئیں مجھے یہ کہتے شرم آتی ہے کہ ہمارے ہاں بھی کچھ وہی ہوا بہ چلی ہے خصوصا ہماری تعلیم یافتہ بہنوں پر وہ جادو بڑی تیزی سے چڑھ رہا ہے وہ ایک گھریلو عورت کے دھرم کو چھوڑ کر تتلیوں کا رنگ پکڑ رہی ہیں حالانکہ آپ پر مردانہ زندگی کی کشتی کا ناخدا ہونے کے سبب زیادہ ذمہ داری ہے آپ چاہیں تو کشتی کو آندھی اور طوفان میں بھی پار لگا سکتیں ہیں اور آپ نے غفلت کی تو کشتی ڈوب جائے گی اور اسکے ساتھ آپ بھی ڈوبنے سے نہ بچ سکیں گیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجموعہ منشی پریم چند سے لی گئی اقتباسات

## ضد۔۔۔۔۔۔!!!

اس نے کہا تھا شہر جا کر مجھے بھول نہ جانا اسکی آنکھیں ہمیں گاڑی میں بیٹھے ہوئے دور تک تکتی رہی تھیں میں نے محسوس کیا تھا شائد اسکی آنکھوں میں آنسو تھے کیونکہ جب میں نے اسے گاڑی کے شیشے میں سے جھانک کر دیکھا تھا تو اس سیدھی سادی نازک اندام لڑکی نے اپنا چہرہ دوپٹے میں چھپایا ہوا تھا اسکا مطلب یہ ہی ہوا ناں وہ میری مخلص دوست تھی اسکے سارے راز میں جانتی تھی کیا وہ میرے لیئے رو رہی تھی ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ میرے ذہن میں ایک راز ابھرا اور وہ راز تھا صائم ۔۔۔۔۔۔سائقہ صائم سے بے انتہا محبت کرتی تھی دونوں کا عہد شباب کا دور تھا اور ان پر ایک جنون کی سی کیفیت سوار تھی جسے چاہ کر بھی وہ ختم نہ کر سکتے تھے جس دن وہ نہ ملتے تو ایک دوسرے کی تصویروں سے باتیں کرتے رہتے جب کبھی سائقہ تارو ں بھری رات میں چاند کو دیکھتی تو اسمیں اسکو صائم کا چہرہ نظر آتا وہ سوچتی صائم بھی تو اپنے دوستوں کے جھرمٹ میں اس چاند ہی کی مانند تو لگتا ہے سائقہ سارا دن صائم کے خیالوں میں کھوئی کھوئی سی رہتی اور دل ہی دل میں اس سے ملنے کی امید باندھ رکھتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔اب کیا ہوگا جس کے ذریعے ملاقات ہوتی تھی وہ تو اب شہر جا چکی تھی جی ہاں ۔۔۔۔۔وہ میرے

لیئے نہیں بلکہ اپنے محبوب کے لیئے رو رہی تھی اب صائم سے اسکی ملاقات کون کرا
ئے گا اب وہ اس سے ملنے کا کیا بہانہ بنائے گی مگر میں نے اسے دوبارہ جلد آنے کی
تسلی دے دی تھی مجھے لگا تھا کہ میں جلد اسے دوبارہ ملوں گی اور انھیں ہمیشہ کے لیئے
ایک کرکے ہی چھوڑوں گی بھلے اسکا انجام کچھ بھی ہو پھر میں نے سوچا یہ میری لگتی ہی
کیا ہے۔۔۔۔؟ میری دوست ہی تو ہے بھلا میں اسکے لیئے سماج سے ٹکر کیوں لوں
۔۔۔۔۔۔؟ زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا وہ دونوں نہ مل پائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔بہت
سے لوگوں کو اس قسم کی محبت ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔اور پھر ختم بھی ہو جاتی ہے
۔۔۔۔۔۔۔کیا سائقہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔؟ جی نہیں سائقہ صا
ئم کو صرف چاہتی ہی نہ تھی بلکہ اس سے وہ عشق کرتی تھی اور اسے اپنا محبوب مان
بیٹھی تھی اور ایسا محبوب جسکے لیئے وہ کچھ بھی کر گزرنے کے لیئے تیار تھی وہ ہر قیمت
میں اسے پانا چاہتی تھی مگر ظالم سماج کی دیوار اسکے سامنے تھی جسے پھلانگنا اس کے
بس کی بات نہ تھی صائم ملک تھا اور سائقہ کی ذات شیخ تھی مگر عشق تو ذات پات سے
ماوری ہوتا ہے عشق میں تو لوگ اپنا مذہب بدل لیتے ہیں یہ ذات تو معمولی چیز ہے
وہ اکثر سوچتی مگر بدقسمتی سے اسکا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا ایک ایسی برادری
سے تھا جو اپنے مذہب سے زیادہ ذات پر یقین رکھتے تھے اور خاص طور پر اپنی بیٹیوں
کو تو غیر ذات میں کبھی بھی نہ بیاہتے تھے وہ باتوں باتوں میں اپنے

ماں باپ اور خاندان والوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کرتی مگر ان کے دل میں بیٹی کی محبت کم اور دنیاں والوں کا خوف زیادہ تھا میرے شہر چھوڑ دینے کے بعد اس نے صائم سے ملنے کی کوشش کی تو اسکے گھر والوں کو اس بات کی خبر ہو گئی انھیں اسکے غیر لڑکے سے ملنے پر تو کوئی اعتراض نہ تھا اعتراض تھا تو صرف اور صرف یہ کہ اس نے غیر ذات کے لڑکے سے محبت کیوں کی کیا خاندان میں ہماری ناک کٹائے گی ۔۔۔۔؟ سائقہ کے والد تک بات پہنچی تو اس نے مار مار کر اسے لہو لہان کر دیا مگر وہ اپنا فیصلہ بدلنے کے لیئے تیار نہ تھی جس طرح اکثر گھروں میں ہوتا آیا ہے تعلیم ختم کروا دی گئی ۔۔۔۔۔۔ گھر میں قید کر دیا گیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سخت پابندی میں رکھا جا نے لگا ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور آخری انتہائی قدم جو ماں باپ اٹھاتے ہیں آخر وہ بھی اٹھا لیا گیا اسکی شادی اپنی ذات کے ایک دوسرے لڑکے سے کرنے کا فیصلہ کر ڈالا حالانکہ غیر ذات کا لڑکا صائم ذات کے لڑکے سے لاکھ درجے بہتر تھا اسمیں کوئی خامی نہ تھی سو ائے اس کے کہ اس نے سائقہ کو پسند کیا تھا سائقہ پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جانے لگے مگر وہ باز نہ آئی اسکا فیصلہ اٹل تھا کہ جب مذہب مجھے اجازت دیتا ہے میرا رب مجھے منع نہیں کرتا تو پھر کسی کی بھی میرے سامنے کوئی اہمیت نہیں ہے میں اللہ کا حکم اور ماں باپ کا کہنا مانتی ہوں میرا حاکم صرف اور صرف میرا رب ہے اسکے علاوہ مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے صائم کی

محبت نے اسے اتنا خود سر کر دیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کی محبتوں اور شفقت کو بھی بھول چکی تھی اسکے باپ نے جواب دیا تو پھر تمھارا رب یہ ہی حکم دیتا ہے کہ اپنے والدین کا کہنا مانو اور اپنی من مانی نہ کو سائقہ چلائی کیا کیا رب والدین کو حکم نہیں دیتا کہ جب انکی شادی کرنے لگو تو انکی رضامندی کو مد نظر رکھا کرو اور یاد رکھیں اگر آپ نے مجھ پر انتہا سے زیادہ سختی کی یا میری شادی کسی ایسے لڑکے سے کرنے کی کوشش کی جسے میں پسند نہیں کرتی تو میں خود کشی کرلوں گی اور وہ خود کشی نہ ہو گی تم لوگوں کے ہاتھوں میرا قتل ہو گا گھر والوں نے اسکی دھمکی کی ذرہ.برابر پرواہ نہ کی اور اسکی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں جوں جوں شادی کے دن نزدیک آتے گئے سائقہ بہت پریشان رہنے لگی سب گھر والوں کی اسپر کڑی نظر تھی ہر جانب پہرے لگے ہوئے تھے کہ کہیں سائقہ گھر سے ہی نہ بھاگ جائے اب وہ مجبور ہو گئی کہ جائے تو کہاں جائے اور کیسے صائم کو اپنی شادی کی خبر دے دوسری طرف صائم بھی بے چین تھا کہ سائقہ اسے اتنے دنوں سے ملنے نہیں آئی اسکے گھر والوں نے اسکے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کیا ہو گا وہ انکے گھر والوں کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا ایسے میں ایک دوست کے ذریعے اسے سائقہ کی شادی کی بات پتا چل گئی وہ غم و غصہ سے بے حال تھا اس نے سوچا سائقہ اگر میرا نہیں ہو سکتی تو کسی کی بھی نہیں ہو سکتی سائقہ کی شادی کی رات وہ ا

سلحہ لے کر سا ئقہ کے گھر گھس گیا رات کا وقت تھا سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے وہ. برقع پہن کر سا ئقہ کی دوست بن کر سا ئقہ کے کمرے میں پہنچ گیا سا ئقہ کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی اس نے پردہ ہٹا کر سا ئقہ سے پوچھا تم میرے ساتھ جانا چاہتی ہو۔۔۔۔۔۔؟ اس نے ہاں میں جواب دیا اسی دوران ایک گولی سا ئقہ کے سر میں لگی اور پھر بہت سی گولیوں کی آوازیں آئیں سا ئقہ کے گھر والے اس کے کمرے تک پہنچے تو صائم اور سا ئقہ دونوں کو مردہ حالت میں پایا صائم کے گھر والوں کو خبر ملی تو انھوں نے سا ئقہ کے والد کے خلاف ایف آئی آر کٹوا دی پولیس نے تفتیش کے بعد مالہ عدالت میں بھیج دیا عدالت نے گوہوں اور شہادتوں کی بنیاد پر سا ئقہ کے والد کو بھی پھانسی کی سزا سنا دی اور اسطرح ایک محبت تین جانیں لے گئی اور آج مائرہ کی آنکھوں میں ان تینوں مرنے والوں کے لیئے آنسو تھے

## !!!ایک چھوٹی سی غلطی۔۔۔۔

وہ سرخ پھول ہاتھ میں تھامے ہوئے تھی اور لاپرواہی سے اپنے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی آج سب لوگ اسے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ غائب ہو کر گھر پہنچ جائے وہ پاکستان کے ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی لڑکی تھی بہت ہی معصوم اور شرمیلی سی اپنی دنیاں میں مگن رہنے والی اسے یاد ہی نہ تھا کہ اس دن کیا دن تھا پھولوں کی شاپ پر ڈھیروں سرخ پھول دیکھ کر اس نے بھی پھول خرید لیئے تھے مگر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخران پھولوں میں ایسی کیا بات تھی جو لوگ اسے کچھ زیادہ ہی گھور رہے تھے اللہ اللہ کرکے وہ گھر پہنچی اور سارا واقع اپنی آپی کو سنایا آپی نے پہلے تو قہقہ لگایا اور پھر اسے سمجھانے لگی تم کب بڑی ہو گی عنایا تم اب تک کتنی معصوم ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس دنیاں میں تمہارا کیسے گزارہ ہو پائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بتاو ناں آپی لوگ آج مجھے کیوں گھور رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔پاگل تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آج ویلنٹائن ڈے تھا اور تم ہو کہ سر عام پھول پکڑے آ رہی ہو پتا نہیں اس محلے کے لوگ کیا سمجھے ہو نگے تمہیں یوں پھول پکڑے آتے ہوئے دیکھ کر جب عنایا کو پتہ چلا تو وہ تو جیسے سکتے میں ہی آ گئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اف آپی۔۔۔۔۔۔یہ

کیا کیا میں نے ؟ میں نے تو اپنے ارد گرد دیکھا ہی نہیں پتا نہیں کس کس نے دیکھا ہو گا اور کون کیا سمجھا ہو گا عنایا ایک گورنمنٹ کالج سے انٹر کر رہی تھی اور کالج میں کم ہی جا تی تھی اس دن دراصل اسے اپنا جنرل سیٹیسفائیڈ کروانا تھا اور کالج جانا ضروری تھا اس لیئے اسے یاد ہی نہ رہا ورنہ سے تو وہ شریف گھرانے کی لڑکی تھی کبھی بھی اس بے ہودہ دن کالج نہ جاتی مگر اب تو پانی سر سے گزر چکا تھا آپی اب کیا ہو گا اب آپی بھی متفکر ہو گئی تھی وہ گہری سوچ سے باہر آنے کے بعد گویا ہوئی تمہیں کسی جاننے وا لے نے تو نہیں دیکھا پتہ نہیں آپی میں نے تو دیکھا ہی نہیں اس نے معصوم سا چہرہ بنا کر کہا چلو خیر دیکھا جائے گا اب تم ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھالو پھر سوچتے ہیں اس بارے میں اسکی آپی نے اسے قدرے دلاسا دیا کچھ ہی دیر بعد عنایا کی خالہ عنایا کے گھر آ گئی عنایا نے اسے سلام کیا تو آگے سے کوئی جواب نہ آیا عنایا سمجھ گئی تھی کہ آج پھر خا لہ لڑائی کے موڈ میں ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی کسی بہانے تو کبھی کسی بہانے عنایا کی خا لہ لڑتی ہی رہتی تھی مگر۔۔۔۔۔۔۔۔آج تو اس نے حد ہی کر دی تھی آتے ہی وہ عنایا کی امی پر برس پڑیں تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ہی تعلیم دینے بھیجتی ہو اپنی بیٹیوں کو کا لج ؟ کہ رنگ رلیاں مناتی پھریں اسکی امی نے تشویشناک انداز میں عنایا اور اسکی آپی کی جانب دیکھا تو ان دونوں نے لاعلمی کا اظہار کر دیا پھر عنایا

کی امی خود ہی بول پڑیں ۔۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا باجی آخر ایسا کیا کر دیا میرُ بیٹیوں نے ؟
۔۔۔۔۔۔۔۔جو کہ آپ اسطرح سے چلا چلا کر پورے محلے کو سنانا چاہ رہی ہیں
۔۔۔۔۔۔۔ابھی پانی سر سے نہیں گزرا ابھی بھی وقت ہے رقیہ اگر اسی طرح لاپروا ہی کرتی رہی تو ہاتھ سے نکل جائیں گیں پھر پچھتاو گی بیٹھ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بڑی بہن ہونے کے ناطے سمجھا رہی ہوں گھر بٹھا لو اپنی بیٹیوں کو ورنہ چاند چڑھا کر ہی دم لیں گیں تمہاری لڑکیاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس کریں باجی خدا کا نام لیں ۔۔۔۔۔۔۔کیا ہو گیا ہے آپکو محلے والوں کا ہی خیال کر لو بات کیا ہوئی ہے مجھے بتاو تو
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا بتاوں بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ تیری لڑکی نہ جانے کس کے ساتھ محبت کا دن منا کر آئی ہے یہ ہی لچھن رہے تو گھر سے بھاگنے میں دیر نہ لگے گی عنایا جیسے شرم سے زمین میں گڑی جا رہی تھی ۔۔۔۔۔۔۔یہ کیا کہہ رہی ہیں خالہ ؟ کیا ہم ایسی لڑکیاں ہیں ؟ آپ تو جانتی ہی ہیں ہمیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آخر انہیں کس نے بتایا تھا اتنا بڑا الزام اس معصوم پر لگانے سے پہلے اسکی خالہ نے ذرا بھی نہ سوچا خود ہی اندازہ لگایا بات بنائی اور کہنے آ گئی مگر اب تو بات گھر سے نکل چکی تھی اور لڑکیوں کی عزت تو نازک آبگینے کیطرح ہوتی ہے ذرا سی ٹھیس لگنے پر کانچ کیطرح چکنا چور ہو جاتی ہے کچھ ایسا ہی عنایا کے ساتھ بھی ہونے جا رہا تھا اسکی عزت و آبرو کو اسکی اپنی خالہ جس گھر میں اسکو

بہو بن کر جانا تھا تار تار کرنے پر تلی ہوئی تھی امی ایسا کچھ بھی نہیں ہے عنایا نے کچھ بھی نہیں کیا خالہ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے آپی نے عنایا کی صفائی دینا چاہی مگر خالہ تھیں کہ مستقل وہی الفاظ بار بار دہرائے جارہی تھیں اب عنایا کی امی کو بھی غصہ آنے لگا تھا اکی خالہ کو عنایا ویسے بھی پسند نہ تھی وہ اپنے بیٹے عالیان کے لیئے اپنے بھائی کی بیٹی لینا چاہتی تھی جبکہ عالیان عنایا سے محبت کرتا تھا وہ کسی صورت بھی عنایا کو چھوڑ کر کسی دوسری لڑکی سے شادی کے لیئے رضامند نہیں ہو رہا تھا عنایا جلدی سے بی اے کر لو پھر ہم دونوں بہت جلد ایک ہو جائیں گے وہ ایک دوسرے کو دیوانہ وار چاہتے تھے عنایا بھی اسی خیال سے بی اے کرنے کی دھن میں لگی ہوئی تھی کہ یہ واقعہ پیش آ گیا بات آنی جانی ہو گئی عنایا کے کزن عالیان کو بھی بات پتا چل گئی تھی اور اس نے عنایا سے کوئی وضاحت نہ مانگی تھی ۔۔۔۔۔۔بس اتنا کہا تھا کہ آئندہ محطاط رہنا۔۔۔۔۔۔۔ تم پتا نہیں کب بڑی ہو گی ۔۔۔۔۔۔۔ مگر اگلے ہی دن عنایا جب کالج جارہی تھی تو کچھ لڑکوں نے اس پر آوازیں کسنا شروع کر دیں کئی نے پھول پیش کیئے اور کسی نے ساتھ چلنے کی لفٹ ہی دے ڈالی بد قسمتی سے یہ سارے واقعات عنایا کے کزن نے دیکھ لیئے تھے اب عنایا واپس گھر کی جانب جانے لگی تو راستے میں اسے عالیان مل گیا عالیان نے جبکہ سب کچھ لائیو دیکھ لیا تھا اس لیئے کہنے لگا عنایا

میں تمہیں ایسی لڑکی نہ سمجھتا تھا اب تو تم تقریبا بدنام ہو چکی ہو میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا آج سے تم میری محبت سے آزاد ہو وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور عنایا تو سوچ رہی تھی کہ عالیان کہے گا کہ عنایا تم گھر چلو میں سب کو ایک ایک کرکے دیکھ لوں گا مگر سب کچھ اسکی سوچ سے الٹ ہوا اور ایک چھوٹی سی غلطی نے دو محبت کرنے والوں کو محبت کے دن علیحدہ کر دیا۔

# آخر کیوں ــــــــ؟؟؟

حمیرہ جب پیدا ہوئی تھی تب بھی اس کے باپ نے خوشی اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نا چھوڑا تھا خاندان اور محلے والوں کے لاکھ اعتراضات ہونے کے باوجود اس نے اپنی تیسری بیٹی ہونے پر بھی مٹھائی تقسیم کی تھی پھر چوتھی پانچویں چھٹی اور پھر ساتویں اسکے باپ نے ساتوں بیٹیوں کی پیدائش پر خوشیاں منائیں تھیں اور مناتا بھی کیوں نا بیٹی رحمت جو ہوتی ہے مولوی ہونے کی وجہ سے مذہب سے خوب آشنائی تھی باتیں کرتا تو منہ سے پھول سے جھڑتے تھے وہ اکثر سمجھاتا تھا بیٹی خدا کی رحمت ہوتی ہے زحمت تو سماج کی ظالم رسموں نے بنا دیا ہے اب اسکی سات بیٹیاں تھیں مگر اسکی پیشانی پر ایک شکن بھی نہ پڑی تھی ساتوں بیٹیاں اسے جان سے زیادہ عزیز تھیں ان کے لیئے مولوی ہونے کے ساتھ ساتھ اسنے درزی کا کام بھی شروع کر دیا تھا بیٹیوں کی اچھی طرح تربیت کی پڑھایا لکھایا جو خود کھاتے دونوں میاں بیوی انھیں بھی کھلاتے اوڑھنے پہننے کو بھی مناسب مل جاتا تھا یونہی دن گزرتے گئے لہٰذا بیٹیاں جوان اور مولوی بوڑھا ہوتا گیا جب بیٹیاں جوان ہوئیں انکی شادیوں کی باریاں آئیں تو لڑکے والوں کے بھرم اور جہیز کی لسٹ دیکھ کر بہت پریشان اور متفکر

ہوا کہ اب کیا ہوگا ساری زندگی کی کمائی میں تو دو بیٹیوں کی شادی ہوئی ہے آنکھوں سے دکھائی بھی کم دینے لگا تھا اب وہ درزی کا کام بھی نہ کر سکتا تھا گھر بھر کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا بھی اسی کی ذمہ داری تھی بمشکل گھر کا کھانا پینا پورا ہوتا بھلا جہیز کہاں سے اکٹھا کرتے حمیرہ جو تیسرے نمبر پر تھی کچھ سمجھدار ہوئی تو ایک خواتین کے ادارے میں کام شروع کر دیا سلائی کڑھائی اچھی کر لیتی تھی کورسسز بھی کئے ہوئے تھے تعلیم بھی تھی بی اے تک لہٰذا مناسب تنخواہ میں جاب مل گئی اب حمیرہ کو جاب کرتے ہوئے وہاں پر پندرہ سال ہو گئے تھے میرے پوچھنے پر اس نے یہ سب کچھ بتایا تھا مزید اس نے بتایا کہ ہم اپنے ماں باپ پر قطعاً بوجھ نہ ہوتیں اگر لڑکی کی شادی پر اس کے والدین سے جہیز نہ لیا جاتا میرے باپ کے سات بیٹیوں کی جگہ بیٹے ہوتے تو اچھا تھا آج ہمیں جہیز کے بغیر کائی بھی قبولنے کو تیار نہیں ہے آئے روز سیمینارز ہوتے ہیں خواتین کے حقوق کی رٹ لگائی جاتی ہے مگر سمجھ نہیں آتی وہ خواتین کونسے حقوق مانگتی ہیں ایسے حقوق کی جگہ اگر اپنے مسائل کو اجاگر کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ معاشرے سے اس ظالم رسم کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے کیا ہم جہیز لینے جیسی رسم کے خلاف اتنا لڑے ہیں جتنا کہ ہمیں لڑنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔؟ اب تم ہی بتاو بھلا میں کیا کرتی میرے پاس اس کے علاوہ دوسرا کونسا آپشن تھا آخر مجھے گھر سے نکلنا پڑا

اگر میں یہ جاب نہ کروں گی تو ضرور بہ ضرور میری چھوٹی بہنیں کنواری رہ جائیں گیں انگلی اٹھانے والے ہمارے کردار پر ضرور انگلی اٹھاتے ہیں مگر ہمارے مسائل پر کسی کی نظر نہیں ہے ہمارے سماج میں عورت کی ہتک اور تذلیل میں تو کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی جس معاشرے میں بس اسٹاپ پر اکیلی عورت کھڑی نہیں ہو سکتی وہاں وہ پورے سماج کے ساتھ ٹکرا لے چکی تھی اب وہ کمانے والی لڑکی تھی اور ہمارے معاشرے میں کمانے والی لڑکی کو بھی تو اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔۔۔۔۔۔اس وجہ سے وہ خاندان سے تو کٹ ہی چکے تھے بلکہ پورے محلے میں بھی مشہور ہو چکے تھے کہ مولوی کی بیٹیاں جاب کرتی ہیں لہذا اب انکا نام بھی آوارہ بد چلن اور نہ جانے کیسی لڑکیوں میں آ چکا تھا آخر میں اس نے مجھ سے اتنا سا کہا تھا کہ اپنے ملنے والوں سے کہنا بھلے بیٹیوں کو خرید لیا کریں مگر جہیز مت لیا کریں مجھے شدت سے انکی بے بسی کا احساس ہوا جب اسکے قریب بیٹھی ہوئی اسکی بیمار ماں نے کہا کہ بیٹا میں دعا کرتی ہوں دن رات کہ خدا اس دور میں غریب کو بیٹی نہ دے بیٹیوں والے غریب ماں باپ کتنے مجبور و بے کس ہوتے ہیں اسکا اندازہ تم نہیں لگا سکتی بیٹی ہم تو ان لوگوں میں سے تھے جنکا آنچل تک کسی غیر مرد نے نہ دیکھا تھا اور آج یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں کہ بیٹیوں کو جاب کرنا پڑ رہی ہے اسی اثناء میں حمیرہ کے والد اسے لینے آ گئے وہ ضعیف العمر سفید داڑھی والے بزرگ تھے جس کے چہرے پر تھکن

اور زندگی بھر مشقت کے آثار نمایاں دیکھے جا سکتے تھے دیکھتے ہی دیکھتے حمیرہ اور اسکے بز
رگ والدین بس پر لٹک گئے اور میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے میں نے سوچا ایسے
کتنے ہی لوگ اس رسم کی سزا کاٹ رہے ہیں آخر کیوں ہم اس رسم کو ختم نہیں کر دیتے
آخر کیوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

# اسلام میں خواتین کا کردار قبل از ہجرت

قبل از اسلام عرب میں بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ ان حالات میں بھی عرب خواتین نے اس قسم کے کفر و الحاد کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا آغاز اسلام میں خواتین کے کردار کے بارے میں چند حقائق کا حوالہ درج ہے حضرت خدیجہ ایک دولت مند خاتون تھیں اپنے شوہر کے زیر اثر بھی اور فطرطا بھی وہ حتی کہ قبل از اسلام غرباء کی امداد کے لیئے اپنی دولت خرچ کیا کرتی تھیں اسطرح انھوں نے جو عزت و شہرت حاصل کی وہ دین اسلام کے لیئے سود مند تھی جسے انھوں نے دل و جان سے قائم رکھا اسمیں شک نہیں کہ وہ پہلی شخصیت تھیں جس نے اپنے شوہر کے اس دعویٰ کی سچائی کا اقرار کیا کہ انھوں نے ایک فرشتہ دیکھا ہے اور یہ کہ انھیں رب کائینات جل شانہ کی طرف سے لوگوں کا رہبر و رہنما مقرر کیا گیا ہے یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہی تھیں جو پہلی وحی کے نزول کے بعد ختم المرسلین کو تشفی و تسکین دیا کرتیں تھیں ان کے عیسائی چچازاد ورقہ بن نوفل کا دین اسلام کی جانب رجحان و میلان بھی انھی کی کوششوں کا نتیجہ تھا سیرت نگار (سہیلی) رپورٹ کرتے ہیں کہ مکی عیسائی عداس بھی حضرت خدیجۃ ا

لکبریٰ کی ترغیب و تحریک سے مشرف بہ اسلام ہوئے آپؓ اپنے گھر کے مرد و خواتین غلاموں کو بھی تبلیغ اسلام فرماتیں تھیں جب شہر مکہ نے معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کیا تو یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ہی قریبی رشتہ دار تھے جو اپنی زندگیوں کو سخت خطرے میں ڈال کر محصورین کو وقتاً فوقتاً اشیائے ضرورت پہنچاتے تھے اسطرح آپؓ نہ صرف اپنے شوہر محترم کی مہربان شریک حیات تھیں بلکہ انھوں نے دین اسلام کے لیئے بہت اہم خدمات سرانجام دیں ان کے بغیر پیغمبر اسلام ﷺ دوسرے پیغمبرو ں کیطرح شائد اسقدر عظیم کامیابی کے بغیر ہی دنیا کو خیر باد کہ جاتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ابن الکلبی کے مطابق حضرت لبانہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد مکہ مکرمہ میں پہلی خاتون تھیں جنھوں نے اسلام قبول کیا آپؓ ام ا لفضل کے نام سے زیادہ مشہور ہیں آپؓ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی زوجہ محترمہ تھیں سرورکائنات کے قریبی دوست اور محافظ ہونے کے باوجود حضرت عباسؓ بہت عرصہ بعد مشرف بہ اسلام ہوئے وہ آنحضور ﷺ پر شائد اپنی زو جہ حضرت ام الفضلؓ کی وجہ سے مہربان تھے کیونکہ وہ اپنی زوجہ سے بہت محبت کر تے تھے اس امر کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے کہ انھوں نے حتیٰ کہ اپنے کمسن بیٹے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو بھی اپنے ہمراہ مشرف بہ اسلام کیا وہ بڑے بااثر خاندان سے تعلق رکھتیں تھیں اور بعدازاں نبی آخرالزمان

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انکی بہن حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابن حبیب ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ مکرمہ میں کافی خواتین کو مشرف بہ اسلام کیا یہ بدوی النسل تھیں اور مکہ مکرمہ میں مقیم تھیں انکی انتھک کوششوں کو دیکھ کر مکہ والوں نے خطرہ محسوس کیا مگر وہ ایک خاتون سے بدسلوکی نہیں کر سکتے تھے اس لیئے انھوں نے ان کو دور بھیج دیا انھیں ایک قافلے کے ہمراہ کر دیا گیا جو ان کے قبیلے کیجانب جا رہا تھا قافلہ والوں نے انکے ساتھ انتہائی سخت اور تکلیف دہ سلوک کیا انھوں نے حضرت غزیہؓ کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر باندھ دیا اور کھانے کو کچھ نہ دیا انھوں نے انکو ایک مقام پر پہنچ کر بندھی ہوئی حالت میں دھوپ میں زمین پر پھینک دیا وہ اپنی کہانی خود بیان کرتی ہوئیں کہتیں ہیں کہ تین دن اور تین راتوں کے بعد تھکاوٹ اور فاقوں کی وجہ سے میں نیم مردہ اور بے ہوش ہو گئی انہیں مجھ پر کوئی رحم وترس نہ آیا پھر رات ہوئی اور ہم ایک مقام پر تھے اچانک میں نے اپنے چہرے پر کچھ محسوس کیا میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو مجھے پانی ملا میں نے سیر ہو کر پیا اور حتیٰ کہ اس میں سے کچھ اپنے چہرے اور اپنے جسم پر بھی پھینکا صبح کو جب قافلے والوں نے یہ دیکھا کہ میں صحت مند ہوں تو وہ پریشان ہوئے میں ابھی تک رسے کے ساتھ بندھی ہوئی تھی اور قافلے کے پانی سے بھرے ہو

ئے چمڑے کے اچھی طرح بند تھیلوں سے کافی دور تھی انہوں نے مجھ سے پوچھا اور میں نے انھیں سچ سچ بتا دیا اسمیں کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ میری کہانی پر شک کرتے وہ فورا اپنے کئے پر پچھتائے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے وہ سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اسقدر شدید محبت کرتیں تھیں کہ بعد ازاں وہ مدینہ منورہ گئیں اور آپ کو پیشکش کہ کہ آپ ﷺ اسے غلام زوجہ کے طور پر قبول کرکے اعزاز بخشیں پیغمبر اسلام ﷺ نے اسکا شکریہ ادا کیا مگر اسکی تجویز کو منظور نہ کیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ابن الا ثیر نے روائیت کی ہے حضرت ام شریکؓ خفیہ طور پر مکی خواتین کی بہت بڑی تعداد میں اسلام کی اشاعت میں کامیاب رہیں آپؓ یمنی قبیلہ دوس سے تعلق رکھتیں تھیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروقؓ کی بہن تھیں آپؓ انجام کار حضرت عمر فاروق کو مشرف با اسلام کرنے میں کامیاب ہوئیں وہ قبل از اسلام کی مکہ کی ان نایاب خواتین میں سے دکھائی دیتیں ہیں جو پڑھنا جانتیں تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر فاروقؓ کے رشتہ داروں میں سے تھیں ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کی صیح تاریخ معلوم نہیں بعد ازاں معلم کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انھیں اپنی زوجہ حضرت حفصہ کو لکھائی کا فن سکھانے کے لیئے مقرر فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے بھی

دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لیا ابن حجر روائیت کرتے ہیں کہ حضرت سعدیٰ بنت کریزؓ نے حضرت عثمانؓ کو مشرف بہ اسلام کیا وہ شاید انکی آنٹی تھیں سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مبارکہ میں حضرت عثمان کی دولت دین اسلام کے لیئے بہت فائدہ مند سود مند ثابت ہوئی جب مکی خواتین نے اپنے شوہروں کے ہمراہ مادر وطن کو چھوڑا تا کہ غیر ملک میں پناہ حاصل کر سکیں حبشہ میں ان کے شوہروں نے عیسائیت قبول کر لی لیکن حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت سودہؓ نے اپنے شوہروں کے دباؤ اور لالچ کے باوجود مزاحمت کی بعد میں جلد ہی حضرت سودہ مکہ مکرمہ واپس آ گئیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے رویہ سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے انھیں اپنی زوجیت میں لینے کا اعزاز بخشا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد حضرت ام حبیبہؓ حبشہ سے واپس آئیں لیکن مکہ میں اپنے والد ابو سفیان کے گھر جانے کے بجائے آپؓ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں اور آنحضور ﷺ کی زوجہ ہونے کا اعزاز پایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ ابو جہل کے تشدد اور ایذار سانی کا شکار ہونے والوں میں حضرت عمار ابن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ بھی تھیں ایک دن تند و تلخ الفاظ کے تبادلے کے بعد ابو جہل نے انھیں اپنے نیزے کے ساتھ شہید کر دیا انہیں اسلام میں پہلی شہید خاتون بیان کیا جاتا ہے
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت زنیرہؓ اور حضرت لبینہؓ دونوں عمر کے خاندان میں

غلام خواتین تھیں وہ خود حلقہ بگوش اسلام ہونے سے پہلے انھیں مسلسل مارا پیٹا کرتا تھا ایک دن جب اس نے معمول کے مطابق انہیں پیٹا تو وہ رک گیا اور صرف یہ کہا یہ مت سمجھو کہ میں تم پر رحم کھا رہا ہوں ایسا ہرگز نہیں میں تمہیں پیٹتے پیٹتے تھک گیا ہو ں اور آرام کے بعد میں تمہیں دوبارہ سزا دوں گا کیونکہ تم نے اس نئے دین کو ترک کرنے سے انکار کر دیا ہے ان تمام مصائب و تکالیف کے باوجود اپنے عقائد میں مضبوط و مستحکم رہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان تہتر مدنیوں میں جنہوں نے ہجرت پر عقبہ کے معاہدہ میں حصہ لیا دو خواتین تھیں ایک قبلہ مازن کی نسیبہ ام عمارہؓ اور دوسر ی قبیلہ سلم کی حضرت اسماء ام منیعؓ حضرت ام ورقہ بنت عبد اللہ ابن الحارثؓ کے قبو ل اسلام کی صیحح تاریخ معلوم نہیں تاہم پہلے ہی سن دو ہجری میں وہ جنگ بدر میں بطور نرس حصہ لینا چاہتیں تھیں وہ اسقدر اعلیٰ وارفع ذہانت و فطانت کی حامل تھیں کہ وہ قرآن الحکیم کی حافظہ ہوئیں ! پیغمبر اسلام ﷺ انکی اسقدر زیادہ عزت کر تے تھے کہ آپ ﷺ نے انہیں غیر معمولی طور پر اپنے علاقے کی مسجد کا امام مقرر فر مایا جہاں وہ حتیٰ کہ مردوں کی بھی امامت فرماتی تھیں آپؐ اپنے چند دوسرے سا تھیوں کے ہمراہ ان سے ملنے جایا کرتے تھے اور آپ نے انھیں بطور شہید مرنے کی پیش گوئی کی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈا کٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق

## وہ ایک جملہ (حصہ الف)

میری زندگی کے دو ہی شوق تھے ڈائری خریدنا ڈائری لکھنا شائد اس لیئے کہ میری ڈائری پر صرف میرا راج تھا میں جو چاہتی تھی لکھتی تھی اس جنون کی حد یہ تھی کہ جو پاکٹ منی مجھے یونیورسٹی میں لنچ کے لیئے ملتی تھی میں اسکی بھی ڈائری خرید لیتی اور پھر یوں لفظوں کا کھیل شروع ہو جاتا یہ وہ خوشی تھی جسکو محسوس کرکے میں اپنی زندگی کی تمام تر ذلتوں خواریوں اور تلخیوں کو بھول جاتی تھی دن کی تمام مصروفیات کے بعد جب رات کی تاریکی مجھے اپنے اندر سمیٹ لیتی تو میں اکثر اپنی ڈائری سے باتیں کرتی رہتی میری ڈائری میری ایک مخلص دوست تھی میں اپنے تمام ملنے والوں کا حال اپنی ڈائری کو سناتی اور وہ خاموشی سے میری باتیں سنتی رہتی میرے دوست واحباب ورشتہ دار سب کو مجھ سے شکوہ تھا کہ میں بہت مغرور ہوں مجھے اس بات پر بہت حیرت تھی کہ لوگ مجھ کو مغرور کہتے ہیں حالانکہ میری نظر میں اسکول سے لے کر یونیورسٹی تک تمام طالبات مجھ سے زیادہ لائق وفائق سمجھی جاتیں تھیں میں بھی یہ ہی سمجھتی ہر اسٹوڈنٹ میں کوئی نہ کوئی خصوصیت تھی جس میں کچھ بھی نہیں تھا وہ میں تھی میں نہیں جانتی تھی کہ

میں پڑھائی میں کیسی ہوں اور نہ ہی میں نے یہ جاننے کی کوشش کی تھی بس میرا حصو
ل علم کا واحد مقصد حقیقی خوشی حاصل کرنا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ میں امتحانات میں پو
زیشن لینے کی بجائے صرف پاس ہونے کو ترجیح دیتی تھی اور بمشکل پاس ہو پاتی بچپن
میں کہانیوں اور یونیورسٹی لیول پر آ کر مجھے کتابوں میں گم رہنا اچھا لگتا یوں آہستہ
آہستہ مجھے کتابوں سے نہ جانے کب عشق ہو گیا مگر مجبوری دیکھیئے کہ ہر مجبور عاشق
کیطرح میں بھی کتابوں کو دور دور سے ہی تکتی رہتی جو میری پہنچ سے بہت دور تھیں
پھر مجھے ایک ترکیب سوجھی کسی شاعر نے کہا تھا کہ مہنگی ہیں گر کتابیں تو کتبے پڑھا کرو
ایک لڑکی ہونے کے ناطے کتبے پڑھنا بھی میرے لیئے ناممکن سا تھا گویا میں نے مصر
عے میں کچھ تبدیلی کی کتابیں نہ ہوں میسر تو چہرے پڑھا کرو میں نے انسانوں کو پڑ
ھنا شروع کر دیا اور وہ بھی زندہ انسان کیونکہ جو عظیم ہستیاں گزر چکیں تھیں انکا ذ
کر بھی کتابوں ہی میں مل سکتا تھا پھر میرے ملنے والوں نے مجھ پر ایک اور انکشاف
کیا کہ میں کم گو ہوں چپ رہتی ہوں مطلب کی بات کرتی ہوں مطلب نکالتی ہوں
اور راستہ بدل لیتی ہوں کیا واقعی ہی ایسا تھا۔۔۔۔؟شائد ایسا ہی تھا مجھے باتیں کرنے
سے زیادہ باتیں سننے کا شوق تھا مجھے لوگوں کی گفتگو کے ساتھ ساتھ انکے الفاظ و
آواز اور لہجوں میں خاص دلچسپی تھی مگر بناوٹی اور بے معنی گفتگو نہ میں کرتی تھی اور

نہ میں سختی تھی میری طبیعت میں لاپرواہی اور غیر ذمہ دارانہ عادات بچپن ہی سے
شامل تھیں جسکی وجہ سے میرے گھر والوں کو مجھ سے اکثر شکایات رہتی تھیں ۔ کو
ن کیا کہتا ہے ۔۔۔۔؟ میرے بارے میں کیا سوچتا ہے ۔۔۔۔؟ مجھے اس بات کی کوئی
پرواہ ہی نہ تھی تمام تکلیفوں کے باوجود زندگی ایک ترنم کی طرح تھی دباو پریشانی
بے چینی بے خوابی اور ایسے ہی کئی اور الفاظ تھے جو میں اکثر سنتی رہتی تھی مگر میں
نے کبھی محسوس ہی نہیں کیئے تھے جیسے تیسے ایک بھرپور زندگی رواں دواں تھی
۔۔۔۔۔ آہ ۔۔۔۔۔ پھر اچانک ایک رات جیسے ہی میں نے اپنی ڈائری کا ورق پلٹا میر
ے کانوں میں ایک جملہ زور زور سے گونجنے لگا ۔۔۔۔۔ کیا کرو گی تم پڑھ کر ۔۔۔؟
میں نے ارد گرد نظریں دوڑائیں مگر کوئی نظر نہ آیا کمرے میں تاریکی او خاموشی گو
نج رہی تھی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور تکیئے پر ٹیک لگا کر کچھ سوچنا شروع کیا
یہ میرا روز کا معمول تھا جب تک میں کچھ لکھ نہ لیتی تھی مجھے نیند ہی نہ آتی تھی تو میں
سوچ رہی تھی آج میں کچھ اپنے بارے میں لکھ لیتی ہوں ۔

## (وہ ایک جملہ حصہ (ب

میں اپنے آپ سے بس اتنی ہی سی شناسا تھی جو میں بیان کر چکی ہوں میں نے پھر سوچنا شروع کیا۔۔۔۔۔۔ارے یہ کیا۔۔۔؟؟؟میرا ذہن کام نہیں کر رہا تھا مجھ سے کوئی کہہ رہا تھا تم کیا کرو گی لکھ کر؟تم کیا کرو گی پڑھ کر؟تم کیا کرو گی پڑھ لکھ کر؟وہ کوئی مانوس سا لہجہ تھا شائد یہ کوئی اہل علم میں سے تھا پھر لہجے بدلتے گئے تاثرات بدلتے گئے میری ڈائری میں لکھے تمام لفظ ایک جملے میں بدل چکے تھے تم کیا کرو گی پڑھ لکھ کر۔۔۔؟۔۔۔۔میں پاگلوں کیطرح چلائی کون ہو تم لوگ؟میری آواز نے کمرے کی خاموشی میں ایک ارتعاش سا پیدا کر دیا تھا آوازیں مسلسل آ رہیں تھیں وہ تمام چہرے میرے ارد گرد گھومنے لگے تھے سب ہنس رہے تھے میرا مذاق اڑا رہے تھے پھر ایک پر فریب آواز نے سر گوشی کی اے کم عقل محض ایک عورت یہ علم مردوں کی میراث ہے ایک افلاطون نامی شخص مجھے میری مثال ایک کتیا سے دینے لگا پھر ارسطو نامی ایک مفکر مجھے ناقص العقل قرار دینے لگا اسکے بعد سینکڑوں لوگ تھے تمام کے تمام مرد اور وہ بضد تھے کہ کیا کرو گی تم پڑھ لکھ کر؟میں نے محسوس کیا میری آنکھیں بھیگ رہی ہیں یہ کیا ہو رہا ہے مجھے؟میں کیوں رو رہی ہوں؟کیا میں رو رہی ہوں؟۔۔۔۔میں کیوں رو

رہی ہوں ۔۔۔ مجھ پر ایک رقت طاری ہو چکی تھی میں روتے روتے نڈھال سی ہو چکی تھی گھر میں تمام لوگ مجھ سے بے خبر معمول کے مطابق سو رہے تھے آج مجھے اپنا وہ کمرہ کسی اجاڑ گھروندے کی مانند لگ رہا تھا ہر جانب ایک بے ترتیبی سی پھیلی ہوئی تھی شائد یہ میرا کمرہ نہیں ہے ۔۔۔۔ میں کہاں آ گئی ہوں ۔۔۔؟ یہ لمحوں میں کیسی تبدیلی آ گئی ہے ۔۔۔۔؟ مجھے لگ رہا تھا ہر چیز بدل چکی ہے شائد ایک زمانہ ان چند لمحوں میں بیت چکا تھا اگلے ہی لمحے مجھے ایک انجانے خوف نے گھیر لیا تھا میرا پورا وجود مجھ پر ایک بھاری بوجھ بن چکا تھا میں چاہتے ہوئے بھی اپنے جسم کو حرکت نہیں دے سکتی تھی ۔۔۔۔ میرے ہونٹ اور گلا خشک ہو چکے تھے میرے اندر سے مسلسل ہچکیوں کی آوازیں آ رہیں تھیں میرے آنسو بہتے جا رہے تھے میری ہمت جواب دے چکی تھی مجھے پانی چاہیء میں نے خود کو حرکت دینے کی ایک ناکام کوشش کی ۔۔۔۔ مگر بے سود ۔۔۔! اب میری سانسیں اکھڑنے لگیں تھیں شائد یہ میری آخری رات ہے میں نے کلمے کا ورد کرنا شروع کر دیا شائد آج یہ میری آخری رات ہے کلمے کی تاثیر تھی نجانے میرا توحید پر ایمان مجھے اپنے اندر ایک معمولی سی تبدیلی محسوس ہوئی اپنے اندر ایک توانائی محسوس کرتے ہوئے میں نے فوراً اپنے جسم کو حرکت دینے کے لیئے پوری قوت سے جھٹکا دیا اب میں بستر سے گھسٹتی ہوئی فریزر تک پہنچ چکی تھی مجھے پانی کی شدت کا احساس پہلے کبھی اتنا نہیں ہوا تھا میں نے

فریزر کھول کر اس میں سے پانی کی کئی یخ ٹھنڈی بوتلیں نکال کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ لیں کچھ ہی لمحوں میں ایک کے بعد ایک پانی سے بھری تمام بوتلیں میں اپنے اندر انڈیل چکی تھی صبح فجر کی اذان سنتے ہی مجھے نیند کی کیفیت محسوس ہوئی جیسے ہی نیند کا غلبہ مجھ پر غالب آنے لگا مجھے اپنے اندر ایک زور کا جھٹکا محسوس ہوا اس جھٹکے کی شدت سے میرا دماغ مفلوج ہو چکا تھا میری آنکھیں اور سر درد کرنے لگا یا اللہ میں کیا کروں۔۔۔؟ میں نے وضو کیا اور نماز ادا کرنے کھڑی ہو گئی یا اللہ مجھے سکون دے دے ایک بے چینی بے سکونی اور انجانی تکلیف کی شدت کا احساس مجھے اپنے اندر جکڑ رہا تھا کوئی میرے ذہن اور میرے جسم کی تمام قوتیں سلب کر رہا تھا مجھے لگ رہا تھا میرا پورا وجود کسی انجانی طاقت نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے مجھے اپنا کمرہ گوشتانا مو بے جیسا بھیانک قید خانہ محسوس ہو رہا تھا۔

# (وہ ایک جملہ حصہ (ج

اور باقی تمام افراد اس قید خانے کے داروغہ لگنے لگے صبح سورج کی کرنیں پھیلتے ہی گھر کے تمام افراد اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے میں نے محسوس کیا مجھے اپنی امی کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں اٹھو بیٹا ناشتہ کر لو تمہیں یونیورسٹی بھی جانا ہے میں کوئی جواب نہیں دے پا رہی تھی میری آواز ساکن ہو چکی تھی میری امی گھبرا کر میرے قریب آ گئیں میں سب کچھ دیکھ سکتی تھی محسوس کر سکتی تھی مگر کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے لیئے میری ہمت جواب دے چکی تھی امی نے نرمی سے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا میری آنکھیں سرخ ہو رہیں تھیں آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے مزید گھرے ہو چکے تھے ۔۔۔کیا ہوا تمہیں ۔۔۔؟کیا تمہاری طبیعت ٹھیک ہے ۔۔۔؟کیا تم ساری رات سو نہیں سکی ۔۔۔۔؟ نہیں ۔۔۔ میں نہیں جانتی مجھے کیا ہو رہا ہے مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے ۔۔۔۔۔ ہوا کیا ہے ۔۔۔؟ کچھ بتاؤ تو سب میرے ارد گرد کھڑے پوچھ رہے تھے میں نہیں جانتی مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے میرا دل پھٹ جائے گا یا اللہ میں کہاں جاؤں میں روتی جا رہی تھی میرے گھر والے اور میرے والدین پریشان ہو گئے کسی کو سمجھ نہیں آ رہا تھا ڈاکٹر سے کیا کہیں ۔۔۔۔؟کیا بیماری ہے۔۔۔۔؟پھر میرے والد کو کسی نے مشورہ دیا کہ انہیں ما

ہر نفسیات کی ضرورت ہے بلاتامل میرے والد مجھے ایک نفسیاتی ہسپتال لے گئے عجب قسم کے ڈاکٹر تھے سب کہ رہے تھے ٹھیک ہو جائیں گیں آپ کوئی بھی نہیں پوچھ رہا تھا کہ آخر مجھے بیماری ہے کیا۔۔۔؟اور نہ ہی کوئی بتا رہا تھا۔۔۔۔آخر میں ایک ضعیف ا لعمر ڈاکٹر نے میری نبض دیکھتے ہوئے سواالات کی بوچھاڑ کردی

س: کیا آپ کو تنہائی میں آوازیں سنائی دیتی ہیں ؟

ج: جی

س: خوف بھی محسوس ہو رہا ہے؟

ج: جی ہو رہا ہے

س: کیا ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی انجانی قوت آپ کو کنٹرول کر رہی ہے؟

ج: جی بلکل ایسا ہی لگ رہا ہے

س: کیا آپ محسوس کرتی ہیں کہ لوگ آپ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں ؟

ج: جی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے

س: سارے لوگ آپ کو اپنے دشمن لگ رہے ہیں ؟

ج: لگ نہیں رہے سب دشمن ہیں میرے

ڈاکٹر اچھا ٹھیک ہے

مجھے اپنے اندر توانائی ختم ہوتے ہوئے محسوس ہو رہی ہے میرے احسا

سات سال کن ہو چکے ہیں میرے خیالات بھٹکنے لگے ہیں بھوک کا احساس نہیں ہوتا نیند نہیں آتی

ڈاکٹر: میں جانتا ہوں اور ایک کاغذ پر کچھ لکھتے ہوئے میری جانب بڑھا دیا آپ ا نہیں مستقل طور پر کھائیں گیں کوئی ناغہ نہیں ہونا چاہیئے پابندی سے دوائی کھاتی ر وائیں کھاتی رہی کچھ افاقہ تو ہوا لیکن میرے والدینdہیں میں دو سال پابندی سے د مطمئن نہیں تھے انھوں نے مجھے علاج کے لیئے لندن بھیج دیا وہاں میری حالت اور ز یادہ بگڑ گئی ساری ساری رات روتے رہنا سرگوشیاں سنائی دینا نیند نہ آنا میرے لیئے زندگی ایک عذاب بن چکی تھی میں اکثر اللہ سے دعا مانگتی یا اللہ مجھ سے یہ عذا ب ٹال دے۔۔۔۔۔۔بہت سوچ بچار کے بعد مجھے وہاں ایک نفسیاتی ڈاکٹر

کے پاس لے جایا گیا وہ ایک نہائیت اچھی خاتون تھیں انھوں نے بتایا کہ Glindas ہے اس بیماری میں دماغ کے اندر Schizophrenia مجھے دماغی بیماری شیزوفرینیا موجود کیمیکلز کا توازن بگڑ جاتا ہے یہ بیماری زیادہ تر جینز میں ٹرانسفر ہوتی ہے کچھ لو گ پہلے پانچ سال کے عرصے میں ٹھیک ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ساری زندگی دوائیوں کے سہارے زندگی گزارنی پڑتی ہے الحمد للہ اب میں کافی حد تک ایک نا رمل زندگی گزار رہی ہوں ہیلوسی نیشن اور ڈیلیوژن بند ہو گئے ہیں مگر کبھی کبھی جیسا لگتا ہے اس رات کی سی کیفیت Relaps

محسوس ہونے لگتی ہے دوائیاں کھا کر میرا وزن معمول سے زیادہ بڑھ گیا ہے اور میں اب بھی دواؤں پر ہوں ڈاکٹرز نے کہا ہے کہ مجھے زندگی بھر دوائیاں کھانی پڑیں گیں تاکہ میری ذہنی حالت Stable رہے میں ان لوگوں کو جن کو شیزوفرینیا ہے کہنا چاہوں گی کہ اگر دوائیوں کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھی پورا یقین رکھیں اور اپنی ول پاور کو استعمال کرتے ہوئے اس بیماری کا بے جگری سے مقابلہ کریں گے تو دنیا کی کوئی طاقت انھیں ایک کامیاب اور بھرپور زندگی گزارنے سے نہیں روک سکتی اس واقعے کو ایک عرصہ بیت چکا ہے مگر وہ ایک جملہ آج بھی مجھے تکلیف دیتا ہے جس کے بعد میں اپنی تعلیم کو جاری نہ رکھ سکی تھی

وہ کس کا لہجہ تھا۔۔۔۔؟

وہ کس کی آواز تھی۔۔۔؟

وہ کس کے الفاظ تھے۔۔۔؟

جس نے مجھے اسقدر دل شکستہ کیا تھا کہ میں یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی تھی ایک عرصہ گزر جانے کے بعد آج جب اس نے اپنی کہانی بیان کرنا شروع کی تو اسکے ہونٹ کانپ رہے تھے اسکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس نے گڑگڑاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو فضا میں بلند کیا اور اپنے محبوب خدا سے پوچھا اے محبوب خدا تو ہی بتا میرا مقام ہے کیا میری اوقات ہے

کیا غائب سے ایک آواز آئی معلم ہوں میں اور میرا علم ہے تو علم حاصل کرنا ہر مسلما
ن مرد اور عورت پر فرض ہے چند صدیوں پہلے تم ایک عورت تھی محض ایک عورت
پھر محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ نے دنیا کو یہ پیغام دیا تھا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے
جو تقوی پر ہے آپ ﷺ نے ایک عورت کو جانوروں کی صف میں سے نکال کر انسا
نوں کی صف میں شامل کیا تھا اب میں محض ایک عورت ہی نہیں انسان بھی تھی پھر
یہ کون لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ تم عورت ہو محض ایک عورت یہ مجھے انسان سے
عورت کس نے بنا دیا۔۔۔۔؟میں نے کتنی دیر کر دی تھی اس ہستی کو پڑھنے میں کاش
کہ میں دیر نہ کرتی میں نے اسکے لیئے ہمدردی محسوس کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور ایک
انجانی قوت و توانائی کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے یہ تحریر ان بے خبر لوگوں کے
نام لکھ دی جو اسے جانتے ہی نہ تھے میں نے ایک لمحے کے لیئے سوچا کہ وہ قابل رحم
نہیں قابل رشک ہے کون کہتا ہے کہ ٹوٹ جانے کے بعد لوگ مستحکم نہیں ہوتے اور وہ
ایک مکمل نارمل انسان تھی۔

بد قسمتی سے پاکستان جیسے معاشرے میں جہاں اس بیماری کو پاگل پن کی کیفیت قرار
دے کر انسان کو ایک اچھوت بنا دیا جاتا ہے اپنے ارد گرد رہنے والے لوگوں کے بے
رحم رویوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے حالانکہ اگر ان لوگوں کی کیفیات کو سمجھتے ہو
ئے حوصلہ افزائی کی جائے

اور مختلف شعبہ جات میں انھیں کام کرنے کا موقع دیا جائے تو یہ بھی معاشرے کے مفید اور کامیاب ترین شہری بن سکتے ہیں آج پاکستان میں سینکڑوں ایسے مریض ہیں جنکی حوصلہ افزائی تو دور کی بات ہے علاج کے لیئے سہولیات تک موجود نہیں ہیں ار باب اختیار سے ایک ادنی سی گزارش ہے کہ اپنے قیمتی وقت اور دولت کا کچھ حصہ ان لوگوں کی زندگیاں سنوارنے میں صرف کر دیں تو یقینا خدا انکی زندگیوں کو خوشیوں اور نامہ اعمال کو نیکیوں سے بھر دے گا ختم شد

جب وہ بیس سال کی تھی تو بی اے کر رہی تھی اسی دوران روبی کا ایک اچھا پرپوزل آ گیا اس نے اس پرپوزل کے بارے میں سب سے پہلے اپنی دوستوں کو آگاہ کیا تھا اسکی دوستیں بھی جانتیں تھیں کہ روبی کو شادی کرنے کا کتنا شوق ہے وہ شوخ و چنچل لڑکی تھی اور سجنے سنورنے کی بے حد شوقین ہونے کے ساتھ ذہین بھی تھی اسی لیئے پڑھائی میں بلکل بھی محبت نہ کرنے کے باوجود اچھے نمبروں سے پاس ہو جایا کرتی تھی ۔۔۔۔۔کرن تم جانتی ہو ان کے بارے میں ۔۔۔؟ہاں ہاں بتاو۔۔۔۔کون ہے ۔۔۔؟کیسا ہے۔۔۔؟کہاں رہتا ہے۔۔۔۔؟کرن اسکی دوست نے ایک سانس میں کئی سوال کر ڈالے تھے ۔۔۔۔۔اچھا بابا اچھا۔۔۔بتاتی ہوں ۔۔۔۔ذرا صبر کرو۔۔۔اسکے چہرے پر خوشی پھوٹ رہی تھی ۔۔۔۔آج وہ تمام دنوں سے زیادہ بن سنور کر آئی تھی ۔۔۔۔۔۔اسکا نام زبیر ہے ۔۔۔۔۔وہ امریکہ میں رہتا ہے ۔۔۔۔۔اور اپنا بزنس ہے انکا ۔۔۔۔۔او ہو انکا۔۔۔ابھی سے انکا ہو گیا۔۔۔۔۔کرن اور اسکی دوستوں نے اسکے ساتھ مذاق کرنا شروع کر دیا کچھ دیر ہنسی مذاق چلتا رہا ۔۔۔۔۔پھر ان میں سے ایک دوست مہہ جبین بولی ۔۔۔۔روبی کیا میں تمہیں ایک مخلصانہ مشورہ دوں ۔۔۔۔؟سب نے اسکی جانب رخ کر لیا۔۔۔۔ہاں ہاں بتا

و روبی نے بھی خوش دلی سے اس سے پوچھا۔۔۔ میری مانو تو کبھی بھی کسی ایسے لڑکے سے شادی نہ کرنا جو جذبات کی قدر کرنا نہ جانتا ہو۔۔۔۔۔اور جو لڑکا امریکہ میں رہتا ہے وہیں اسکی پرورش ہوئی ہے بھلا وہ زندگی کے ادب وآداب سے کہاں واقف ہوگا۔۔۔ خاص طور پر پاکستان میں رہنے والوں کے طور طریقوں سے وہ بلکل بھی واقف نہ ہوگا۔۔۔۔وہ جذبات کی قدر کرنا بلکل بھی نہ جانتا ہوگا ۔۔۔۔۔تم یہ بات آزما کر دیکھ لو۔۔۔۔ اسکی ایک مثال اس نے اپنی ہمسائی دوست کی بھی دی کہ اسکا بھی ایک امریکن لڑکے سے نکاح ہوا تھا اور آج تک وہ اسی نکاح کے سہارے زندگی گزار رہی ہے۔۔۔۔۔لیکن روبی نے اسکی ایک نہ سنی۔۔۔۔۔اور کہا کہ پانچوں انگلیاں ایک برابر نہیں ہوتیں۔۔۔۔۔ہر جگہ اچھے برے لوگ ہوتے ہیں ۔۔۔۔مہہ جبین نے جواب دیا کہ میرا فرض بنتا تھا ایک دوست ہونے کے ناطے کہ تمہیں سمجھاوں آگے تمہاری مرضی۔۔۔۔۔اسی طرح دن گزرتے گئے اور روبی کا رشتہ بھی طے ہوگیا۔۔۔۔۔بات شادی تک پہنچی تو وہی ہوا جسکا اندیشہ تھا۔۔۔۔۔لڑکے نے فی الحال صرف نکاح کی ڈیمانڈ کی اور کہا۔۔۔۔کہ۔۔۔۔وہ جلد ہی رخصتی کے لیئے بھی کہہ دے گا۔۔۔۔لہذا گھر والوں نے روبی کی مرضی سے وہاں نکاح کر دیا ۔۔۔۔۔اب روبی کا زبیر سے صرف فون پر ہی رابطہ ہوا کرتا تھا ایک دن روبی فون پر اسکے ساتھ باتوں میں مصروف تھی کہ اسے اطلاع ملی کہ انکی فیکٹری میں

آگ لگ گئی ہے۔۔۔۔سب کچھ جل کر خاک ہو چکا تھا۔۔۔۔وہ لوگ گویا کہ عرش سے فرش پر آ گئے تھے۔۔۔۔۔روبی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔۔۔۔۔اسے بہت دکھ ہوا مگر اسنے سوچا کہ خدا کی مرضی کو کون ٹال سکتا ہے جیسے دیا تھا ویسے وہ لینے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔۔۔۔اب دن بدل گئے تھے پہلے انکے آگے ملازم ہوا کرتے تھے اور اب انہیں دوسروں کے آگے ملازمت کرنی پڑ رہی تھی اسی طرح پانچ سال گزر گئے روبی کے گھر کے حالات مزید خراب ہو گئے تھے۔۔۔۔۔بوڑھے ماں باپ بیمار رہنے لگے تھے گھر کے اخراجات بمشکل پورے ہو رہے تھے۔۔۔۔۔روبی نازو نعم میں پلی بڑھی تھی اس نے کبھی مشقت بھری زندگی نہ دیکھی تھی کئی جگہ سے اور اس کے رشتے آئے مگر وہ کہتی کہ میرا نکاح ہو گیا ہے آخر روبی نے زبیر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔۔۔۔اب روبی جلد از جلد رخصتی چاہتی تھی۔۔۔۔۔لیکن زبیر ٹال مٹول سے کام لیتا رہا اسی طرح پانچ سال اور گزر گئے مگر روبی بضد تھی کہ وہ زبیر سے ہی شادی کرے گی۔۔۔۔کیونکہ اسکا نکاح زبیر سے ہو چکا تھا۔۔۔۔۔اور زبیر اسے طلاق دینے کے لیئے بھی تیار نہ تھا۔۔۔۔۔لہذا ایک دن روبی کی ماں اور پھر باپ کا بھی انتقال ہو گیا۔۔۔۔اب روبی جسکا اصل نام روبینہ تھا گھر میں تنہا رہ گئی تھی۔۔۔۔اور رشتے دار بھلا کون کسی کا ہوتا ہے۔۔۔جب روبی کے چہرے پر بڑھتی ہوئی عمر کے آثار نظر آنے لگے اور زبیر کے راستے

سے تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں ۔۔۔۔زبیر کے والدین بھی انتقال کر گئے تھے ۔۔۔رو بی کے والدین بھی مگر زبیر نے روبی کو رخصتی کے لیئے نہ کہا۔۔۔اور فون کرنا بھی بند کر دیا روبی بہت پریشان اور مایوس ہوئی مگر وہ مسلسل ابھی بھی انتظار کر رہی تھی ۔۔۔آخر ایک دن زبیر کا فون آیا کہ وہ پاکستان آ رہا ہے روبی کو بے انتہا خوشی ہوئی کہ جس دن کا وہ برسوں سے انتظار کر رہی تھی وہ دن آ ہی گیا۔۔۔۔اگلے ہی ہفتے زبیر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پاکستان آیا وہ جانتا تھا کہ روبی اسوقت بلکل بے بس ہے اور اسکا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ۔۔۔۔اب کوئی روک ٹوک بھی نہ تھی ۔۔۔لہٰذا مواقع آ گیا تھا کہ وہ روبی پر انکشاف کر دے کہ اس نے اس کے ساتھ کیوں نکاح کیا تھا اور نکاح کرنے کا مقصد کیا تھا اور اس نکاح کی اسکی نظر میں کیا حیثیت تھی ۔۔۔۔۔تو اس نے بتا شروع کیا کہ یہ نکاح صرف اسکے والدین کے کہنے پر کیا تھا وہ چاہتے تھے کہ ایک شادی میں انکی مرضی سے پاکستان میں کروں گا تو ہی وہ مجھے امریکہ میں کسی دوسری امریکن لڑکی سے شادی کرنے کی اجازت دیں گے ۔۔۔۔۔ورنہ وہ مجھے عاق کر دیتے ۔۔۔اس وجہ سے مجبوراً مجھے تم سے نکاح کرنا پڑا اب جب تک میرے والدین زندہ تھے میں تمہارے ساتھ بھی رشتہ نہیں توڑ سکتا تھا کیونکہ میں نے انھیں بتایا ہوا تھا کہ میں تمہارے پاس آتا جاتا رہتا ہوں اور تم اپنی مرضی سے اپنے والدین کے ہا

ل رہ رہی ہو اس وجہ سے وہ مطمئن تھے کہ میں نے ایک پاکستانی لڑکی سے ہی شادی
کی ہوئی ہے اب لہٰذا انکا انتقال ہو چکا ہے اور تمہارے بھی والدین اس دنیا میں نہیں ر
ہے تم چاہو تو مجھ سے طلاق لے لو چاہو تو ساری زندگی اسی نکاح کے سہارے گزار دو
۔۔۔۔۔روبی نے سوچا اب تو بہت دیر ہو چکی ہے اب طلاق لینے کا کیا فائدہ مگر اسے یہ
سب سن کر اسقدر دکھ ہوا کہ زبیر کی باتیں اسکے دماغ پر اثر کر گئیں اب کوئی پوچھے
نہ پوچھے وہ کہتی پھرتی ہے میرا نکاح ہو گیا ہے اور رخصتی باقی ہے ۔

# ترقی کی راہ

ترقی آگے بڑھنے کو کہتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی معاشرہ اپنی تاریخ بھلا کر اپنے ہیروز کو نظرانداز کرکے ترقی نہیں کر سکتا مگر ہمارے ہاں عجب ہی ماحول بن چکا ہے جنگی تاریخ اور ہیروز سے دنیا نے سبق حاصل کیا ہم نے انھیں بھلا دیا نہ صرف بھلا دیا بلکہ اکثر لوگ تو اسقدر احساس کمتری کا شکار ہو چکے ہیں کہ اپنی ہی تاریخ کا چہرہ مسخ کرکے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں دنیا سے جنگ کرنے کے لیئے جن ہتھیاروں کا استعمال ہمیں دشمن کے خلاف کرنا چاہیے ہماری بیوقوفی دیکھیئے کہ ہم انھی تمام ہتھیاروں کو اپنوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں آج ہمارا معیار اتنا گر گیا ہے کہ ہمیں خود کو یقین جانیئے مسلمان کہتے ہوئے شرم آتی ہے جسمیں اسلام اور مسلمان بدنام ہو رہے ہیں نوجوانوں میں آج بھی ابن زیاد و ابن خطاب جیسا جذبہ پایا جاتا ہے مگر انکی رہنمائی کرنے والا اس سوسائٹی میں کوئی نہیں ہے ہمارے حکمران جب اندھی تقلید کرنے پر بضد ہیں تو پھر نوجونوں او عوام کا تو اللہ ہی حافظ ہے حکمران کسی بھی معاشرے کا چہرہ ہوا کرتے ہیں جس سے قوموں کی شناخت کی جاتی ہے اب ظاہر ہے جیسا چہرہ ہوگا اسی لحاظ سے انسان یا معاشرے کی

شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہمیں آج ایک بہت بڑی غلط فہمی یہ ہو گئی ہے کہ ہم غیروں کے طور طریقے انکے رسم و رواج انکی زبان و اقدار اور انکے مذہب و ثقافت و تمدن کو اپنا کر انکی طرح ترقی یافتہ کہلانے لگیں گے بھلا کیا ایسا ہو سکتا ہے اگر مغرب میں ترقی ہوئی ہے تو اسکی اصل وجہ ہمیں جاننے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ اندھی تقلید کرنی شروع کر دیں اور مغرب میں ترقی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ نوے فیصد اسلام پر عمل کر کے یہاں تک پہنچے ہیں اور جو بیماریاں وہاں پائی جاتی ہیں صرف دس فیصد اسلام پر عمل نہ کرنے پر ہی پائی جاتی ہیں مثلا وہاں خواتین پردہ نہیں کرتیں جس سے فحاشی و عریانی عام ہو گئی ہے شراب نوشی عام ہے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی اس وجہ سے جرائم کی شرح میں وہاں اضافہ ہو رہا ہے۔۔۔۔ خواتین کو وہاں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کے چکر میں خاندانی نظام کی دھجیاں اڑ گئیں ہیں جس سے پورا معاشرتی نظام بھی درہم برہم ہو گیا ہے بیٹا ماں کو نہیں پہچانتا اور بیٹی باپ کو نہیں پہچانتی بزرگوں کی جگہ اولڈ ہومز ہیں جہاں وہ قیمتی سرمایا ضائع ہو جاتا ہے جس کے تجربے سے بے انتہا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے یہ وہ چیدہ چیدہ خرابیاں ہیں جو مغربی معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ مگر افسو

س کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم انہی برائیوں کو اپنا کر اپنے آپ کو ماڈرن اور جدت کے حامی کہلوانا چاہتے ہیں جو کہ جدت نہیں بلکہ جہالت ہے ---------
ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کرکے ہم بھی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑے ہو جائیں گے مگر یہ ہماری بہت بڑی بھول ہے حلانکہ ہماری نظران برائیوں پر نہیں بلکہ ان اچھائیوں پر ہونی چاہیے جو کہ مغرب نے ہمارے آبا واجداد سے حاصل کی ہیں مثلا حضرت عمر کے زمانے جیسا انصاف قائم کیا حضرت خالد بن ولید جیسی جنگی صلاحیتں پیدا کیں حضرت ابو بکر صدیق جیسی حکمت عملیاں مرتب کیں اور حضرت عثمان جیسی غنیمت پیدا کی اب ہمیں اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ پاکستان میں سنگرز ایکٹرز اور قاصاوں کی ضرورت نہیں ہے یہاں پر بھی اچھے سپاہ سالار سیاستدانوں اور اچھے ڈاکٹرز انجینئرز بزنس مین سچ بولنے والے صحافیوں اور اچھی پاکباز بلند خیال بہادر ماوں کی ضرورت ہے جو اس معاشرے کو پستی سے نکال کر بلندی کی اور ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میڈیا نے جس طرح ان چیزوں کو ہائی لائٹ کیا ہوا ہے ایسا لگتا ہے کہ یہ ہی ایک شعبہ ہے جس میں آگے بڑھ کر ہم سرخرو ہو سکتے ہیں جبکہ اس شعبے میں ترقی نہیں تنزلی ہے ان چیزوں سے سستی کاہلی

اور مردہ دلی ہی پیدا ہوتی ہے.........

اب ہمیں ہوش کے ناخن لے لینے چاہئیں ہم سے جو غلطیاں ہوئیں وہ آگے آئندہ نسل میں پروان نہ چڑھنے دی جائیں تو یہ نسل باقی قائم رہ سکتی ہے ورنہ ہماری بربادی کے دن دور نہیں جس طرح سے میں اپنے ارد گرد دیکھتی ہوں لوگوں نے اپنے بچوں کو اس قدر آزاد کر دیا ہے کہ اب انہیں نہ تو اپنا ماضی یاد ہے اور نہ ہی اپنی تاریخ نہ ہیروز آجکل کے نوجوانوں کے ہیروز بھی یہ ہی چند رقاص اور رقاصائیں ہیں جو ہمیں تباہی اور بربادی کی جانب لے جا رہے ہیں ہم ان کو کاپی کرکے جتنا فخر محسوس کرنے لگے ہیں اتنا تو اپنے باپ دادا کی عادات و اطوار کو اپنا کر بھی نہیں کرتے اور یہ ہی نوجوان نسل ہمارا سب سے بڑا ہتھیار ہیں اگر یہ ہمارے خلاف چلنا شروع ہو گئی تو جان لیجیئے کہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا ہم تنزلی اور تباہی کا شکار تو ہیں ہی اسکے بعد ہماری نسلیں بھی ختم ہو جائیں گیں اور یہ بھی ہمارے خلاف سازش ہے کہ ہماری آئندہ نسلوں کو ہمارے خلاف کرکے ان سے وہ کام لے لیا جائے جو دشمن آج تک ہم سے نہ لے سکے......خدارا اپنے تمام ہتھیاروں کی حفاظت کیجیئے اور انھیں چلانا سیکھیئے کہیں یہ نہ ہو کہ دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائے کیونکہ ہمارا نقطہ عروج سے یا ترقی سے تنزلی تک کا

سفر طے کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے اگر ہمیں ترقی کی راہ پر گامزن ہونا ہے تو لازمی طور پر ہمیں اپنی سوچ کے زاویئے کو بدلنا ہوگا ورنہ ہم آگے نہیں بڑھ رہے بلکہ پیچھے کی جانب جارہے ہیں

## محبوب

محبوب محب کی زندگی میں عجب رنگ دکھاتا ہے محبت انسان کو ماسوائے محبوب سے اندھا کر دیتی ہے وہ کسی اور شے کو دیکھ کر بھی نہیں دیکھتا اس کے دل و نگاہ میں صرف ایک ہی جلوہ رہتا ہے محبوب کا جلوہ محبوب کبھی جلوہ بن کر رو.برو ہوتا ہے اور کبھی یادیں بن کر چار سو ہوتا ہے محبوب جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہوتا وہ مر کے بھی نہیں مرتا وہ محب کی آنکھ میں رہتا ہے آنکھ سے اوجھل ہو تو دل میں آ بستا ہے محبوب ختم نہیں ہوتا وہ کبھی عدم نہیں ہوتا محبوب کے ملنے کی دیر ہے کہ زندگی نثر سے نکل کر نظم میں داخل ہو جاتی ہے محبوب خود شعر نازک ہوتا ہے اسکا قرب محب کو شعر آشنا کر دیتا ہے جسے محبوب نہ ملا ہو جسے محبت نے قبول نہ کیا ہو اسے غزل بے معنی نظر آتی ہے اسے نظم سے بیر سا ہو جاتا ہے محبوب میسر نہ ہو تو رعنائی خیال کا ملنا محال ہے محبوب اس ذات کو کہتے ہیں جس کے تقرب کی تمنا کبھی ختم نہ ہو اپنی زات سے فنا ہو کر جسکی ذات میں بقا ہونا منظور ہو اسے محبوب کہا جاتا ہے محبوب محب کے حسن انتخاب اور حسن خیال ہی کا نام ہے--------

آج کے انسان کا محبوب سرمایا ہے وہ اپنے مال کو اپنا محبوب مانتا ہے اسے چاہتا ہے اسکی پوجا کرتا ہے اسکے وصال سے خوش ہوتا ہے اور اسکے فراق سے ڈرتا ہے آج کے انسان کو موت سے زیادہ غریبی کا ڈر ہے مال کی محبت نے اندھا کر دیا ہے انسان کو غافل کر دیا ہے اسکی آنکھ تب کھلتی ہے جب جب بند ہونے لگے کچھ لوگ خدا سے محبت کرتے ہیں صرف خدا سے اور بس ۔۔۔! خدا کے بندوں سے نہیں خدا کے بندوں سے محبت نہ کرنے والوں کو خدا کیسے پسند کر سکتا ہے خدا کے حبیب ﷺ تو وہ ہیں جو مخلوق کے محب اور مخلوق کے محبوب ہیں اللہ کی محبت کا راز انسان کی محبت میں ہے اللہ معبود ہے انسان محبوب اللہ کی راہ انسانوں کی راہ ہے انعام یافتہ انسانوں کی

۔۔۔۔۔۔۔

کچھ لوگوں کا محبوب نظریہ ہے نظریات کی محبت نے ملکوں میں فساد مچا رکھا ہے نظریہ پرست انسان مردم بیزار ہے نظریات کی جنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہے صورتحال خوفناک ہے انسان تقسیم ہو چکا ہے ایران عراق نظریات ہیں ہر دو فریق مصروف جہاد سچے خدا کے نام پر دونوں گروہ جنگ کر رہے ہیں کون سچا ہے کون جھوٹا دونوں سچے تو نہیں ہو سکتے محبوب پرستی جنگ پرستی تو نہیں ہو سکتی اپنے ہاں حکومت اور حزب مخالف دو نظریئے برسرپیکار ہیں انسان کی محبت سے محروم لوگ نظریات

کی گرفت میں ہیں انسان سے محبت نہ ہو تو وطن کی محبت بھی واہمہ ہے جس دیس میں ہمارا کوئی محبوب نہ ہو اس دیس سے محبت ہو ہی نہیں سکتی وطن اس لیئے پیارا ہوتا ہے کہ ہمارے پیارے اسمیں رہتے ہیں ورنہ وطن کیا اور وطن کی محبت کیا اگر محبوب وطن سے باہر ہو تو محبت وطن سے باہر ہو جائے گی محبوبوں میں سب سے خطرناک محبوب شہرت ہے شہرت سے محبت کرنے والا دراصل اپنی انا کا پرستار ہے

ہر زندہ انسان کے لیئے کوئی نہ کوئی محبوب ضرور ہوگا جنکا کوئی محبوب نہیں وہ اپنے آپ سے محبت کرتے ہیں ایسے لوگ آئینہ خانوں میں اکثر دیکھے جاتے ہیں نہ وہ کسی کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی انکو پسند کرتا ہے ایسے لوگ سخت دل اور تند خو ہوتے ہیں ان کے نصیب میں تنہائیاں ہیں ایسے لوگ کبھی کبھی خودی سے آشنا بھی ہو جاتے ہیں انکا محبوب انکی ذات انکے لیئے کرشمہ کاریاں کرجاتی ہے آج کے دور کا انسان محبوب سے آزاد سا ہو گیا ہے وہ انسانوں سے مایوس ہو چکا ہے وہ اپنے آپ سے مایوس ہو چکا ہے اسے کسی پر کسی حالت میں اعتماد نہیں وہ اپنے ماضی پر تو نادم ہے ہی سہی اپنے مستقبل پر بھی نادم ہے ------

واصف علی واصف

# بیٹی

بیٹی ذلت کی پوٹ نہیں سعادت کا سرمایہ ہے بیٹی ٹھکرانے کی چیز نہیں استقبال کرنے کی چیز ہے بیٹی اللہ کا انعام ہے اور جہنم سے آپ کے لیئے آڑ ہے آپ کے گھر جب بیٹی پیدا ہو تو خدا کا شکر ادا کیجیئے غمزدہ ہونا منہ بسورنا دل تھوڑا کرنا اور بیٹی کو وبال سمجھنا مومن کی شان نہیں ہے خوشی منایئے اور اس خوشی اور انعام پر فخر کیجیئے کہ اللہ نے آپ کی جنت آپ کے گھر بھیج دی اور جہنم سے بچنے کی کنجی آپ کے گھر بھیج دی ہے اور اس لیئے بھی فخر کیجیئے کہ آپ کو بیٹی کی بدولت رسول پاک سے ایک نسبت اور مشابہت حاصل ہے کہ آپ ﷺ بھی بیٹی والے تھے اور آپ بھی بیٹی والے ہیں

آج سے چودہ سو سال پہلے کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو گھر سے دور لے گیا وہاں جا کر جب اسکی قبر کھودنے لگا تو مٹی اڑ اڑ کر باپ کے کپڑوں کو گندا کرنے لگی بیٹی روتی جاتی تھی اور باپ کے کپڑوں کو صاف کرتی جاتی تھی مگر باپ کو اس پر رحم نہ آیا وہ اپنی زندہ لخت جگر کو ڈھیروں مٹی تلے دبا کر چلا آیا اور اسکی آنکھ سے ایک آنسو نہ نکلا۔۔۔۔کیوں۔۔۔؟۔۔۔۔کیونکہ۔۔۔۔۔آج سے چودہ سو سال پہلے عرب

سماج میں بیٹی سے متعلق جو تصورات تھے اسکا عبرت انگیز نقشہ قرآن نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔۔۔کہ۔۔

جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے سوچتا ہے ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیئے رہے یا مٹی میں دبا دے کیسے۔برے حکم ہیں جو یہ اللہ کے بارے میں لگاتے ہیں

۔۔۔۔۔۔۔القرآن۔۔۔۔۔

ذرا سوچیئے کیا آجکل بھی ایسا ہی تو نہیں ہے۔۔۔۔جی۔۔۔ایسا تو نہیں ہے مگر اس جیسی سوچ ضرور پیدا ہوتی جا رہی ہے آجکل بھی بیٹی کے باپ کا سر ہمیشہ نیچا رہتا ہے اسے ہمیشہ بہت کچھ سننا اور سہنا پڑتا ہے بیٹی والا کبھی سر اونچا نہیں اٹھا سکتا اسے ہمیشہ اپنی بات نیچی ہی رکھنی پڑتی ہے بیٹی کا باپ بنا ہے تو اس کے لیئے ذلت مقدر ہو چکی ہے بیٹی کے باپ کے لیئے عزت خوشی و مسکراہٹ کہاں اسے تو عمر بھر رونا ہی ہے کسی اور وجہ سے نہیں صرف اس لیئے کہ وہ بیٹی کا باپ ہے

آپ ہی بتایئے دونوں طرز فکر میں کیا فرق رہ گیا ہے زمانہ جہالت میں

بھی بیٹی شرمندگی کی علامت سمجھی جاتی تھی آج بھی شرمندگی کی علامت سمجھی جارہی ہے حوا کی بیٹیوں کو اس جدید دور میں بھی بیچا اور خریدا جارہا ہے کہیں جلایا جارہا ہے تو کہیں ذبح کیا جارہا ہے آج بھی ان کی آہ و بقا سننے والا کوئی نہیں ہے آج بھی وہ اپنے سچے رہبر رہنما اور محافظ کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہیں ۔۔۔ہے کوئی انکی داد رسی کرنے والا ۔۔۔۔۔۔۔؟ہے کوئی محمد ﷺ کی پیروی کرنے والا ۔۔۔۔۔۔؟

# وقت

وقت ہی آپ کی عمر ہے وقت ہی زندگی ہے وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے آپ سونے کو کھو کر پھر سے حاصل کر سکتے ہیں اور گمشدہ سونے سے زیادہ آپ پا سکتے ہیں لیکن گئے وقت اور گزرے ہوئے زمانے کو آپ لٹا نہیں سکتے ہر گمشدہ چیز لوٹ سکتی ہے لیکن وقت نہیں لوٹ سکتا اس لیئے وقت سب سے قیمتی شے ہے وقت مٹھی میں ریت کیطرح پھسل جاتا ہے اور مٹھی خالی رہ جاتی ہے اس لیئے اپنی زندگی کی کتاب یا اپنے نامہ اعمال کو اچھائیوں سے بھر لو تاکہ آخرت میں تمہیں کامیابی نصیب ہو کیونکہ جب انسان دنیا میں وقت کو غنیمت جان کر رضائے الہی کے حصول میں لگ جاتا ہے تو وہ جنت جیسی نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے۔۔۔۔۔

انسان کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ ہر طرح کی ترقی کی راہوں پر وقت کے بغیر گامزن نہیں ہو سکتا اگر آدمی کے پاس وقت نہیں تو وہ ایک سوئی بھی نہیں حاصل کر سکتا اور اگر وقت ہو اور وہ اپنی کوشش بھی جاری رکھے تو سونے کی کان تک بھی رسائی حاصل کر سکتا ہے وقت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رب تعالی نے قرآن کریم میں دن

رات کے مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے اور ایک جگہ زمانے کی قسم کھائی.بروز قیا
مت جب جہنمی مدد کو پکاریں گے توان کو وقت ضائع کرنے پر حسرت دلا کر ملامت کیا
جائے گااور انکی شنوائی نہیں ہو گی اندازہ لگایئے کہ وقت ضائع کرنے کا نتیجہ کتنا بھیا
نک ہے ----------

لیکن اس کے باوجود ہمارے اس دور میں اگریوں سوال کیا جائے کہ دنیا میں سستی تر
ین شے کیا ہے تو وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ستر فیصد لوگ وقت کو سستی اشیاء کی فہر
ست میں شامل کریں گے متوفی ۹۱ھ نے ایسے ہی موقع کے لیئے ارشاد فرمایا تھا ہما
ری نوجوان نسل جس بے دردی دے اپنے اوقات ضائع کرنے میں لگی ہوئی ہے ا
سکو دیکھ کر بے حد افسوس ہوتا ہے کہ ہم منزل سے کیسے بھٹکے جا رہے ہیں اب تو وقت
ضائع کرنا اور آسان ہو گیا ہے کہ دن رات نوجوان لڑکے لڑکیاں انٹرنیٹ کھول کر
اس پر اپنا قیمتی وقت بے دریغ ضائع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ---------

انٹرنیٹ نہیں تو موبائل ہر آدمی کے پاس موجود ہوتا ہے جسے دیکھو ایس ایم ایس پڑ
ھتا اور لطف اندوز ہوتا ہوا نظر آتا ہے الغرض وقت ضائع کرنے کے مواقع ہرا
نسان کے ہاتھ اور جیب میں موجود ہو چکے ہیں اسے چھوڑو تو الٹی سیدھی باتوں اور
لطیفوں پر مشتمل رسائل سے با

زار بھر دیئے گئے ہیں اب جو لوگ میسج پڑھنا نہیں جانتے وہ اپنا وقت اور پیسہ اسطرح
آسانی سے ضائع کر سکتے ہیں مگر کسی کو اپنی گھٹتی ہوئی عمر کا ذرا.برابر خیال نہیں ہے آ
خر میں یہ ہی نصیحت کرونگی کہ آپ کو وقت کی قدر کرنی چاہیئے کیونکہ گیا وقت پھر ہا
تھ نہیں آتا

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

## کتاب ---- ائمہ اربعہ

ائمہ اکرام میں امام ابو حنیفہؒ ،امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ مشہور ہیں ائمہ اربعہ کے بعد آنے والے علماء کی جب ہمتیں کوتاہ اور عزائم ضعف کا شکار ہو گئے تو ائمہ کی تقلید نے جنم لیا ہر جماعت اس پر اکتفا کرنے لگی کہ ایک معین امام کے مسلک کو اختیار کرکے ہر مسئلے میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنے امام کے استدلال کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا جائے یوں مکمل فقہی مسلک معرض وجود میں آتے چلے گئے ائمہ اربعہ کے درمیان اصول دین میں کوئی نزاع نہیں یہ لوگ اللہ تعالی کی صفات پر ایمان لانے میں متفق ہیں قرآن کریم کو اللہ تعالی کا کلام اور ایمان کے بارے میں دل اور زبان کی تصدیق ضروری جانتے ہیں یاد رہے کہ تقلید صرف اجتہادی مسائل میں کی جاتی ہے آج تک کوئی امام ایسا نہیں گزرا جسکا نقطہ نظر یہ ہو کہ لوگ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر یا ان کے ساتھ ساتھ میرے قول کی بھی پیروی کریں ۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ سوچنا غلط ہے کہ ائمہ اربعہ کی تمام ترجد و جہد اپنے اپنے مسلک کی ترویج کے لیئے تھی یا انھوں نے جو اجتہاد کیا وہ اسکی پیروی کرا

نا چاہتے تھے بس ہوا یوں کہ اگر ایک امام نے کسی مسئلے میں اجتہاد کیا اور دوسرے امام کو اس مسئلے میں حدیث یا کسی صحابی کا قول یا فتوی میسر آ گیا تو اس نے پہلے امام کے اجتہاد کو چھوڑ کر حدیث یا صحابیؓ کے فتوی پر عمل شروع کر دیا کیونکہ دین اسلام اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا ہے جو کتاب و سنت کی تکمیل سے مکمل ہو چکا ہے ارشاد باری تعالی ہے

۔۔۔آج میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت

(تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیئے اسلام کو بطور دین پسند کیا (المائدہ

ائمہ اربعہ نے نہایت سختی کے ساتھ شخصی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی کے لیئے یہ جائز نہیں کہ وہ ہماری دلیل جانے بغیر ہمارے قول کو اختیار کرے ہر امام کا یہ ہی فرمان رہا۔۔۔ کہ جب صحیح حدیث ہو تو وہی میرا مذہب ہے یعنی کہ صحیح حدیث کی موجودگی میں میرے قول کو چھوڑ کر صحیح حدیث پر عمل کریں قرآن و سنت کے بھرپور مطالعہ کے بعد بھی اگر کسی مسئلے کو سمجھنے میں دشواری ہو تو صحابہ اکرامؓ ،تابعین ، تبع تابعین اور پھر ائمہ اکرام اور محدثین عظام کے اقوال اور

فتویٰ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر علم و حکمت دانائی اور تفقہ میں فضیلت عطا فرمائی ہے انہوں نے ہم سے زیادہ دین کو سمجھا اس لیئے انکی علمی فہم و فراست اور فقہی اصولوں سے استفادہ کرنا چاہیئے تاہم کسی ایک امام کی تقلید اور دوسروں سے تعصب روا رکھنا معروف اصولوں کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حق کو سمجھنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# لیکچر نمبر (۱) امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسلام کی دعوت دینے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ خیر اور معروف کو قائم کیا جائے اور منکر کو مٹایا جائے خیر یا معروف وہ ہے جسکو انسانی فطرت ہمیشہ بہتر سمجھتی رہی ہے اور اسی کو وحی الہی نے بھی خیر و معروف کہا ہے دین کے اندر جو کچھ ہے وہ خیر ہی ہے خواہ اسکا تعلق عقائد و نظریات سے ہو یا اخلاق و معاشرت سے حقوق سے ہو یا معاملات سیقانون و سیاست سے ہو یا عبادات و ریاضت سے اور جو کچھ اسلام سے باہر ہے وہ شر ہی شر ہے خیر صرف وہ ہے جسکو اسلام نے اپنے اندر سمیٹ لیا ہے خیر اور معروف کی ان قدروں پر انسانی سماج کی تعمیر اسی وقت ممکن ہے جب شر اور منکر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور شر کو مٹانے اور انسانی سماج سے اسکی گرفت ختم کرنے کے لیئے ناگزیر ہے کہ اہل شر سے کشمکش ہو اس کشمکش کے بغیر انسانی سماج میں خیر اور معروف کی قدروں کو رواج دینا ممکن نہیں نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ رسول للہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اللہ کے احکام کو توڑتا ہے اور وہ جو اللہ کے احکام کو توڑتے ہوئے دیکھتا ہے مگر اسے ٹوکتا نہیں اس کے ساتھ رواداری.برتتا ہے ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگوں نے ایک کشتی لی اور قرعہ ڈالا اس کشتی میں مختلف درجے ہیں اوپر

نیچے چند آدمی اوپر کے حصے میں بیٹھے اور چند نچلے حصے میں تو جو لوگ نچلے حصے میں بیٹھے تھے وہ پانی کے لیئے اوپر والوں کے پاس سے گزرتے تاکہ سمندر سے پانی بھریں تو اوپر والوں کو اس سے تکلیف ہوتی آخر کار نیچے کے لوگوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کے پیندے کو پھاڑنے لگے اوپر کے لوگ ان کے پاس آئے اور کہا تم یہ کیا کرتے ہو ۔۔۔۔؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں پانی کی ضرورت ہے اور سمندر سے پانی اوپر جا کر ہی بھرا جا سکتا ہے اور تم ہمارے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتے ہو تو اب کشتی کے تختوں کو توڑ کر دریا سے پانی حاصل کریں گے ۔۔۔۔۔ حضور ﷺ نے یہ مثال بیان کرکے فرمایا اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور سوراخ کرنے سے روک دیتے ہیں تو انھیں بھی ڈوبنے سے بچالیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچالیں گے اور اگر انھیں انکی حرکت سے نہیں روکتے اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں تو انھیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے اور پھر قرآن پاک میں بھی ارشاد ہوتا ہے ۔

تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کی فلاح کے لیئے برپا کیا گیا تم معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو (القرآن)

لہٰذا رسول پاک کی امت میں شامل ہونے والے تمام مسلمان خواہ وہ کسی

دور میں ہوں کسی ملک اور خطے میں بستے ہوں کسی بھی رنگ و نسل کے ہوں اور کوئی بھی زبان بولتے ہوں ایمان لاکر جب وہ رسول کی امت میں شامل ہوئے تو یقیننا وہ صحابہؓ کے جانشین اور انکے نقش و قدم پر ہیں اور وہ بھی اس اعزاز واکرام کے مخاطب ہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت خیر امت ہی ہیں اور انکی منصبی ذمہ داری بھی قرآن کے نزدیک یہی ہے کہ وہ معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں اپنی توانائی حیثیت صلاحیت اور وسائل کے مطابق ہر مسلمان مرد اور عورت کو یہ کام انجام دینا ہے خواہ اعلی تعلیم یافتہ ہو یا رسمی طور پر تعلیم سے بے بہرہ ہو تقریر تحریر سے کام لے سکتا ہو یا صرف زبان سے یا صرف جان و مال سے اس کام میں اپنا حصہ ادا کر سکتا ہو

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت مسلمہ کا وہ فریضہ ہے جس پر قیام دین اور بقائے دین کا مدار ہے دین کا تحفظ واحیا بھی اسی پر منحصر ہے اور امت کی زندگی بھی اسی فریضے کی انجام دہی میں ہے اسی لیئے قرآن نے بھی امت کو مختلف انداز سے بار بار اسکی تاکید کی ہے ترغیب وترہیب کے مختلف پیرائے اختیار کئے ہیں اور اس سے غفلت کے انجام سے ڈرایا ہے خود رسول للہ ﷺ نے بھی مختلف موقعوں پر امت کو اسی کام کی ترغیب دی ہے اور تنبیہ فرمائی ہے کہ امت جب بھی اس کام سے غفلت برتے گی اسکا

نجام نہائیت بھیانک ہوگا اور امت اللہ اور بندوں کی نظر میں بے وزن ہو جائے گی
اس لیئے ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیئے امت سرگرم رہے ا
مت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی خون کے آنسو رلانے والی مظلامیت و بے بسی اور
عبرتناک پستی امت کے ہر ہر فرد کو للکار رہی ہے کہ وہ اٹھے اور اللہ و رسول کی پکار
پر لبیک کہے:

## لیکچر نمبر ۲ ظلم جب بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اللہ کے غضب کو بھڑکانے اسکے ہولناک عذاب کو دعوت دینے اسکی غیرت کو چیلنج کر نے والی سب سے زیادہ شدید اور بدترین برائی یہ ہے کہ کوئی صاحب قوت واختیار فرد یا گروہ خدا کے بندوں پر ظلم ڈھائے ان کا ناحق خون بہائے ان کے آباد گھروں اور بستیوں کو جلائے اور تباہ وبرباد کرے ان کے معصوم بچوں کو بھوک وپیاس کی مار دے کر ان کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کرے انکی پاکدامن خواتین کی عصمتیں لوٹے ان کے بوڑھوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنائے ان کے جوانوں کو ایذائیں دے کر انکو مفلوج و معذور بنائے اور انکو جوانی کی لذتوں سے محروم کرنے کی کوشش کرکے جوش انتقام میں درندگی اور سفاکی کا بدترین مظاہرہ کرے ان کی بستیوں میں وہ تباہی مچائے کہ مظلوموں کی چیخ وپکار آہ وفغاں سے عرش الہی لرزنے لگے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا

ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیئے سخت اندھیرا بنے گا

اوس بن شرجیل فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ (جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کہ اسکو قوت پہنچائے گا

درآنحالیکہ وہ جانتا ہے کہ ظالم ہے وہ اسلامیت سے خارج ہوگیا) مطلب یہ ہے کہ جانتے بوجھتے کسی ظالم کی تائید کرنا اور اس کا ساتھ دینا ایمان واسلام کے خلاف بات ہے رسول للہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (مظلوم کی پکار سے بچو اس لیئے کہ وہ اللہ تعالی سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی صاحب حق کو اسکے حق سے محروم نہیں کرتا) اس حدیث میں مظلوموں کی آہ لینے سے روکا گیا ہے وہ اللہ تعالی کی جناب میں تمھارے ظلم کی داستان بیان کرے گا اور اللہ عادل ومنصف ہے وہ کسی صاحب حق کو اسکے حق سے محروم نہیں کرتا اور اس وجہ سے وہ ظالم کو مختلف قسم کی آفتوں اور بے چینیوں میں مبتلا کرے گا۔

اللہ تعالی بڑا وسیع الظرف حلیم اور معاف کرنے والا ہے وہ انسان کی نافرمانیوں سرکشیوں اور بغاوتوں سے درگزر کرتا رہتا ہے لیکن ظلم وزیادتی وہ بدترین جرم ہے جسکو وہ زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کرتا ظلم وجبر کی مدت بہت مختصر ہوتی ہے اور اس کا بدترین انجام بہت جلد اسی دنیا میں سامنے آجاتا ہے مظلوموں کی آہ وبقاء عرش الہی میں لرزہ پیدا کر دیتی ہے اور خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے ظالم کو اللہ تعالی ڈھیل ضرور دیتا ہے مگر یہ مدت بہت ہی مختصر ہوتی ہے بہت جلد اسکا غضب بھڑک اٹھتا ہے اسکا عبرتناک عذاب ٹوٹ پڑنے کے لیئے بے تاب

ہوتا ہے اور بہت جلد ظالم کی دردناک تباہی کا فیصلہ ہو جاتا ہے اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے

اور جب تمہارا رب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اسکی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسکی پکڑ بڑی شدید اور دردناک ہوتی ہے اور جب وہ انتقام لینے پر آتا ہے تو انتقام صرف اس ظالم اور سفاک سے ہی نہیں لیتا جسکے ہاتھ مظلوم کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور جس کے دامن پر ظلم و بربریت کے داغ ہی داغ ہیں بلکہ وہ ان لوگوں کا بھی گریبان پکڑ لیتا ہے جو حق اور ناحق کو جانتے بوجھتے حق کا اظہار زبان سے نہیں کرتے اور یہ کہنے کی جرات نہیں کرتے کہ ظلم کا سلسلہ روک دو خدا کے بندوں پر ظلم کرنے اور انکے خون سے ہولی کھیلنے کا موقع تمہیں ہرگز نہیں دیا جائے گا یہ خاموشی سنجیدگی نہیں ظلم پر ایک گونہ رضامندی ہے یہ حکمت و مصلحت نہیں ظالم سے مرعوبیت ہے سیاسی شعور نہیں بلکہ خوف.بزدلی ہے کہ کہیں اس کشاکش میں کوئی کانٹا ان کے پاوں میں نہ چبھ جائے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم یقینا میں ظالم سے انتقام لے کر رہوں گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس سے بھی ضرور انتقام لو

ں گا جس نے کسی مظلوم کو بے بسی کی حالت میں دیکھا اور قدرت رکھنے کے باوجود ا
سکی مدد نہیں کی

مظلوم خواہ کسی طبقے سے ہو کسی نسل سے ہو اور کوئی بھی مذہب رکھتا ہو قابل رحم
ہے قابل ہمدردی ہے اور اس لائق ہے کہ اسے ظلم سے نجات دلائی جائے اور ظالم کو
ایسی سزا دی جائے کہ ہمیشہ کے لیئے اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں ۔

# (لیکچر نمبر ۳ عورت کے حقوق (حصہ اول

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں خدا کی قسم ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کسی شمار میں نہ لاتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے حقوق میں نازل کیا جو کچھ کہ نازل کیا اور مقرر فرمایا جو کچھ کہ مقرر فرمایا (بخاری) حضرت عمر فاروق کے اس بیان اور اس کے علاوہ زمانہ جاہلیت کے بارے میں ملنے والے تاریخی مواد سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور بیٹی کی پیدائش کو ننگ و عار کی بات سمجھا جاتا تھا سورۃ النحل آیات ۵۸،۵۹ میں فرمایا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اسکے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے

لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بڑی خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیئے رہے یا اسے مٹی میں دبا دے۔۔۔

زمانہ جاہلیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ بعض قبائل میں سنگدلی اس انتہا

تک پہنچی ہوئی تھی کہ بیٹی پیدا ہونے پر اسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا سید ابو اعلیٰ مو دودی جاہلیت کی اس قبیح رسم پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا یہ بے رحمانہ طریقہ قدیم زمانے میں مختلف وجوہ کے باعث رائج ہو گیا تھا ایک معاشی خستہ حالی جس کے باعث لوگ چاہتے تھے کہ کھانے والے کم ہوں اور اولاد کو پالنے پوسنے کا بار ان پر نہ پڑے بیٹوں کو تو اس امید پر پال لیا جاتا تھا کہ بعد میں وہ حصول معیشت میں ہاتھ بٹائیں گے مگر بیٹیوں کو اس لیئے ہلاک کر دیا جاتا تھا کہ انھیں جوان ہونے تک پالنا پڑے گا اور پھر انھیں بیاہ دینا ہوگا

------

دوسرے عام بدامنی جسکی وجہ سے بیٹوں کو اس لیئے پالا جاتا تھا کہ جس کے جتنے زیادہ بیٹے ہونگے اسکے اتنے ہی حامی ومددگار ہونگے مگر بیٹیوں کو اس لیئے ہلاک کر دیا جاتا تھا کہ قبائلی لڑائیوں میں الٹی ان کی حفاظت کانی پڑتی تھی اور دفاع میں وہ کسی کام نہ آسکتیں تھیں تیسرے عام بدامنی کا شاخسانہ یہ بھی تھا کہ دشمن قبیلے جب ایک دوسرے پر اچانک چھاپے مارتے تھے تو جو لڑکیاں بھی ان کے ہاتھ لگتیں تھیں انھیں لے جا کر وہ یا تو لونڈیاں بنا کر رکھتے تھے یا بیچ دیتے تھے ان وجوہ سے عرب میں یہ طریقہ چل پڑا تھا کہ کبھی تو زچگی کے و

قت ہی عورت کے آگے ایک گڑھا کھود رکھا جاتا تھا تاکہ اگر لڑکی پیدا ہو تو اسی و قت اسے گڑھے میں پھینک کر اوپر مٹی ڈال دی جائے اور کبھی اگر ماں اس پر راضی نہیں ہوتی یا اس کے خاندان والے اس پر مانع ہوتے تو باپ بادل نخواستہ اسے کچھ مدت تک پالتا اور پھر کسی وقت صحرا میں لے جا کر زندہ دفن کر دیتا ایسے معاملے میں شقاوت برتی جاتی تھی ۔۔۔۔۔۔

اس کا قصہ ایک شخص نے خود نبی ﷺ سے بیان کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی جب میں اسکو پکارتا تو دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا راستے میں ایک کنواں آیا میں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے کنوئیں میں دھکا دے دیا آخری آواز جو اسکی میرے کانو ں میں آئی وہ تھی ہائے ابا ۔۔۔ ہائے ابا ۔۔ یہ سن کر آپ ﷺ رو دیئے اور آپ کے آنسو بہنے لگے حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے شخص تو نے تو حضور ﷺ کو غمگین کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے مت روکو جس چیز کا اسے س خت احساس ہے اسکے بارے میں اسے سوال کرنے دو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ا پنا قصہ پھر بیان کر اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اور آپ ﷺ سن کر اسقدر روئے کہ آپ ﷺ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی ۔۔۔۔۔۔

یہ حالت تو عورت کی بحیثیت بیٹی کے تھی بیوی کی حیثیت سے بھی وہ گونا گوں پریشانیو
ں کا شکار تھی مردوں کا ان کے ساتھ یہ رویہ تھا کہ نکاحوں کی تعداد پر کوئی قید نہ
تھی چاہے کوئی مرد سو عورتوں سے شادی کرلے نہ طلاق کے معاملے میں کوئی پا
بندی تھی چاہے شوہر بیوی کو سو مرتبہ طلاق دے اور سو دفع رجوع کرلے اسلام
میں طلاق کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو صرف دو دفع طلاق دے کر رجوع کر سکتا
ہے جب وہ تیسری دفعہ طلاق دے گا تو پھر اسے رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا اور وہ
عورت پورے طور پر اسکے نکاح کی قید سے آزاد ہو جائے گی جاہلیت میں چونکہ ایسی
کوئی حد نہیں تھی جہاں جا کر رجوع کرنا حرام ہوتا ہے اس لیئے بعض خاوند بیویوں
کو عمر بھر لٹکائے رکھتے ۔۔۔۔ بار بار طلاق دیتے ۔۔۔ بار بار رجوع کر لیتے اور اسطر
ح نہ تو عورت کو ڈھنگ سے رکھتے اور نہ اسے آزاد ہی کرتے کہ وہ کہیں اور نکاح کر
ے اسلام نے رجوع کرنے کی ایک حد قرار دے کر عورت کو بہت بڑے عذاب سے
نجات دے دی ۔۔۔۔۔۔۔

زمانہ جاہلیت میں عورت پر جو مظالم ڈھائے جاتے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ جب
کوئی شخص وفات پا جاتا تو اسکا بیٹا باپ کی جائیداد کے علا

وہ بیوہ سوتیلی ماں کا بھی مالک بن بیٹھتا تھا عورت کے ساتھ سا تھ یہ معاملہ سرف عر
ب ہی میں نہیں تھا بلکہ تاریخی بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے علاقوں میں بھی
عورت کی حالت خراب تھی مثلاً ہندوستان میں بدھ مت اور جین مت کے پیرو
عورت کو اپنی روحانی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور اس سے علیدہ
رہنے اور تارک الدنیا بن کر زندگی گزارنے کو روحانی اور اخلاقی بلندی کا ذریعہ گر
دانتے تھے بدھ مت اور جین مت کے علاوہ خود ہندوؤں کے ہاں ستی ہونے کی ظالم ر
سم کا مدتوں رواج رہا جب کسی مرد کی بیوی مر جاتی تو اسے پورا حق حاصل ہوتا کہ
دوسری شادی کر لے لیکن جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو بیوی کو میت کے ساتھ
ہی چتا میں لٹا کر زندہ جلا دیا جاتا جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو یہ ظالمانہ رسم و
ہاں موجود تھی ........ جاری ہے

## (لیکچر نمبر ۴ عورت کے حقوق (حصہ دوئم

تاریخ میں ایک مشہور واقع بیان ہوا ہے کہ کسی ہندو رانی نے ستی ہونے سے بچنے کے لیئے مغل حکمران ہمایوں سے مدد مانگی تھی اور ہمایوں اسکی مدد کو پہنچا تھا یہی حال بہت سے دوسرے علاقوں کا تھا عیسائی پادری عورت اور گناہ کو ایک ہی چیز قرار دیتے تھے یہودیوں کا یہ طریقہ تھا کہ بعض خاص حالات میں عورتوں کو گھروں ہی سے نکال دیا کرتے تھے اور ایران میں مردوں نے عورت کو مشترکہ ملکیت قرار دے رکھا تھا ماضی قریب تک بعض ایسے علاقوں میں بھی جو اپنے آپ کو مہذب قرار دیتے ہیں عورت کو ورثے کا حق حاصل نہیں تھا اور وہ اپنی ذاتی جائیداد میں بھی غیر مشروط طور پر تصرف نہیں کر سکتیں تھیں جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ خدا کا آخری پیغام لیلے کر دنیا میں تشریف لائے تو عورت اس مظلومی کی حالت میں تھی آپ ﷺ نے دوسرے مظلوموں کیطرح اس مظلوم صنف کی بھی دادرسی کی اور اسے مخصوص حقوق عطا فرمائے اور مخصوص فرائض اس کے ذمے لگا کر اسے معاشرے میں ایک باوقار اور ذمہ دار رتبہ عطا فرمایا اسلام نے عورت کی بحثیت ماں ،بہن،بیٹی ،بیوی ،خالہ وغیرہ کا کیا مقام عطا فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔

اور کس طرح اسے والدین خاوند اور بیٹے کے ترکے کا وارث قرار دے کر اور اسے مہر اور نان ونفقے کا حق دار بنا کر اسکی مالی حالت کو مضبوط کیا ہے وہ اپنی ذاتی ملکیت میں غیر مشروط طور پر تصرف کرنے کی حق دار ہے اور کوئی شخص بھی اسکی رضا مندی کے بغیر اسکے مال میں سے کچھ لے لینے کا حق دار نہیں اسی طرح بیوی کے حقوق میں یہ وا ضح کیا جا چکا ہے کہ اگر کوئی عورت خاند کے ہاتھوں نالاں ہو اور خاند اسے طلاق د ینے پر بھی آمادہ نہ ہو تو وہ خلع کے ذریعے اس سے نجات حاصل کر سکتی ہے ایسے ہی بیوہ کے حقوق میں وہ حدیث بھی بیان کی جا چکی ہے جس میں حضور ﷺ نے ہدائیت فرمائی ہے کہ کنواری لڑکی کی شادی نہ کی جائے جب تک اسکا اذن نہ لے لیا جائے اور بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اسکا حکم نہ حاصل کر لیا جائے اب یہاں قرآن و حد یث کی روشنی میں اس بات کی کچھ مزید صراحت کی جارہی ہے کہ اسلام نے کس طر ح عورت کو معاشرے میں ایک باوقار مقام عطا فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ سفر میں تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کا ایک حبشی غلام تھا جسے انجشہ کہا جاتا تھا وہ حدی پڑھتا تھا جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے اس پر آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ تیری خرابی ہو اے انجشہ ان شیشوں کو آہستہ لے چل (بخاری) حدی وہ گیت ہوتا

ہے جو سار بان گاتے ہیں تو اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں اور شیشوں سے حضور کی مراد خوا تین تھیں جو انٹوں پر سوار تھیں آپ ﷺ نے انجشہ کو ہدائیت فرمائی کہ اونٹوں کو تیز نہ چلائے تاکہ خواتین کو تکلیف نہ ہو احادیث سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کو کسی کو پناہ دینے کا حق حاصل ہے اور اسے گھر سے نکلنے مسجد کی جماعت میں شرکت کرنے مجالس خیر میں شریک ہونے اور جہاد میں حصہ لینے کی بھی اجا زت ہے اور وہ اس بات کی حقدار ہے کہ اسے زیور علم سے آراستہ کیا جائے حضرت علیؓ کی ہمشیرہ حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب بیان کرتی ہیں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں فتح مکہ کے سال حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو غسل کرتے پایا اسطرح کہ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے سامنے پردہ کیئے ہوئے تھیں میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ میں ہوں ام ہانیؓ بنت ابی طالب تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش آ مدید ام ہانیؓ پھر آپ ﷺ جب غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر آٹھ رلعت پڑھیں اسطرح کہ آپ ﷺ ایک ہی کپڑا لپیٹے ہوئے تھے پھر جب آ پ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے فلاں شخص ابن ہبیرہ نامی کو پناہ دی مگر میرا ماں جایا بھائی کہتا ہے میں اسے قتل کر دوں گا اس پر حضور نے فرمایا کہ اے ام ہانیؓ

جس کو تم نے پناہ دی اسکو ہم نے پناہ دی (بخاری)۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتیں ہیں کہ ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ رات کے وقت کسی کام کے لیئے باہر نکلیں تو حضرت عمر نے انھیں دیکھ کر پہچان لیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم سودہؓ آپ ہم سے چھپ نہیں سکتیں (یعنی ہمیں پتہ چل گیا کہ آپ باہر نکلی ہیں) حضرت سودہؓ لوٹ کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا اسوقت حضور میرے حجرے میں شام کا کھانا تناول فرمارہے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی اور جب آپ ﷺ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی تو آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ اے عورتو تمہیں اپنے ضروری کاموں کے لیئے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے (بخاری)۔۔۔۔۔۔۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد جانے کی اجازت دے دیا کرو (بخاری) حضرت عمر کی اہلیہ محترمہ فجر اور عشاء کی نمازوں میں شرکت کرنے کے لیئے مسجد جایا کرتیں تھیں اور حضرت عمر چاہتے تھے کہ وہ نہ جائیں مگر صاف الفاظ میں منع نہیں فرماتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ آ

پؓ کیوں مسجد جاتی ہیں جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اسے پسند نہیں کرتے اس پر انھوں نے کہا کہ پھر وہ مجھے روکتے کیوں نہیں لوگوں نے جواب دیا کہ وہ اس لیئے نہیں روکتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہوا ہے کہ خدا کی کنیزوں کو یعنی عورتوں کو خدا کی مساجد میں جانے سے مت روکو حفصہؓ بنت سیرین بیان کرتیں ہیں کہ ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے ایک عورت آئی جو قصر بنی خلف میں اتری میں اس کے پاس گئی تو اس نے مجھے بتایا کہ میری بہن کا خاوند رسول خدا ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوا تھا اور میری بہن چھے غزوات میں اسکے ساتھ تھی اس نے بتایا کہ ہم لوگ مریضوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے۔۔۔۔۔جاری ہے

# (لیکچر نمبر ۵ عورت کے حقوق (حصہ سوئم

اس نے رسول خداﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس لیئے وہ عید کے دن باہر نہ نکلے تو کیا اسمیں اسکے لیئے کوئی مضائقہ ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسکی ہمجولی اسے اپنی چادر کا ایک حصہ اوڑھالے اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ نیک کاموں میں شریک ہوں اور مومنین کی دعا میں حاضر ہوں ۔۔۔۔ (بخاری) حضرت ام عطیہؓ بیان فرماتیں ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن گھر سے باہر نکلیں اور نماز عید اور اجتماعی دعا میں شریک ہوں ایک اور روائیت میں آپؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم جوان پردے والی عورتوں کو عید کے دن گھر سے باہر نکالیں (تاکہ وہ نماز اور دعا میں شرکت کریں ) ۔۔۔۔۔۔ (بخاری) قومی کاموں میں سب سے بڑا کام خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لیئے جہاد کرنا اور اسلامی ریاست کی حفاظت کرنا ہے صحابیاتؓ کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ جہاد میں بھی حصہ لیتی رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

صیح بخاری میں ایسی کئی احادیث بیان ہوئی ہیں جن سے صحابیاتؓ کے جہاد میں شریک ہونے کا پتہ چلتا ہے حضرت عائشہؓ بیان کرتیں ہیں کہ جب

حضور سفر پر جاتے تو امہات المومنینؓ کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کے نام قرعہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے ایک دفعہ جب آپ ﷺ جہاد پر جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے قرعہ ڈالا تو قرعہ میرے نام نکلا پس میں حضور ﷺ کے ساتھ گئی حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ دونوں اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھیں پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے لا تیں تھیں اور پیاسے لوگوں کے منہ میں ڈال دیتیں تھیں پھر لوٹ جاتیں تھیں انھیں بھرتیں تھیں اور پھر لاکر انھیں پیاسے لوگوں کے منہ میں ڈالتیں تھیں ........

حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ کی کچھ خواتین کو کچھ چادریں تقسیم فرمائیں تو ایک نہایت عمدہ چادر بچ گئی پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ آپؓ یہ چادر اپنی اہلیہ محترمہ کو دے دیں حضرت عمر کی اہلیہ محترمہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی اور حضور کی نواسی تھی مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ام سلیطؓ (صحابیہ) اسکی زیادہ مستحق ہیں وہ احد کے دن ہمارے لیئے مشکیں بھر بھر کر لاتیں تھیں حضرت ربیعؓ بنت معوذ صحابیہ فرماتیں ہیں کہ ہم جہاد میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ جاتے اور زخمیوں کا علاج کرتے تھے اور مقتول لوگوں کو اٹھا کر مدینے لاتے تھے حضرت ام حرامؓ بیان کرتیں ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے ان کے گھر

میں قیلولہ فرمایا پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہو گئے حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس بات پر ہنسے آپ ﷺ نے فرمایا میں خواب میں اپنی امت کے ایک گروہ کو دیکھ کر خوش ہوا جو سمندر پر اسطرح سوار ہونگے جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجیئے خدا مجھے ان میں سے کرے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم انھیں میں سے ہو پھر آپ ﷺ سو گئے اور پھر ہنستے ہوئے بیدار ہو گئے اور اسی طرح دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا میں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجیئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کرے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں میں سے ہو پھر حضرت عبادہؓ بن صامت نے ام حرامؓ سے شادی کر لی اور انھیں ساتھ لے کر جہاد میں گئے پھر جب حضرت ام حرامؓ واپس لوٹیں تو سواری کو ان کے قریب لایا گیا تاکہ وہ اس پر سوار ہوں تو وہ گر پڑیں اور انکی گردن کچلی گئی (بخاری)۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مرد تو آپ کی باتیں سن کر چلے جاتے ہیں پس آپ ﷺ اپنی طرف سے ہمارے لیئے کوئی دن مقرر فرما دیجیئے جس میں

ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ آپ ہمیں وہ علم سکھائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے اس پر حضور نے فرمایا کہ اچھا تم فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ پر جمع ہو جانا چنانچہ وہ عورتیں جمع ہو گئیں اور حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لا ئے اور جو علم آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا اس میں سے انھیں تعلیم دی بخاری) حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا آ کھڑے ہوئے پہلے ) نماز پڑھی پھر لوگوں کو خطبہ دیا پھر جب فارغ ہوئے تو اترے اور عورتوں کے پاس آئے اور انھیں نصیحت کی اس حال میں کہ اس حال میں کہ آپ ﷺ حضرت بلال کے ہاتھ پر تکیہ کیئے ہوئے تھے اور حضرت بلال نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا اور عورتیں اس میں صدقات ڈال رہیں تھیں راوی کہتے ہیں کہ میں نے عطار سے پوچھا کہ کیا اب آپ امام پر یہ بات واجب سمجھتے ہیں کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس آئے انھیں نصیحت کرے انھوں نے فرمایا کہ بے شک یہ ائمہ پر واجب ہے اور انھیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے (بخاری)۔۔۔۔۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتیں ہیں کہ ایک رات رسول خدا ﷺ گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے سبحان اللہ اللہ نے کیسے کیسے خزانے نازل فرمائے اور کیسے کیسے فتنوں کا نزول ہوا ہے ! کون ہے جو ان حجرے والیوں کو جگا دے تا کہ نماز پڑھیں بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں لباس

پہنتی ہیں مگر آخرت میں عریاں ہوں گی راویہ کا کہنا ہے کہ حجرے والیوں سے آپ کی مراد اپنی ازواج مطہرات تھیں (بخاری) موجودہ زمانے میں عورت کے حقوق میں سے ایک بہت بڑا حق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے کمانے کی آزادی حاصل ہو ہمیں قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نص نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ اگر کوئی عورت خاند کی اجازت سے کمائے تو یہ کمائی ناپسندیدہ بات ہے ام المومنین حضرت خدیجہ تاجر تھیں اور ام المومنین حضرت زینب کے حالات میں ملتا ہے کہ آپؓ چمڑہ رنگنے کا کام کرتیں تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی اسے راہ خدا میں صرف کرتیں تھیں ۔۔۔۔۔۔ لہٰذا عورت اگر سرپرست کی اجازت سے کمائے تو اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا یہ علیحدہ بات ہے کہ اس شے کو اگر وبائی شکل میں پھیلا دیا گیا تو انجام کار عورت ہی کو نقصان پہنچے گا خدا نے اسکی کفالت دوسروں کے کندھوں پر ڈالی ہے اور اسے حق دیا ہے کہ وہ ان سے اپنے جائز اخراجات پورے کروائے اب اپنی کفالت کو اپنے ہی کندھوں پر لادنے پر بے جا اصرار حقوق طلب کرنا نہیں بلکہ فرائض طلب کرنا ہے اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان پر بغور نگاہ ڈالنے کے بعد تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان عورت کی مظلومی کی داستان کس بنیاد پر قائم کی گئی ہے لیکن جب موجودہ مسلم معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو یہ ہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ داستانیں بھی

بے بنیاد نہیں کیونکہ اسلام نے تو عورتوں کو حقوق عطا کیئے تھے مگر مسلمان کہلانے والے مردوں نے انھیں غصب کر لیا چونکہ لوگ دوسرے مذاہب کی مقدس کتب کو کھول کر نہیں پڑھتے بلکہ ان مذاہب کو سننے والوں کے طرز عمل کو دیکھ کر اندازے لگاتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔

اس لیئے انھوں نے بجا طور پر یہ ہی سمجھا کہ عورت مظلوم ہے اب ہمارے لیئے کرنے کا کام یہ ہی ہے کہ معاشرے میں وہ اسلامی انقلاب لانے کی کوشش کریں جو دوسری بھلائیوں کے علاوہ مسلمان عورت کو اسکا صحیح مقام بھی دلوائے اور اسے معزز کرے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ختم شد

(بنت الاسلام)

## ماڈرن کون۔۔۔۔۔؟

آپکو گھٹن نہیں ہوتی اس نقاب میں۔۔۔۔۔۔۔؟
میرا دل اللہ نے اس کے لیئے کھول دیا سو گھٹن کیسی۔۔۔۔۔؟اور ویسے بھی مسلمان لڑکی تو بہت مضبوط ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔
کیا بہت پڑھے لکھے ماڈرن قسم کے لوگوں کے درمیان بیٹھے آپکو احساس کمتری نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔؟
بہت ماڈرن قسم کے لوگ تو میرے جیسے ہی ہوتے ہیں نا۔۔۔۔۔ میری شریعت تو دنیا کی سب سے ماڈرن جدید شریعت ہے احساس کمتری تو انھیں ہونا چاہیئے جو جاہلیت کے زمانے کا تبرج کرتے ہیں۔۔۔۔۔
تبرج سمجھتی ہو۔۔۔۔۔؟تم نے دبئی کے وہ اونچے اونچے ٹاورز تو دیکھے ہونگے ۔۔۔۔۔برج العرب۔۔۔۔برج الخلیفہ۔۔۔۔۔اسی برج سے یہ تبرج نکلا ہے کسی شے کو اتنا نمایاں اور خوبصورت بنانا کہ دور سے نظر آئے۔۔۔۔۔۔۔۔
وہ صدیوں پہلے یوسف علیہ اسلام کے مصر کی عورتیں تھیں وہ ابو جہل کے عرب کی عورتیں تھیں جو زیب وزینت کرکے مردوں کے درمیان سے گزرتیں تھیں اگر استنبول کی لڑکیاں ان قدیم زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی

پیروی کرتیں ہیں تو وہ ماڈرن تو نہ ہوئیں نا۔۔۔۔۔ماڈرن تو میں ہوں ۔۔۔۔۔تم
ہو پھر شرمندگی کیسی۔۔۔۔۔۔؟

## محبت کا دن

شائد اس لیئے کہ لفظ محبت میں بہت کشش ہے یا پھر اس دور میں محبت و خلوص کی تلاش میں انسان اندھا ہو کر رہ گیا ہے کہ جہاں اسے اس لفظ کا شور سنائی دیتا ہے وہ پاگلو ں کیطرح اسکا پیچھا کرنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ اندھی تقلید سے بھی گریز نہیں کرتا جہاں محبت نے دنیا میں امن و امان قائم کیا ہے وہیں اس نام محبت نے ہستے بستے انسانوں کے درمیان جنگیں بھی کروائیں ہیں محبت پاکیزہ ہو محبت مثبت ہو محبت مثالی ہو تو اور بات ہے جس محبت میں بربادی ہو نقصان ہو منفی طریقے سے کی جائے تو وہ نہ صرف معاشرے کے لیئے بے فائدہ اور نقصان دہ ہے بلکہ آپ اور میں سب ہی اسکی لپیٹ میں آ جاتے ہیں جسطرح ویلنٹائن ڈے نامی محبت کے دن نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے ہمارے بزرگوں کے نزدیک جو دن شرم و حیا کے دن ہوا کرتے تھے آجکل کی نوجوان نسل میں وہ دن عیاشی اور انجوائے منٹ کے دن سمجھے جاتے ہیں اور اس بے حیائی اور بے شرمی کو ہم نوجوانوں کے رائٹ کے لقب سے پکارتے ہیں کتنے شرم کی بات ہے کہ آجکل کے ہمارے ماڈرن بزرگ جو دراصل لاعلم اور حقیقت سے انجان ہیں اپنے بچوں کو ویلنٹائن ڈے منانے پر اسپورٹ کرتے ہیں ان کے لیئے اس دن کی چند مثالیں ہیں جن سے وہ سبق حاصل کر سکتے

ہیں یہ مثالیں نہ تو فرضی ہیں اور نہ ہی کوئی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ایسے قصے ہیں جو اسی ملک پاکستان سے لیئے گئے ہیں پہلا قصہ اقصی نامی ایک لڑکی کا ہے جسکی عمر بمشکل پندرہ سال ہو گی لیکن وہ وقت سے پہلے ہی ٹی وی انٹرنیٹ اور موبائل کی بدولت اتنی بڑی ہو گئی تھی کہ اپنے فیصلے خود کرنے لگی تھی والدین اسکی حرکات و سکنات سے بے خبر اپنی دنیا میں مگن تھے ۲۰۱۴ میں ۱۴ فروری کے دن جب وہ بن سنور کر گھر سے باہر نکلی تو اسکے کئی لڑکے دوست یعنی بوئے فرینڈز اسے ملے انہوں نے جب اسکی جانب دیکھا تو اسکی خوبصورتی کو دیکھ کر ان کی نیت خراب ہو گئی لہذا ویلنٹائن ڈے تھا اسکے بوئے فرینڈز نے اسے گلاب کے ساتھ گفٹ پیش کئے تو اسکی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا جن میں سے فہد نامی ایک لڑکے نے اسے ڈنر پر لے جانے کے لیئے کہا اور وہ فورا مان گئی کینڈل لائٹ ڈنر کے دوران کافی رومینٹک باتیں اور عہد و پیمان ہوئے اور پندرہ فروری کے دن جب وہ گھر واپس آئی تو وہ زندہ نہیں تھی بلکہ مردہ حالت میں سمندر سے ملی پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد پتا چلا کہ اس کو تشدد کر کے مراگیا ہے اور تحقیق سے بات سامنے آئی کہ فہد جو اسکا بوئے فرینڈ تھا اس سے ناجائز تعلق بنانا چاہتا تھا وہ نہ مانی تو اسکے انہی بوائے فرینڈز نے جو اسے محبت کے دن پر پھول پیش کرتے تھے اسے اجتماعی زیادتی کے بعد قتل کر دیا۔۔۔۔۔۔۔یہ تو تھا محبت کے دن کا اور آ

جنگل کی محبت کا ایک قصہ۔۔۔۔۔۔افسوس کہ ہم ایسے واقعات کے بعد بھی نہیں سو چتے۔۔۔۔۔۔۔۔خیر اب دوسرا قصہ بھی پیش نظر ہے زری اپنے والدین اپنے والد ین کی اکلوتی بیٹی تھی گھر میں والدین کسی چیز کی کمی نہ ہونے دیتے تھے ذات کے پٹھان تھے غیرت منداور اصول پرست ان کے نزدیک تو محبت بھی وہ ہوتی ہے جوا صول سے کی جائے دوسری صورت میں وہ محبت نہیں گناہ ہوتا ہے جس پر انسان مو ت کا مستحق رہ جاتا ہے باقی تمام صورتیں ختم ہو جاتیں ہیں زری حسن و جمال میں بے مثال تھی وہ صوبہ سرحد کے شہری تھے پشاور میں رہائش تھی میٹرک کلاس کی سیدھی سادھی لڑکی تھی کہ انکے خاندان کا ایک لڑکا جس نام گل تھا جب انگلینڈ سے پڑھ لکھ کر آیا تو ۱۴ فروری نامی اس ڈے کو بہت مانتا تھا جب ایک دن زری سکول سے آ رہی تھی تو گل کی اس پر نظر پڑی تو وہ دیکھتا ہی رہ گیا وہ بلکل ایسی تھی جیسے آسمان سے کوئی پری اتری ہو مگر اپنے حسن و جمال سے بے خبر۔۔۔۔۔۔۔۔گل اسے دیکھتے ہی اسکی جانب بڑھا اپنا تعارف کروایا اسکا تعارف پوچھا اور آگے بات بڑھانے کی کو شش کرنے لگا بد قسمتی سے ویلنٹائن ڈے بھی آ گیا ویلنٹائن ڈے کو اس نے زری کو ڈھیروں پھول چاکلیٹ اور گفٹ دیئے اور اسے دور کسی پارک میں بہلا پھسلا کر لے گیا عین اسوقت جب ان دونوں کے ہاتھوں میں ہاتھ تھے تو زری کے چچا نے ا نھیں دیکھ لیا اور دیکھتے ہی دونوں کو گولی سے اڑا دیا انجام کار یہ کہ یہاں بھی

محبت نفرت کی آگ میں خاک ہو گئی ۔۔۔۔۔۔اور جناب والی وہ محبت ہی کیا جو نفر
ت کی آگ میں خاک ہو جائے بلکہ محبت تو وہ ہوتی ہے جو نفرت کی آگ میں بھی
گلزار بن جائے ،،،،،،،،،،لہٰذا محبت کے دن کا ایک اور قصہ مختصر بیان کرتی ہوں
۔۔۔۔۔۔۔۔۔دعا لوگ آٹھ بہنیں تھیں وہ بھی والدین پر بوجھ ۔۔۔۔۔۔۔ ہوا یوں
کہ پنجاب کے ایک گاوں کی رہائشی دعا جس کی عمر ۲۱ سال تھی بہنوں میں تیسرے
نمبر پر تھی اور بھائی ایک ہی تھا سب سے بڑا بارعب حکمرانی کرنے والا لہٰذا خود کشی
سے کچھ دن پہلے وہ بہانے بہانے سے گھر سے باہر جاتی اور بے چین سی گھر میں واپس
آجاتی گھر میں اسکی بہنوں نے اسے نوٹس تو کیا مگر کچھ نہ کہا وہبھی چپ چاپ سی بیٹھی
رہتی اور کسی سے کچھ نہ کہتی کہ ایک دن اچانک وہ پوائزن لے کر مر گی یعنی اس نے
خود کشی کر لی وہ دن تھا چودہ فروری ۲۰۱۵۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قصہ یہ تھا کہ جس لڑکے
سے چکر چلایا تھا ۱۴فروری کو وہ لڑکا اسے برباد کرکے شہر بھاگ گیا تھا وہ اپنی بربا
دی کو نہ چھپا سکتی تھی جسکی وجہ سے اسے خود کشی کرنا پڑی سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس
ان پڑھ جاہل دیہاتی لڑکی کو اس محبت کے دن کا کیسے علم ہوا تو جناب عالی اس کا بندو
بست ہماری گورنمنٹ نے کیبل کے ذریعے کر دیا ہے ۔۔۔۔۔جی ہاں اب دیہاتوں
میں بھی یہ بیماری عام پائی جاتی ہے یہ تو تھا محبت کے دن کا تیسرا قصہ
۔۔۔۔۔۔۔۔اب چوتھا قصہ بھی ملاحظہ فرمایئے میری ایک جاننے والی نے

بتایا کہ ہماری ایک آنٹی تھی کافی خوبصورت اور شوخ و چنچل قسم کی اسکے دو بچے تھے سارا دن وہ ٹی وی پر انٹرنیٹ اور موبائل پر لگی رہتی بچے ادھر ادھر ہمسائیوں کے گھر میں چھوڑ دیتی یا روتے دھوتے رہتے ایک دن ایسا ہوا کہ ایک شخص ان کے دروازے پر آیا جو کہ آنٹی کیطرح ادھیڑ عمر تھا حلیئے سے کافی ماڈرن لگ رہا تھا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا پوچھنے لگا یہ رضیہ کا گھر ہے ہم نے بتایا بلکل رضیہ کا گھر ہے دروازہ کھٹکھٹایا تو آنٹی رضیہ صاحبہ گھر سے باہر نکلی تو انکل نے کچھ پھول اور گفٹ آنٹی کو تھما دیئے کہ اسی دوران اس کے شوہر انکل عثمان بھی کسی کام سے گھر آئے اور سب کچھ دیکھ کر حیران رہ گئے وہ غصے سے پھٹ پڑے اور وہیں پر دروازے میں رضیہ کو طلاق دے دی جانتے ہیں آپ وہ کونسا دن تھا۔۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔چودہ فروری یعنی ویلنٹائن ڈے۔۔۔۔۔۔۔۔محبت کا دن تھا۔۔۔۔۔۔۔۔آخری قصہ مختصر بیان کرتی چلوں جو کہ کچھ اسطرح ہے ثانیہ ایک امیر ترین باپ کی بیٹی تھی جبکہ حارث اسکا ایک غریب یا متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والا دوست تھا ثانیہ یونہی محبت کے دن اسے گفٹ اور پھول تھما کر کہتی حارث دیکھو میں اپنے سارے فرینڈز کو دیتی ہوں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا اسکے باوجود حارث کے دل میں ثانیہ کے لیئے محبت نامی جذبہ ابھرنے لگا ثانیہ کے لاکھ کہنے کے باوجود حارث ثانیہ پر مرنے لگا اور حارث کے لاکھ کہنے کے باوجود ثانیہ اسے ۱۴

فروری کو گفٹ اور پھول ضرور پیش کرتی جب حارث اکی محبت میں بری طرح انولو ہو گیا تو رہ نہ سکا ثانیہ کا اسے ملنا ناممکن تھا لہذا اس نے فرط جذبات میں آ کر خود کشی کر لی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔لہذا یہ تھیں وہ چند مثالیں محبت کے دن کی جو ہمارے معاشرے نے قائم کیں یہ تو چند قصے تھے جو کہ میرے ذریعے سے آپ تک پہنچے ورنہ سے تو ہر سال سینکڑوں ایسے واقعات ایسے پیش آتے ہیں جنکا تعلق خالصتا اس دن سے ہے اب آپ ہی فیصلہ کیجیئے کیا یہ محبت کا دن ہے ؟اگر محبت کا دن ہے تو کیا محبت معاشرے میں بدامنی نقصان اور برائیاں پھیلانے کا نام ہے ؟کیا آپ کے خیال میں ایسے دن کو اسپورٹ کرنا عقلمندی ہے ؟کیا ہمیں ویلنٹائن ڈے منانا چاہیئے ؟کیا ہمارا معاشرہ اس دن کو تسلیم کرتا ہے ؟سب سے اہم بات مسلمانوں کے لیئے۔۔۔۔۔۔۔۔کہ کیا اسلام اس دن کو منانے کی اجازت دیتا ہے ؟کیا ایسی بے ہودگی اور خطرناک بیماری کے پھیلنے پہ ہمیں خاموش رہنا چاہیئے ؟ذرا سوچیئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدارا ذرا سوچیئے۔۔۔۔۔۔

کیا یہ محبت کا دن ہے ؟

## مالدار بنانے کا آزمودہ راز

محبوب العارفین ہادی طریقیت علم و عرفان کا سمندر سرمایہ خاندان قادری ہجویر
ی حضرت خواجہ سید محمد عبداللہ ہجویری رحمۃاللہ علیہ کا مالدار بنانے کا آزمودہ
راز۔۔۔۔۔زندگی بھراور رمضان المبارک میں.برکت والی تھیلی کا خاص
عمل۔۔۔۔۔ قارئین کچھ دن پہلے اچانک دل میں خیال آیا کہ رمضان المبارک قر
یب ہے تو کیوں نہ قارئین کو اپنے حضرت رحمۃاللہ تعالی علیہ کا ایک ایسا عمل دوں
جو رمضان میں انفرادی طور پر میں سالہا سال سے بتاتا چلا آ رہا ہوں اور میرے
حضرت خواجہ سید محمد عبداللہ ہجویری رحمۃاللہ علیہ ستر سال سے اپنے بڑوں کے
اور اپنے تجربات سے اسکو باکمال ثابت کر چکے ہیں عمل کیا ہے واقعی مالدار بننے کا ا
یک انوکھا راز ہے جو ہر شخص کر سکتا ہے آج مفلسی کا دور ہے مہنگائی کا دور ہے غربت
راز.بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے تنگ دستی اپنے عروج پر ہے ہر شخص مہنگائی قحط آفات
اور بلیات میں مبتلا ہے زمانے کی پریشانیاں بہت زیادہ ہیں ایسے دور میں لوگوں کو
ایک ایسا عمل چاہیئے جو عمل واقعی بے خطا ہو اور جس عمل کے اندر واقعی تاثیر ہو
۔۔۔۔۔ قارئین آج میں وہ عمل آپ کو دے رہا ہوں جو یقینا آپ اور آپ کی نسلو
ں کے لیئے ایک سو فیصد تیر ہے

خطا اور آزمودہ ثابت ہوگا اس عمل کی داستان یوں ہے یہ ۱۹۸۴ کی وہ سہانی صبح تھی جب میں اپنے شیخ حضرت خواجہ سید محمد عبداللہ ہجویری مجذوب رحمۃاللہ تعالی سے منسلک ہوا کچھ ہی ماہ کے بعد رمضان المبارک آ گیا تو رمضان المبارک میں میں نے بہت سے لوگوں کو حضرت سے برکت والی تھیلی کا عمل سمجھتے سنا چونکہ ابتداء تھی علم نہیں تھا اس لیئے حیران بھی ہوا یا خدا یہ عمل کیا ہے۔۔۔؟ پتا چلا کہ حضرت کی ترتیب ہے کہ ہر رمضان میں ایسے لوگوں کو جو مفلسی تنگ دستی قرضوں کا شکار ہوں یا ایسے لوگ جن پہ عیال داری زیادہ ہو گھر کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں رزق کی کمی ہو مسائل اور پریشانیوں نے تنگ کر رکھا ہو تو ان لوگوں کے لیئے یہ عمل حضرت رحمۃاللہ علیہ فرماتے تھے اور بے شمار لوگوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت ہی کے زمانے میں تنگدستی سے تونگری مفلسی سے مالداری غربت سے امیری تک دیکھا حضرت اس تھیلی کے بارے میں جو روائیت فرماتے تھے وہ یہ کہ میرے شیخ کا بھی یہ معمول تھا کہ وہ رمضان المبارک میں لوگوں کو تھیلی کا عمل بتاتے اور لوگ دور دور سے رمضان سے پہلے آ کر سنتے سیکھتے سمجھتے اور کرتے یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ رمضان میں حضرت سے جا کر لازم اس تھیلی والے عمل کے بارے میں پوچھنا ہے ۔۔۔ قارئین اس تھیلی والے عمل کے لیئے میں نے بہت سے لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا کہ تھیلی نہیں ہے یہ ایک خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور

پورے رمضان میں اس تھیلی پہ ہم عمل کرتے ہیں اور آئندہ رمضان میں اور پھر سارا سال بھی کرتے رہتے ہیں اور آئندہ رمضان میں اس تھیلی کی تجدید کرنے کے لیئے اس پر پھر عمل کرتے ہیں رمضان المبارک میں اللہ کی برکتیں بیکراں ہوتی ہیں جہاں جنت ملتی ہے وہاں رزق بھی ملتا ہے وہاں وسعت بھی ملتی ہے آئیں ہم اس رمضان سے خصوصی فائدہ اٹھائیں ۔ہاں۔ ایک بات میں بتاوں آپ کو ضرور فائدہ ہوگا میں یہ نہیں کہتا کہ کریں گے فائدہ ہوگا بلکہ ضرور ہوگا انشاء اللہ ۔۔۔۔۔اللہ والو اس عمل کو دینے سے پہلے اتنا ضرور عرض کروں گا جتنا اللہ کی رضا کو سامنے رکھ کر جتنا دل کی گہرائیوں سے یہ عمل کریں گے اتنا اسکا فائدہ نصیب ہوگا اور اتنا اسکا نفع نصیب ہوگا میرے پاس اتنے واقعات ہیں اور ایسے واقعات ہیں کہ جو لوگ خودکشیوں کیطرف مائل ہو رہے تھے گھر چھوڑ چکے تھے بیوی بچے چھوڑ چکے تھے غربت تنگدستی اور قرضے نے انھیں کفر کیطرف مجبور کر دیا تھا بلکہ میری زندگی میں ایک واقعہ ایسا بھی آیا ہے کہ ایک شخص نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا میں نے اسکی منت کی اور اسکو بٹھا کر بہت دیر ترغیب دی اور اسکو برکت والی تھیلی کا عمل بتایا اور اسکو کرنے کو کہا اللہ کا فضل ہے وہ کہنے لگا کہ تین عیدیں میں نے نہیں پڑھیں لیکن اس رمضان کی عید اس نے پڑھی اور پھر تجدید ایمان کیا اور تجدید نکاح کیا اور مسلمان ہوا اور اللہ پاک نے اسے مالدار اور غنی کر دیا

ایک دوسری بات ضرور عرض کروں گا کہ اللہ پاک آپ کو مالدار اور غنی کردے
اسمیں غریبوں کو نہ بھولنا اپنے صدقہ خیرات میں زیادہ سے زیادہ ان کو عطا کرنا
جس کریم نے آپکو مفلسی اور تنگدستی کے بعد یہ نعمتیں عطا کی ہیں اس کریم کی مخلوق کو
نہ بھولیئے گا اس مخلوق کو برکت والی تھیلی کے حصے میں ضرور شامل کیجیئے گا اور ایک
اور خاص بات اس عمل کو آپ پھیلا سکتے ہیں آپکو اسکی اجازت ہے۔۔۔ قار
ئین۔۔۔اس عمل کو پھیلائیں اس لیئے کہ آپ رمضان سے پہلے برکت والی تھیلی کی
تیاری رکھیں اور اس عمل کو ابھی سے شروع کردیں اور جو رمضان کا خاص عمل ہے
وہ صرف رمضان میں کرنا ہے گھر کا ہر فرد پڑھے جتنے افراد پڑھ سکتے ہیں پڑھیں اور
برکت والی تھیلی پر دم کریں سارا سال آپ سارے وظیفے پڑھیں لیکن جو رمضان کا و
ظیفہ ہے جو رمضان کی عبادت ہے اسکی فضیلت نہیں مل سکتی یہ بہت برکت والا عمل
ہے بہت رحمت والا عمل ہے اور بہت فیضان سے بھرا ہوا عمل ہے جتنا زیادہ توجہ د
ھیان سے گڑگڑا کر کریں گے اتنا اللہ پاک اس عمل کی رحمت فرمائیں گے میری طر
ف سے تمام قارئین کو اجازت ہے اور اسکو آگے پھیلانے کی بھی اجازت ہے

۔۔۔۔۔۔رمضان المبارک کا مخصوص عمل۔۔۔۔۔

صبح و شام ۱۲۹ دفعہ سورہ کوثر مع تسمیہ اول و آخر درود شریف سات سات بار: (۱

۔۔۔۔۔

چاند رات کو ۳۱۳ دفعہ سورہ کوثر مع تسمیہ اول و آخر درود شریف سات: (۲

سات بار رات کے کسی بھی حصے میں -----

دسواں روزہ گیارہویں کی رات ۳۱۳ دفعہ سورہ کوثر مع تسمیہ اول وآخر درود: (۳
شریف سات سات بار------

بیسواں روزہ اکیس رمضان کی رات بھی ۳۱۳ دفعہ سورہ کوثر معہ تسمیہ اول وآخر: (۴
درود شریف سات سات بار-------

ستائیسویں شب گیارہ گیارہ بار اول وآخر درود شریف اور ۱۱۰۰ بار سورہ کوثر: (۵
------

عید والے دن عید کی نماز سے فارغ ہوکر ۳۱۳ دفعہ سورہ کوثر معہ تسمیہ اول و: (۶
آخر درود شریف سات سات بار-----

اگر یہ علم کسی مجبوری کے پیش نظر رات میں نہ ہوسکیں تو دن میں بھی کر سکتے ہیں سوائے ۲۷ ویں شب کے عمل کے کہ وہ صرف رات ہی کو کرنا ہے ۱۱۰۰ مرتبہ سارے گھر کے افراد انفرادی طور پر بھی پڑھ سکتے ہیں یا چند افراد مل کر پڑھ لیں اور برکت والی تھیلی پر عمل کر دیں اور دعا کرکے پھر سو جائیں ----خواتین ایام کے دنوں میں یہ عمل نہ کریں بلکہ بعد میں اسکی قضا کرلیں درود شریف جو بھی آسانی سے یاد ہو پڑھ سکتے ہیں --------------زندگی بھر کے لیئے سورہ کوثر کا بابرکت عمل

------------روزگار کی مشکلات اور گھر میں خیر وبرکت کے لیئے نہائیت ہی پرتاثیر عمل جسکی

تعریف الفاظ نہیں مشاہدہ ہے۔۔۔۔۔ عمل کا طریقہ۔۔۔۔۔۔کپڑے کی ایک عدد تھیلی جو بآسانی جیب میں آسکے اسپر صبح وشام ۱۲۹ دفعہ سورہ کوثر مع تسمیہ اور اول وآخر سات سات بار درود شریف پڑھ کر دم کریں اس کے علاوہ دن میں جتنی دفعہ بھی تھیلی میں نوٹ ڈالیں یا نکالیں ایک دفعہ سورہ کوثر پڑھ کر دم کرلیا کریں یہ عام معمول کی زندگی کا عمل ہے جس سے لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہوا اور ہو رہا ہے آپ خود بھی یہ نہائیت ہی آسان عمل زندگی میں لائیں اور صدقہ جاریہ اور برکت کو عام کرنے کی نیت سے دوستوں کو متعارف کرائیں اور خدا پاک کی غیبی مدد کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔۔۔۔ (حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی

## لہو ہمارا بھلا نہ دینا۔۔۔۔۔!!!

مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔۔۔۔ میں اذان سننے کے بعد نماز ادا کرنے لگی ۔۔۔۔۔آج گھر کا ہر فرد بے چین اور مغموم نظر آ رہا تھا۔۔۔۔ میرے خیال سے آپریشن ہو کر رہے گا۔۔۔ بھائی نے تشویش سے کہا۔۔۔ نہیں نہیں ۔۔۔اللہ نہ کرے۔۔۔اندر چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اور کمسن طالبات ہیں ۔۔۔اور دوسری بات ۔۔۔یہ پاکستان ہے ۔۔۔۔اسلام کا قلعہ ہے ۔۔۔۔یہاں ایسا آپریشن کرنے سے پہلے حکومت سو بار سوچے گی ۔۔۔۔مجھے لگتا ہے اوپر سے آرڈر آ چکا ہے ۔۔۔۔اب کچھ نہیں ہو سکتا ۔۔۔مشرف ایکشن لینے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔۔۔۔یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔۔۔۔بغیر کسی ثبوت کے اتنا بڑا آپریشن کیسے کر دیں گے ۔۔۔۔اچھا چلو نیوز دیکھتے ہیں ۔۔۔ میں نے لپک کر ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کرکے سب سے پہلے جیو نیوز چینل لگا لیا۔۔۔ خبر چل رہی تھی کہ رینجرز نے مکمل طور پر جامعہ حفصہ کا گھیراؤ کر لیا۔۔۔اندر بھاری اصلحہ اور دہشت گرد موجود ہیں ۔۔۔۔پرویز مشرف نے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آپریشن کر دینے کا الٹی میٹم دے دیا۔۔۔۔ میں میڈیا کو بہت اچھے طریقے سے سمجھتی تھی ۔۔۔اور ان دنوں آج چینل پر کام کر رہی تھی ۔۔۔۔ساتھ ساتھ ماس کمیونیکیشن کی اسٹوڈنٹ بھی تھی ۔۔۔۔پارٹ ٹائم جاب میری مجبوری تھی ۔۔۔۔اور

مجھے انگریزی تعلیم حاصل کروانا میرے باپ کا جنون تھا۔۔۔۔خیر میں نے خبر سنی اور خبر سنتے ہی حواس باختہ سی ہو گئی۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔اصلحہ۔۔۔؟ اور دہشت گرد۔۔۔؟ میرے اندر ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔۔۔۔اتنا بڑا ظلم۔۔۔! اتنا بڑا جھوٹ۔۔۔! کیا یہ سب دہشت گرد ہیں۔۔۔؟ میں نے سوچا۔گھر میں باتیں چلنے لگیں۔۔۔کتنا بڑا ظلم ہونے جا رہا ہے۔۔۔تو کسی نے کہا۔۔۔۔کہ آپریشن ہو جائے تو اچھا ہے۔۔۔۔کسی نے دعا دی خدایا ان معصوموں پر رحم کر۔۔۔کسی نے دعا دی خدایا انہیں بچا لینا۔۔۔کسی کی دعا تھی خدایا انکا شمار شہدا میں کرنا۔۔۔۔جتنے منہ تھے اتنی باتیں ہونے لگیں۔۔۔جبکہ میری نگاہیں ننھی عائشہ پر جمی ہوئیں تھی۔۔۔جو کہ ایک مدرسے ہی کی طالبہ تھی۔۔۔۔میں مریم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔کم سن اور معصوم زینب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔اور میں نے سوچا نازیہ کتنی بے ضرر اور ذہین ہے۔۔۔اس نے تو ایک سال میں حفظ کر لینا تھا۔۔۔اور عبداللہ تو بہت چھوٹا ہے۔۔۔۔طٰہٰ اور طلحٰہ دونوں بھائی تھوڑے شرارتی ہیں۔۔۔کیا یہ سب دہشت گرد ہیں۔۔؟ نہیں نہیں۔۔۔یہ سب شیدائی ہیں۔۔۔یہ سب نام محمد ﷺ کے شیدائی دین کے رکھوالے۔۔۔۔اسلام کا علم بلند کرنے والے ہیں،،ساری رات میری یہ ہی سوچتے سوچتے گزر گئی۔۔۔صبح ہوتے ہی میں نے یونیورسٹی جانے کے بجائے۔۔۔مدرسے کا رخ کیا۔۔۔ننھے ننھے بچے کم سن معصوم طالبات ایک بلڈنگ میں تھیں اور ان کے محافظ جری

بہادر شجاع اسلام کے ساتھ مخلص ۔۔۔اور دنیا کی رنگینیوں سے بے خبر ۔۔۔قرآن پا ک پڑھنے میں مصروف تھے ۔۔۔نہ وہاں اصلحہ تھا۔۔۔نہ وہاں خوف تھا۔۔۔نہ وہاں کسی قسم کا جنون تھا۔۔۔وہاں تو صرف عشق تھا۔۔۔میرے نبی سے عشق ۔۔۔اللہ سے یارانہ ۔۔۔۔اور قرآن پاک کا ذوق و شوق ۔۔۔میں نے مدرسے کی معلّمہ سے با ت چیت کی حال احوال پوچھا۔۔۔۔اور پوچھنا چاہا کہ یہاں کتنے دہشت گرد ٹرینڈ ہو رہے ہیں ۔۔۔مگر وہاں کا ماحول دیکھ کر میری زبان گنگ ہو گئی ۔۔۔میں بھی بھانپ گئی تھی ۔۔۔کہ اصل مسئلہ کیا ہے ۔۔۔پیچھے دیوار پر لکھا تھا۔۔۔۔قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے ۔۔۔دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے ۔۔۔تو کہیں لکھا تھا ۔۔۔کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ۔۔۔یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں ۔۔۔۔کہیں خطاطی لگی ہوئی تھی جس میں قرآن پاک کی آئیتیں خوبصور تی سے لکھی ہوئیں تھیں ۔۔۔۔تو کہیں ننھے ننھے ہاتھوں سے بنی ڈرائنگ تھی ۔۔۔جس میں کعبہ شریف کا نقشہ اتارنے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی ۔۔۔باقی جگہوں پر قرآن پاک تھے ۔۔اسلامی کتابیں تھیں ۔۔۔۔اور ننھے ننھے بچوں کے ٹفن اور بیگ تھے ۔۔۔اصلحہ کہاں ہے ۔۔؟ میں نے مدرسے کی معلّمہ سے پوچھا۔۔۔۔اس نے دیوار کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔یہ ہمارے دشمن کو اصلحہ نظر آتا ہے ۔۔۔اس نام سے محبت کرنے والے انہیں فسادی معلوم ہوتے ہیں ۔۔۔۔اور اس نام پر مرمٹنے والے دہشت گرد قرار دیئے جاتے ہیں

۔۔۔میں نے دیوار کیجانب دیکھا۔۔۔تو لکھا تھا۔۔۔محمد ﷺ۔۔۔میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔۔۔۔میں نے سوچا۔۔۔یہ تو نبی کے نام کے دیوانے ہیں۔۔۔مر مٹیں گے مگر جھکیں گے نہیں۔۔۔نہ تو یہ لبرل آنٹیاں ہیں۔۔۔اور نہ ہی سیاسی ا نکل۔۔۔۔یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں َ۔۔۔ہمارے نصاب میں اک یہ باب بھی شا مل ہے۔۔۔جو سر جھکا کے جیئیں وہ جیا نہیں کرتے۔۔۔خیر اس دن میں گھر واپس آ گئی اور جامعہ حفصہ کے متعلق سارا دن سوچتی رہی۔۔۔۔رات کا وقت تھا۔۔۔نہ جا نے کیا ٹائم ہو رہا تھا۔۔۔کہ میں نے ٹی وی آن کیا۔۔۔وہ سب دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔۔میرے آنسو بہتے جا رہے تھے۔۔۔یہ سب کیا ہو رہا ہے ۔۔۔میں رو رہی تھی اور سب سے پوچھ رہی تھی۔۔۔۔کوئی بھی نہیں بتا رہا تھا ۔۔۔غازی عبد رشید شہید کا آخری پیغام چل رہا تھا۔۔۔۔میری ماں کی آخری سا نسیں چل رہی ہیں۔۔۔ان کا سر میری آغوش میں ہے۔۔۔ظالموں نے ضعیفہ کو گولیو ں سے چھلنی کر دیا ہے۔۔۔۔اور کچھ دیر میں میں بھی اپنی ماں سے جا ملوں گا ۔۔۔اور ایک پر تاثیر آواز میں ترانہ میرے کانوں میں گونجنے لگا۔۔۔۔شہید تم سے یہ کہہ رہے ہیں لہو ہمارا بھلا نہ دینا۔۔۔۔قسم ہے تم کو اے سرفروشو لہو وضو بھلا نہ دینا ۔۔۔۔سب گھر والے ایک بار پھر ٹی وی کے گرد جمع ہو گئے تھے۔۔۔۔سب نے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ غازی اور اسکی ماں کو رخصت کر دیا تھا۔۔۔وہ دن آج بھی مجھے اکثر یاد آتا ہے نا

ئلہ ۔۔۔۔انھوں نے چند جسموں کو ختم نہیں کیا تھا۔۔بلکہ انھوں نے تو ہماری رو حوں کو بھی چھلنی کر دیا تھا۔۔ہماری عبادتگاہوں کو شہید کیا گیا تھا۔۔ہمارے قرآن پا ک کو نعوذباللہ جلایا گیا تھا۔۔ہماری کتاب کی بے ادبی کی گئی تھی ۔۔۔اس دن دین اسلام کی رٹ کو چیلنج کیا گیا تھا۔۔۔اس دن اللہ کے شیروں کو للکارا گیا تھا۔۔اس دن اللہ کے سپاہیوں سے جنگ کی گئی تھی ۔۔۔اس دن دین اسلام کے مجاہدوں کو آز مایا گیا تھا۔۔۔فاطمہ احمد نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔۔ہمیں سب یاد ہے غازی ہمیں سب یاد ہے ۔۔۔اس دن آپ نے اور آپ کے مجاہدوں نے مل کر اپنے خون سے تاریخ لکھی تھی ۔۔۔ہمیں سب یاد ہے ۔۔۔اسکی آنکھیں سرخ ہو رہیں تھیں جیسے کہ وہ خون کے آنسو رو چکی ہو۔۔میں نے اس کی حمائیت میں ایک لفظ بھی نہ کہا ۔۔۔اور اسے انفارم کرنا چاہا۔۔کہ لوگ کہتے ہیں تمہارا اور تمہارے غازی کا طر یقہ کار غلط تھا۔۔مگر وہ خود ہی سمجھ گئی تھی کہ میں کیا پوچھنا چاہ رہی ہوں ۔۔۔اب کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی ۔۔۔لوگ کہتے ہیں میرا اور میرے غازی کا طریقہ کا ر غلط ہے ۔۔۔چلو مان لیتی ہوں انکا طریقہ کار غلط تھا۔۔میں پوچھتی ہوں ۔۔۔کیا حکومت کی حرکتیں درست تھیں ۔۔۔؟اگر ان کے طریقہ کار غلط ہونے پر وہ اس سلو ک کے مستحق تھے ۔۔۔کہ واجب القتل ٹھہرے ۔۔۔تو حکومت اور اس کے کارندوں کی حرکت پر تو۔۔۔وہ واجب الموت ٹھہرتے ہیں ۔۔۔ان پر تو ہمارے ہاتھوں موت وا

جب ہو چکی ہے۔۔۔اور معاف کیجیئے گا میں آئندہ نسلوں کو تباہ و برباد ہوتے نہیں د یکھ سکتی۔۔۔اگر تمھیں پھر بھی مجھ سے کوئی اعتراض ہے۔۔۔تو ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔۔۔ہمارے ساتھ سترہ کروڑ پاکستانی ہی نہیں بلکہ ہر عاشق اسلام ہمارے ساتھ ہے۔۔۔۔آجکل فاطمہ احمد ایک مدرسے میں بحثیت ایک معلّمہ اپنے فرائض ا نجام دے رہی ہے۔۔۔۔اور پوچھتی ہے آپ لوگوں سے کہ کیا آپ لوگ ان کے سا تھ ہیں۔۔۔اگر کبھی خدانہ کرے ایسے حالات پیش آجائیں۔۔۔کہ ایک طرف مشر ف کی حکومت جیسی حکومت ہو۔۔۔۔اور دوسری جانب غازی اور اسکے مجاہدوں جیسی عوام ہو تو تم کس کا ساتھ دوگے۔۔۔۔؟فاطمہ آپ کے جوابات کی منتظر ہے۔۔۔اور آخر میں اس کی التجا بھی یہ ہی ہے۔۔۔۔کہ۔۔۔۔

شہید تم سے یہ کہہ رہے ہیں لہو ہمارا بھلا نہ دینا
قسم ہے تم کو اے سرفروشو ضو ہمارا بھلا نہ دینا
ہے دین کا دشمن ہمارا دشمن وہ عزتوں کا لٹیرا دشمن
لہو میں بھیگے دریدہ آنچل قسم ہے تم کو بھلا نہ دینا
وہ اجڑا گلشن ویران گلیاں وہ جلتے باغ اور اداس کلیاں
ہماری ماوں کے بہتے آنسو قسم ہے تمکو بھلا نہ دینا
جنھوں نے گلشن کے پھول مسلے حسین چمن کی ہیں کلیاں روندی

وہ ہاتھ پاؤں ہی کاٹ ڈالو یہ فرض اپنا بھلا نہ دینا

وضو ہم اپنے لہو سے کرکے خدا کے ہاں سرخرو ہیں ٹھہرے

ہم عہد اپنا نبھا چلے ہیں تم عہد اپنا بھلا نہ دینا

شہید تم سے ------------------

قسم ہے تمکو------------------

بجانب فاطمہ احمد

## ہماری ویب کی ٹیم کا شکریہ

قارئین اکرام ۔۔۔ میرا ہماری ویب اور آپ سے تعلق جڑے ایک سال ہو چکا ہے ۔۔۔۔ میں نے ۲۰۱۵ میں ہماری ویب پر لکھنا شروع کیا ۔۔۔ اور لکھنے کی وجہ میرے اندر کی وہ بے چینی ہے ۔۔۔۔ جو مجھے چین نہیں لینے دیتی ۔۔۔ جو مجھے ہر پل اکساتی رہتی ہے ۔۔۔ کہ اپنے خیالات واحساسات آپ تک پہنچاؤں ۔۔۔۔۔ میری تحریریں زیادہ تر اپنے معاشرے اور اپنے ارد گرد سے لیئے گئے وہ واقعات ہوتے ہیں ۔۔۔ جنکا میرے خیال سے ہمیں کچھ نہ کچھ تو فائدہ ہوتا ہی ہوگا ۔۔۔۔ میں لکھنے کا فن نہیں جانتی بس اپنے جذبات کو ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں ڈھال دیتی ہوں ۔۔۔ اور سوچتی ہوں کہ شائد میرا فرض ادا ہو گیا ۔۔۔۔ اس پلیٹ فارم پر لکھنے سے پہلے میرے آرٹیکل کچھ اخبارات میں پبلش ہوئے ۔۔۔۔ لیکن اخبارات میں لکھنا میں نے اس لیئے ترک کر دیا کیونکہ وہاں پر اپنی تحریر پبلش کروانے کے لیئے ایک پیچیدہ مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے ۔۔۔ جبکہ کہ ہماری ویب پر خاص طور پر ہم خواتین کو یہ سہولت حاصل ہے کہ ہم گھر بیٹھے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو سکتیں ہیں ۔۔۔ اور اپنے خیالات دنیا کے سامنے پیش کرکے یہ ثابت کر سکتیں ہیں ۔۔۔ کہ ہم کسی سے کم نہیں ۔۔۔ ہماری ویب پر میرا پہلا آرٹیکل ۔۔۔ وہ ایک جملہ ۔۔۔ کے نام سے جب پبلش ہوا تو

مجھے بہت خوشی ہوئی ۔۔۔نہ صرف اس لیئے کہ میرا آرٹیکل پبلش ہوا تھا۔۔بلکہ اس لیئے بھی کیونکہ مجھے معلومات کا خزانہ مل گیا تھا۔۔۔ہماری ویب کا تعارف بھی ۲۰۱۵ ہی میں پروفیسر ڈاکٹر سحر انصاری کی بدولت ہوا۔۔۔پروفیسر ڈاکٹر سحر انصاری صاحب جناح یونیورسٹی برائے خواتین میں اپنی خدمات انجام دے رہے تھے ۔۔۔اردو ڈیپارٹمنٹ میں اکثر ان سے ملاقات ہو جایا کرتی تھی ۔۔۔بحثیت ایک استاد انکی بہت تعریفیں سنی ہوئی تھیں ۔۔۔جب انھیں اس پلیٹ فارم پر دیکھا تو ویب کے بارے میں جاننے کا بھی تجسس پیدا ہوا۔۔۔اور اسی تجسس نے مجھے آپ لوگوں سے تعلق جوڑنے میں مدد دی ۔۔۔میری بہت سی جاننے والی لڑکیاں اس ویب پر لکھنا چاہتیں تھیں ۔۔۔لیکن کچھ انٹرنیٹ نہ ہونے کی سہولت کی وجہ سے نہ لکھ سکیں ۔۔۔اور کچھ اپنی تحریریں پوسٹ کرنے کے لیئے ڈاک تک نہ جا سکتیں تھیں ۔۔۔کچھ اردو ٹائپنگ نا جانتیں تھیں ۔۔۔اور کچھ کمپیوٹر نامی چیز سے نا آشنا تھیں ۔۔۔ان سب کے باوجود وہ سب بہت اچھا لکھنے والی تھیں ۔۔۔انکی تحریریں بہت عمدہ ہوتیں تھیں ۔۔۔اگر ایسے لوگوں کے لیئے کوئی آسان حل ہو تو آگاہ ضرور کیجیئے گا اور آخر میں ان سب قارئین کا بہت بہت شکریہ ۔۔۔جنھوں نے میری تحریریں پڑھی اور پسند کیں ۔۔۔خاص طور پر فرح اعجاز کا بہت بہت شکریہ جنھوں نے میری کوشش کو سراہا ۔۔۔میری اچھائیوں اور خامیوں سے مجھے وقتاً فوقتاً مجھے آگاہ کرتیں رہیں

۔۔۔ان سب کی بدولت ۲۰۱۶ میں مجھے بیسٹ پرفارمر آف دی ائیر ۲۰۱۵ ایوارڈ ملا
۔۔۔اور ہماری ویب کی ٹیم کا بھی بہت بہت شکریہ جنھوں نے میری کوشش کو سراہا
۔۔۔اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مجھ ناچیز کو اس اعزاز سے نوازا
۔۔۔آجکل بے انتہا مصروفیت کی وجہ سے ویب پر کم ہی نظر آ رہی ہوں ۔۔۔انشاء
اللہ لکھنے کا سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے۔۔۔آئندہ بھی یونہی میرے آرٹیکل پڑھتے
رہئے گا۔۔اور میری اچھائیوں اور خامیوں سے مجھے آگاہ کرتے رہئیے گا۔۔۔بے
شک آپ لوگوں میں بہت اچھے رائٹر موجود ہیں ۔۔۔اور میری درخواست ہے
ان لوگوں سے بھی جو لکھنا جانتے ہیں اور جو لکھ رہے ہیں ۔۔۔۔۔کہ اپنی کوشش جا
ری رکھیں ۔۔۔اور جنھیں بیسٹ پرفارمر کا ایوارڈ ملا ہے انھیں میری طرف سے بہت
بہت مبارک باد۔۔۔۔۔!!!!

## صدائے عشق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

دوستو۔۔۔۔! آج مجھے ایک دوست کی دوستی کا حق ادا کرنا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ میں ہزار جانیں بھی قربان کر دوں تو اس دوست کی دوستی کا حق ادا نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔۔آپ سمجھ تو گئے ہوں نگے۔۔۔۔کہ۔۔۔ میرا وہ عظیم دوست کون ہے ۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔ میرا وہ عظیم دوست میرا رب ہے۔۔۔جو میرے دوست میرے رب کو اپنا دوست سمجھتے ہیں مجھے یقین ہے وہ ایک دوست کے آنسوؤں اور آہوں کو ضرور محسوس کرلیں گے اور اس نیک کام میں میری مدد کرنے سے احتراز نہ کریں گے میں خلوص دل سے ایک ایسی عاشقہ کے لیئے صدا بلند کر رہی ہوں جو سات سال سے مسلسل محنت کوشش اور دعائیں کر رہی ہے کہ خدا اسے اپنے گھر کا دیدار کرادے اس کی اس تڑپ نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس صدائے عشق کو آپ لوگوں تک پہنچادوں مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں میں کچھ اہل دل بھی ہونگے اور صدائے عشق ہی اہل دل کے دلوں کو موم کر دیا کرتی ہے مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں ان کے جذبات کو کیسے قلمبند کروں سمندر کو کوزے میں کیسے بند کروں اور خدا کی قسم میں ان جذبات کو قلمبند کرنے سے بلکل قاصر ہوں

دوستو۔۔۔۔! ایک دوست ہے معلمہ صاحبہ حافظہ قرآن ہے۔۔۔سادگی کا پیکر ۔۔۔۔ہر لمحہ لبوں پر حمد و ثناء۔۔۔۔دل میں اللہ کی یاد۔۔۔۔۔اور جسم پر ہر پل نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں سجی رہتی ہیں صبح آٹھ بجے سے شام چار بجے تک.برائے نام معاوضے پر ایک مدرسے میں قرآن پاک کی تعلیم دیتی ہیں بچیاں اسکی عاشق اور وہ خدا پر عاشق ہے۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔اسے عشق ہے تو خدا سے ہے دنیا کی آرائشیں اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔۔۔۔ایک سچی عاشق قرآن ہے ۔۔۔ایک سچی عاشق رسول ہے۔۔۔۔اسے خدا سے سچا عشق ہے نہ تو مال ازر کی ہوس ہے نہ دنیا کے آرام وسکون سے کوئی غرض ہے میٹرک پاس ہونے کے باوجود یوں لگتا ہے جیسے بہت.بڑی فلسفی ہو اس معصوم لڑکی کا اپنے رب پر اس قدر یقین ہے کہ خدا دعاوں سے تقدیر کو بدل دیتا ہے دعا گو رہتی ہے کہ شائد اس سال خدا مجھے یہ سعادت نصیب کردے کہ میں حج یا عمرہ کرآوں مگر کچھ نہیں بن پاتا بس دعائیں ہیں اور دل کی تڑپ ہے کہ دیدار کعبتہ اللہ ہو جائے اسے جب بھی کوئی دعا معلوم ہوتی ہے کہ یہ کثرت سے مانگنے سے مراد پوری ہوتی ہے تو وہ اس دعا میں مشغول ہو جاتی ہے کہ دعائیں عبادت کا مغز ہوا کرتی ہیں اپنی طالبات کو بھی یہی تبلیغ کرتی ہے جب کبھی اس سے اسکی کسی خواہش کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ایک ہی جواب ملتا ہے ۔۔۔۔کعبتہ اللہ کا دیدار۔۔۔۔اور چہرہ آنسوں سے تر ہو جا

تا ہے۔۔۔۔

دوستو۔۔۔۔۔! آپ دوستوں میں بہت سے باحیثیت دوست بھی ہونگے جو سچے اور نیک جذبوں کی قدر کرنے والے ہیں خدا کی قسم اس وقت اگر مجھ میں اتنی استطاعت ہوتی تو یہ نیک کام کرنے میں میں بلکل بھی دیر نی کرتی اور میرا یہ بھی پورا یقین ہے کہ آپ دوست میرے اور دوست کے یقین کو ٹوٹنے نہ دیں گے خدا کے لیئے جو بھی میرا آرٹیکل پڑھے وہ اسے آگے دوستوں تک پہنچا دے۔۔۔۔ صرف اور صرف اللہ کی رضا کیخاطر۔۔۔۔ شائد کہ آپ لوگوں کی یہ ہی نیکی آپ کی بخشش یا آپ کے درجات بلند کرنے کا ذریعہ بن جائے۔۔۔۔۔۔۔ میری غرض صرف اتی سی ہے کہ خدا پر اسکے یقین کی لاج رکھ لیجیئے اگر آپ دوستوں میں کوئی اللہ کا سخی موجود ہے تو اس دوست کی اکلوتی خواہش کو پورا کعرنے میں میری مدد کریں اگر آپ دوستوں میں کوئی خدا کا بندہ یا بندی انکی دعاوں کا خواہشمند ہے تو خدارا اکی نیک خواہش کو اپنی خواہش سمجھتے ہوئے صرف اتنا کردیں کہ عمرے کے دو ٹکٹ ان تک پہنچا دیں بس میرا فرض تھا کہ ایک سچی عاشقہ کی صدا آپ تک پہنچاوں اب آگے آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اس دل سے نکلی ہوئی صدا کو پرواز بخشیں کیونکہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

## !!!!اللہ۔۔۔۔۔۔

دوستو۔۔۔! لفظ اللہ جب سے میری زندگی میں شامل ہوا ہے۔۔۔۔زندگی کی ہر چیز حسین ہو گئی ہے۔۔۔۔زندگی بدل سی گئی ہے یوں لگتا ہے کائنات کی ہر شے میری ماتحت ہو چکی ہے جب سے میں اللہ کے ماتحت ہوئی ہوں۔۔۔۔۔اللہ نے مجھ پراپنی نعمتیں کھول دی ہیں۔۔۔۔۔جب سے اللہ کی ماننے لگی ہوں۔۔۔۔۔کبھی کسی غیر اللہ کے سامنے شرمندگی کا سامنا نہیں ہوا جب سے اللہ کا تعارف ہوا ہے اسوقت سے اسکی تعریف کے لیئے الفاظ ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔۔۔اللہ کی رحمتوں کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔۔۔۔اللہ کی وسعتوں کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔۔۔۔اللہ کی حکمتوں کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔۔۔۔اللہ کی دانائی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔۔۔۔اللہ کی بزرگی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔۔۔۔۔سچ بتاوں ۔۔۔۔؟ ۔۔۔۔۔۔میری سوچ انتہا پر جاکر رک جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔پھر غائب سے ایک ہی آواز آتی ہے۔۔۔۔لا محدود۔۔۔لا محدود۔۔۔۔۔۔۔لا محدود۔۔۔۔اللہ کی نعمتیں لا محدود۔۔۔۔۔اللہ کی رحمتیں لا محدود۔۔۔۔اللہ کی وسعتیں لا محدود۔۔۔۔الفاظ ہیں کہ ملتے نہیں۔۔۔۔۔۔۔کہ اللہ جیسی ہستی کی تعریف کروں۔۔۔۔۔جذبات ہیں کہ تھمتے نہیں۔۔۔۔کہ اس کے بارے میں کچھ بیان نہ کروں۔۔۔۔اللہ کی قسم ۔۔۔اللہ کے تعارف کے بغیر زندگی بے کا

رتھی ۔۔۔۔۔بے یارو مددگار تھی ۔۔۔۔۔بے آسرا و بے سہارا تھی ۔۔۔جب سے آگاہی ہوئی ہے ۔۔۔۔کہ اللہ کا مجھ پر کیا حق ہے ۔۔۔۔۔ندامت ہے آنسو ہیں ۔۔۔۔ ضعیفی ہے ۔۔۔۔کمزوری ہے ۔۔۔۔حق ادا نہیں ہوتا ۔۔۔۔لاکھ کوشش کرو ں اسکی ایک نعمت کا بھی حق ادا نہیں ہوتا ۔۔۔۔۔اللہ کے جو مجھ پر احسانات ہیں ۔۔۔۔ان احسانات کا شکر ادا نہیں ہوتا ۔۔۔۔لاکھ شکر ادا کروں ۔۔۔ایک احسا ن کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتی۔۔۔۔

دوستو۔۔۔۔! اللہ کے جلال کے بارے میں سوچتی ہوں تو لرز اٹھتی ہوں ۔۔۔۔۔اللہ کے جمال کے بارے میں سوچتی ہوں ۔۔۔احاطہ تصور سے باہر ہے ۔۔۔اللہ کی اپنے بندے سے محبت کے بارے میں سوچتی ہوں ۔۔۔۔بے اختیار زبا ن پر آتا ہے ۔۔۔۔۔اللہ کے علاوہ تیرا دنیا و آخرت میں کوئی مخلص دوست نہیں ۔۔۔نیک بندے اللہ کے ولی ہیں ۔۔۔۔اللہ نیک بندوں کا ولی ہے ۔۔۔۔آپ بھی صرف ایک بار ۔۔۔۔صرف اور صرف ایک بار ۔۔۔۔۔دل کی گہرائیوں سے اللہ کو پکار کر دیکھیئے ۔۔۔اپنی ہر محبت اللہ کی محبت کے ماتحت کر دیجیئے ۔۔۔۔۔اللہ کے لیئے سب سے محبت کیجیئے ۔۔۔۔۔میں چاہتی ہوں ۔۔۔اللہ میرا بن جائے ۔۔۔۔۔اور میں اللہ کی بن جاوں ۔۔۔۔۔اور پھر ۔۔۔۔اللہ کے قریب ہوتی چلی جاوں ۔۔۔۔ا سقدر قریب ہو جاوں کہ اللہ سے رابطہ قائم ہو جائے ۔۔۔۔۔اللہ سے باتیں ہو نے لگیں

۔۔۔۔ اللہ سے دوستی ہو جائے ۔۔۔۔ اللہ کے کاموں میں دل لگ جائے

۔۔۔۔۔۔ایک بار سوچا تھا۔۔۔۔ کہ اللہ کہاں ہے۔۔۔؟ ایک بار پکارا تھا۔۔۔۔۔۔ اے اللہ تو کہاں ہے۔۔۔؟آواز آئی ۔۔۔۔ اللہ کہاں نہیں ہے۔۔۔؟ اللہ تمہارے دائیں بائیں ۔۔۔۔۔۔ اللہ تمہارے آگے پیچھے ۔۔۔ اللہ اوپر اور نیچے ۔۔۔ اللہ جلوت میں بھی ہے ۔۔۔۔ اللہ خلوت میں بھی ہے ۔۔۔۔ اللہ دل میں بھی ہے ۔۔۔۔ اللہ دماغ میں بھی ہے ۔۔۔۔۔ اللہ گھر میں بھی ہے ۔۔۔۔ اللہ بازار میں بھی ہے ۔۔۔۔۔۔ اللہ مسجد میں بھی ہے ۔۔۔۔ اللہ مندر میں بھی ہے ۔۔۔۔۔۔اور ہاں ۔۔۔ میری زبان پر بھی اللہ تھا۔۔۔۔۔۔ گویا کہ میری رگ رگ میں اللہ ہی اللہ تھا۔۔۔۔تب میں پکار اٹھی تھی ۔۔۔اے اللہ تو کتنا عظیم ہے ۔۔۔۔ کہ تو تو میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ۔۔۔۔۔۔اب کیا ہے ۔۔۔۔؟

دوستو۔۔۔! اللہ کو جب سے پکارا ہے ۔۔۔۔ اللہ مجھے کسی کا محتاج نہیں ہونے دیتا ۔۔۔۔۔۔ رگ رگ میں اسکی محبت موجزن ہو چکی ہے ۔۔۔۔۔ جیسے سمندر سے لہریں جدا نہیں ہو سکتیں ۔۔۔۔۔یونہی دل میں اللہ کا نام نقش ہو چکا ہے ۔۔۔۔ جو سانسیں بن چکا ہے ۔۔۔۔۔ اللہ کے نام کے بغیر سانس آتی نہیں ۔۔۔۔اور ان سانسوں کو اللہ کے دیدار کا اختیار نہیں ۔۔۔۔۔ایک بار پوچھا تھا۔۔۔ اے اللہ تجھے مجھ سے کتنی محبت ہے ۔۔۔۔؟۔۔۔جواب آیا

۔۔۔۔ستر ماؤں سے بھی زیادہ۔۔۔۔۔۔یعنی کہ۔۔۔لا محدود۔۔۔۔اور یہ لا محدود کیا ہوتا ہے۔۔۔۔جسکی کوئی حد نہ ہو۔۔۔۔سنو۔۔۔۔! اللہ ہم سے بے حد محبت کرتا ہے۔۔۔۔بس پھر کیا تھا۔۔۔۔دنیا کی تمام حقیر و عارضی محبتوں کو خیر باد کہ دیا ۔۔۔۔۔اس ایک محبت میں نی جانے کیا تھا۔۔۔کہ سب محبتیں عارضی نظر آئیں ۔۔۔۔کمزور نظر آئیں۔۔۔۔صرف ایک محبت تھی جو بے غرض تھی۔۔۔۔جو ابدی تھی۔۔۔۔جو صرف مجھ سے تھی۔۔۔۔اور وہ محبت تھی اللہ کی محبت

دوستو۔۔۔! سنو۔۔۔! اللہ تم سے بھی محبت کرتا ہے۔۔۔۔اللہ تمھیں صبح و شام پکار تا ہے۔۔۔۔۔اللہ تمھیں اپنی طرف بلاتا ہے۔۔۔۔اللہ تمھیں دینا چاہتا ہے۔۔۔۔وہ کچھ دینا چاہتا ہے۔۔۔۔۔جو تمھیں اور کوئی ذات نہیں دے سکتی۔۔۔۔اللہ کے لیئے اپنے دل کو کھول کر تو دیکھیئے۔۔۔۔۔اللہ کو پہچان کر تو دیکھیئے۔۔۔۔اللہ سے یاری لگا کر تو دیکھیئے۔۔۔۔اللہ کی حفاظت میں آ کر تو دیکھیئے۔۔۔۔۔۔ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔۔۔۔ہر مسئلہ حل ہو جائے گا۔۔۔۔۔ہر پریشانی دور ہو جائے گی ۔۔۔۔۔۔اللہ کو پکار کر تو دیکھو۔۔۔۔تم اس کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔۔۔۔تم اسکی رحمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے۔۔۔۔تم اسکی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔۔۔۔اللہ کے قریب ہو کر تو دیکھیئے۔۔۔۔اللہ کو اپنا بنا کر تو دیکھیئے

۔۔۔۔۔ تمہاری نظر میں بھی دنیا حقیر نہ ہو گئی تو کہنا۔۔۔۔اللہ وہ اللہ ہے جس نے مجھے وآپ کو اور تمام بنی نوع انسان کو بنایا۔۔۔۔بنا کر پھر مٹائے گا۔۔۔۔اور مٹا کر پھر بنائے گا۔۔۔۔اور تم اسکی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔۔کیونکہ اللہ کی تعریف بس لفظ اللہ ہی سے مکمل ہوتی ہے یعنی کہ اللہ بس اللہ ہے۔۔۔

## (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط (ا

ایک کامیاب مرد کے پیچھے آپکو ایک عورت کا کردار نظر آئے گا کبھی بیوی کی شکل میں کبھی ماں کی شکل میں کبھی بہن کی شکل میں اور کبھی بیٹی کی شکل میں اسکی چند مثالیں اپکے سامنے پیش کی جاتی ہیں

مثال نمبر (ا):۔۔۔۔۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب سید الاولین ہیں سید الاخرین ہیں امام الملائکہ ہیں اپکو اللہ رب العزت نے وہ شان بخشی کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" لیکن جب آپ پر وحی نازل ہوئی اورآپ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا زملونی زملونی مجھے کمبل اوڑھادو مجھے کمبل اوڑھادو۔چنانچہ جبرئیل علیہ السلام کو آپ نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا وحی اترنے کا پہلی مرتبہ تجربہ ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ایک خوف سا طاری تھا ایک ہیبت سی طاری تھی تو آپ نے فرمایا۔۔۔۔کہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ ایسے وقت میں آپ کی اہلیہ محترمہ نے آپکو تسلی کی باتیں کہیں اور فرمایا "کلا" ہرگز نہیں " اے محبوب آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں "آپ کے چند اچھے ا

خلاق گنوا کر کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ

جب آپ کے اندر اتنے اچھے اخلاق موجود ہیں تو اللہ رب العزت آپ کو کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے چنانچہ انکی باتوں کو سن کر آپ کے دل کو تسلی مل جاتی ہے چنانچہ محبوب کی زندگی میں آپکو عورت کا کردار بیوی کی شکل میں نظر آئے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل وقت کے اندر تسلیاں دیا کرتیں تھیں بلکہ جب آپ کا نکاح ہوا تو انہوں نے اپنا سارا مال نبی علیہ السلام کے قدموں پر ڈال دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسی مال نے ابتداء میں بہت فائدہ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مثال نمبر (۲) :۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار کہلاتے ہیں رفیق سفر کہلاتے ہیں آپ ان کے سفر ہجرت کو دیکھیں تو ان کے پیچھے بھی آپکو ایک عورت کا اور ایک لڑکی کا کردار نظر آئے گا حدیث پاک میں آتا ہے جب نبی علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو آپ نے فرما" ابو بکر" میں تنہائی چاہتا ہوں حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں میری بیوی ہے اور

میری دو بیٹیاں ہیں اور تو کوئی غیر نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے اطمینان کا اظہار فرما
یا۔۔۔۔۔۔۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجرت کا حکم ہوا ہے آپ رضی اللہ عنہ کی
بڑی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اسوقت دوپٹے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیئے ایک
کو اپنے سر پر دے کے لیئے رکھ لیا اور دوسرے کے اندر انھوں نے نبی علیہ السلام
کے سامان کو باندھ دیا اور سامان باندھ کر انھوں نے نبی علیہ السلام کو رخصت
فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ آپ کھانا بنا دیں اور ا
پنی بیٹی اسماء سے کہا کہ تو چوں کہ چھوٹی ہے لوگ تجھ پر شک بھی نہیں کریں گے تو یہ
کھانا ہمیں غار ثور میں پہنچا دینا۔۔۔۔۔۔۔ جاری ہے

# (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط ۲)

چنانچہ انہوں نے حامی بھر لی ابھی نبی علیہ السلام اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رخصت ہی ہوئے تھے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کے دادا ابو قحافہ تشریف لائے انہوں نے آ کر حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں پوچھا بچوں نے کہا وہ تو چلے گئے تو ان کے دل پر ذرا گھبراہٹ سی ہوئی کہنے لگے اپنا مال تو سارا نہیں لے گئے۔۔۔؟ حضرت اسماء کہنے لگیں میں بچی تھی مگر میں نے یہ کیا کہ ایک جگہ پتھر پڑے ہوئے تھے ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا اور اپنے دادا کا ہاتھ ان پر رکھوا دیا اور کہا کہ دادا ابو اس کے پیچھے بہت کچھ ہے تو دادا ابو سمجھے کہ شائد مال پیچھے پڑا ہو گا وہ مطمئین ہو گئے فرمانے لگیں میرے والد تو اللہ کے محبوب کے ساتھ چلے گئے اور پانچ ہزار درہم ساتھ لے کر گئے تھے پیچھے تو اللہ اور اس کے رسول کا نام ہی چھوڑ کر گئے تھے۔۔۔۔۔۔

فرماتی ہیں کہ میں ان کو کھانا پہنچاتی تھی جب دوسرے دن کھانا لے کر گئی تو نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ آج چھوٹی اسماء کے چہرے پر زخم کا نشان ہے مغموم طبیعیت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اسماء!

آج کیا بات ہے تو اداس نظر آتی ہے۔۔۔؟ تو اسماء کی آنکھوں میں آنسو آ گئے نبی علیہ السلام متوجہ ہوئے۔ پوچھا اسماء تو کیوں رو رہی ہے۔۔؟ عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کل جب میں کھانا دے کر واپس جا رہی تھی تو راستہ میں ابو جہل مل گیا تھا اس نے مجھے بالوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور بالوں کو کھینچ کھینچ کر کہنے لگا اسماء! بتاو تمہیں پتا ہے کہ تمہارے والد کہاں ہیں۔۔۔؟ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں۔۔۔؟۔۔۔۔۔۔۔۔

اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے سچ کہہ دیا۔ ہاں مجھے پتہ ہے وہ کہنے لگا پھر بتاو وہ کہاں ہیں۔۔۔؟ میں نے جواب دیا ہرگز نہیں بتاوں گی۔ اس نے کہا میں تمہیں مار دوں گا۔ میں سخت سزا دوں گا۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس سے کہا "جو تم کر سکتے ہو وہ کر لو مگر میں نہیں بتاوں گی" اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اچانک مجھے زوردار تھپڑ لگایا میں نیچے گری چٹان پر میرا ماتھا لگا میرے ماتھے سے خون نکل آیا میری آنکھوں سے آنسو آ گئے مجھے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ ابو جہل نے مجھے پھر بالوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا کہنے لگا اسماء! تجھے بہت ماروں گا جلدی بتا دے۔ اللہ کے محبوب! میں نے اسے جواب دیا اے ابو جہل میری جان تو تیرے حوالے مگر محمد ع

بی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حوالے نہیں کروں گی "آپ اندازہ کیجئے ایک چھوٹی سی بچی ہے لیکن اسکو بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ اتنی محبت ہے کہتی ہے میری جان تو تیرے حوالے مگر محمد عربی کو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔ تو سیدنا ابو بکر صدیق کے اس کامیاب سفر کے پیچھے آپکو ایک عورت کا کردار نظر آئے گا بیٹی کی شکل میں

---------

مثال نمبر (۳)---------سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد مصطفیٰ کہلاتے ہیں وہ ایک مرتبہ تلوار لے کر نکلے کہ نبی علیہ السلام کو شہید کر دیں۔ راستے میں ایک صحابی ملے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے---؟ کہنے لگے میں ان (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کرنا چاہتا ہوں کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ کہنے لگے سبحان اللہ تم اپنی بہن کے گھر جا کر تو دیکھو تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا غصہ آیا کہ میرے گھر کے لوگ میری اجازت اور علم کے بغیر اسلام قبول کر لیں یہ کیسے ہو سکتا ہے وہیں سے بہن کے گھر پہنچے اور بہن کے گھر پر دستک دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ وہ بیٹھے ہوئے کچھ پڑھ رہے ہیں--------

جب انھوں نے دستک دی تو ان کی بہن فاطمہ پہچان گئی کہ عمر دروازے پر

آئے کھڑے ہیں چنانچہ جو صحابی پڑھا رہے تھے وہ تو چھپ گئے انھوں نے وہ چیزیں بھی چھپا دیں جن پر قرآن کی آیتیں لکھی ہوئیں تھیں دروازہ کھولا عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے آکر بہنوئی سے پوچھا میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں بہنوئی نے جواب دیا کہ اسلام سچا دین ہے تو پھر اسکو قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے جب انھوں نے یہ الفاظ کہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے غصے میں آکر انکو مارنا شروع کر دیا بہن فاطمہ بچانے کے لیئے بیچ میں آئیں عمر رضی اللہ عنہ جلال میں تھے آپ رضی اللہ عنہ نے بہن کے منہ پر بھی ایک زوردار تھپڑ رسید کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا نیچے گر گئیں۔ مگر پھر سنبھل کر اٹھیں ان کی آنکھوں میں آنسو تھے عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر کھڑی ہو گیئں اور اس وقت یہ الفاظ کہے---------- جاری ہے

## (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط (۳

عمر جس ماں کا دودھ تم نے پیا ہے اسی ماں کا دودھ میں نے پیا ہے تم میرے جسم" سے جان تو نکال سکتے ہو لیکن میرے دل سے ایمان نہیں نکال سکتے" یہ الفاظ تھے جو عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر بجلی بن کر گرے دل موم ہوگیا،کہنے لگے فاطمہ ! بتاو تم کیا پڑھ رہیں تھیں ،کہنے لگیں بھائی آپکا جسم ناپاک ہے شرک کی نجاست نے آپکو ناپاک کردیا ہے غسل کرلیجیئے تاکہ آپ اس پاک کلام کو سن سکیں چنانچہ غسل کرکے اللہ کا کلام سنا آیتیں سنیں

ترجمہ "میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو (اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔۔۔ (سورہ طہ،آیت ۱۴

کہنے لگے اچھا تم مجھے بھی مسلمان بنادو اسوقت وہ چھپے ہوئے صحابی باہر نکلے کہنے لگے مبارک ہو عمر ! نبی علیہ السلام کئی دن سے دعا مانگ رہے تھے کہ "اے اللہ عمر ابن، خطاب کے ذریعے یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما" اللہ کے محبوب کی دعا تیرے حق میں قبول ہوگئی۔آو میں آپ کو لے کر چلتا ہوں چنانچہ دونوں دار ارقم میں آتے ہیں نبی علیہ ا

اسلام کنڈی لگائے بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کو دینی تعلیم سے رہے ہیں جب دستک دی تو ایک صحابی نے دروازے کے سوراخ میں سے دیکھا، کہا اے اللہ کے محبوب ! عمر کھڑے ہوئے ہیں ہاتھ میں ننگی تلوار ہے اب پتا نہیں کیا ارادہ ہے۔۔۔۔؟

حضرت حمزہ آگے بڑھے اور فرمانے لگے کھول دو دروازہ اگر نیک ارادے سے آئے ہیں انکا آنا مبارک اور اگر کوئی دوسرا ارادہ لائے ہیں تو انکی تلوار ہوگی اور عمر کی گردن ہوگی۔اس جگہ لوگ دیکھیں گے کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں چنا نچہ دروازہ کھولا، مگر عمر کے تو انداز بدلے ہوئے تھے وہ جو قتل کرنے کی نیت سے نکلے تھے خود قتل ہو چکے تھے انکا دل تو اسوقت اللہ کے محبوب کی نگرانی میں آچکا تھا ادب کے ساتھ آکر بیٹھتے ہیں کہتے ہیں میں تو آپکا خادم بننے کے لیئے حاضر ہوا ہوں تو نبی علیہ السلام نے اللہ اکبر کے الفاظ کہے اسکو سن کر مسلمانوں نے بھی تکبیر کا نعرہ بلند کیا یہ دین اسلام میں سب سے پہلا تکبیر کا نعرہ تھا جو لگایا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

ان سے پہلے حضرت حمزہ مسلمان ہوئے انکا نمبر انتالیسواں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے انکا نمبر چالیسواں تھا۔ تھوڑی دیر کے

بعد نماز کا وقت ہوا وہیں نماز پڑھنے لگے۔ عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ و سلم یہاں کیوں نماز پڑھتے ہیں، اب تو عمر مسلمان ہو چکا ہے۔ آیئے مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے چنانچہ مسجد میں تشریف لے گئے اعلان کیا "اے قریش مکہ! اگر تم میں سے کوئی چاہے کہ اپنی بیوی کو بیوہ بنوائے اور بچوں کو یتیم کروائے تو اسے چاہیئے کہ عمر کے مقابلے میں آجائے ہم اب یہاں اللہ کی عبادت کیا کریں گے (سبحان اللہ) اللہ رب العزت نے اسلام کو اس سپوت کے ذریعے سے عزت عطا فرمائی مگر اس سپوت کو جو ایمان کی نعمت ملی اسکے پیچھے انکی بہن فاطمہ کا کردار نظر آتا ہے لہذا ایک اور کامیاب ہستی کے پیچھے ایک عورت کا کردار ایک بہن کی شکل میں نظر آتا ہے اور اسطرح کی کتنی ہی مثالیں ہیں۔۔۔ جو کہ میں آئندہ قسط میں بیان کرونگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری ہے

# (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط (۴

مثال نمبر (۴)۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بڑے نامور جرنیل گزرے ہیں جن کے بارے میں آتا ہے کہ جب فتح مکہ ہوئی تو انکا پکا یقین ہو گیا تھا کہ اسلام کے خلاف اتنی سازشیں کیں ہیں اللہ کے محبوب کو اتنی تکلیفیں پہنچائی ہیں آج تو مجھے ضرور قتل کرنے کا حکم دے دیا جائے گا چنانچہ یہ وہاں سے بھاگ کر کہیں دور چل پڑے انکی اہلیہ اگلے دن مسلمان ہوئیں۔انہوں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا اے اللہ کے محبوب ! میرے خاوند کو امن عطا کر دیجیئے۔ تاکہ وہ اسلام قبال کر سکیں محبوب نے امن دے دیا انکی بیوی ان کے پیچھے چلی حتی کہ راستے میں ایک جگہ دریا تھا۔کتابوں میں لکھا ہے عکرمہ رضی اللہ عنہ کشتی کے اندر بیٹھے دریا عبور کرکے آگے جانا چاہتے تھے،انکی اہلیہ نے بھی ایک کشتی لی اور تیزی کے ساتھ چل کر دریا کے درمیان میں کشتی انکے سامنے لائیں اور اپنے خاونس سے کہا کہاں جاتے ہو واپس چلیئے مکہ میں زندگی گزاریں گے خاوند نے کہا مجھے قتل کر دیا جائے گا فرمانے لگیں نہیں میں تمہارے لیئے امن لے چکی ہوں چنانچہ اپنے خاوند کو لے کر واپس آتیں ہیں اور پھر خاوند بھی اسلام قبول کرتے ہیں اور اللہ رب العزت پھر انکو اسلام کا ایک بڑا جرنیل بناتے ہیں یہاں

بھی ایک اور کامیاب مرد کے پیچھے آپکو ایک عورت کا کردار نظر آئے گا ایک بیوی کی حیثیت سے اس قسم کی اور کتنی ہی مثالیں ہیں صحابہ اکرام کی زندگیوں میں بھی اور انکے بعد بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔

مثال نمبر (۵) ۔۔۔۔۔۔۔۔امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ رب العزت نے انکو امام دار الہجرہ بنایا تھا مدینہ طیبہ کے اندر مقیم تھے ین کے بارے میں آتا ہے جب مسجد نبوی میں بیٹھ کر وہ طلبی سے حدیث پاک سنتے تھے انکی بیٹیاں جو حدیث کی عالمہ تھیں ، حافظہ تھیں ، پردے کے پیچھے بیٹھ کر وہ بھی اس درس میں شرکت کرتیں تھیں کبھی عبارت کو پڑھتے ہوئے اگر کوئی مرد غلطی کر جاتا تو یہ بچیاں ایک لکڑی کے اوپر لکڑی مار کر آواز پیدا کرتیں اس آواز سے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو پتہ چل جاتا کہ عبارت پڑھنے والے نے غلطی کی ہے تو کئی مرتبہ آپ متوجہ ہو جاتے تو اس سے معلوم ہوا کہ ایک اور کامیاب مرد کے پیچھے آپکو عورت کا کردار نظر آتا ہے انکی بیٹیوں کی حیثیت سے جو انکی تعلیم میں انکی معاونہ بن رہی ہیں ۔ سبحان اللہ ۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں آپکو تاریخ اسلام میں مل جا ئیں گیں تو اس لیئے اس عاجز نے یہ بات کہی کہ ہر کامیاب شخصیت کے پیچھے آپکو عورت کا کردار نظر آئے گا کبھی ماں کی حیثیت سے ، کبھی بیوی کی حیثیت سے ، کبھی بہن کی حیثیت

ہے اور کبھی بیٹی کی حیثیت سے اس سے آگے اگر چلیں تو اس امت کے اولیا کی مثالیں تو
بہت زیادہ ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ جاری ہے

## (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط (۵

مثال نمبر (٦) :۔۔۔۔۔۔۔۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے دین کی اتنی بڑی شخصیت بنایا انکی زندگی کو آپ دیکھیئے ان کے پیچھے انکی ماں کا کردار نظر آئے گا محمد غزالی اور احمد غزالی دو بھائی تھے یہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں یتیم ہو گئے تھے ان دونوں کی تربیت انکی والدہ نے کی انکے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں انکی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھیں کہ وہ انکو نیکی پر لائیں حتی کہ وہ عالم بن گئے۔ مگر دونوں بھائیوں کی تربیتوں میں فرق تھا امام غزالی اپنے وقت کے بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے انکے بھائی عالم بھی تھے اور نیک بھی تھے مگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔

ایک مرتبہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا امی لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تو اتنا بڑا خطیب ہے اور واعظ بھی ہے اور مسجد کا امام ہے، مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا امی آپ بھائی سے کہیئے کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے۔ماں نے بلا کر

نصیحت کی چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نماز پڑھانے لگے اور انکے بھائی نے پیچھے نیت باندھ لی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جب ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت شروع ہوئی تو انکے بھائی نے نماز توڑ دی۔ اور جماعت سے باہر نکل آئے۔ اب جب امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے نماز مکمل کی، انکو بڑی سبکی محسوس ہوئی وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے ۔۔۔۔۔۔۔۔ لہذا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مغموم دل کے ساتھ گھر واپس لوٹے ماں نے پوچھا ! بیٹا بڑے پریشان نظر آتے ہو۔ کہنے لگے امی بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔ یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں واپس آگیا اور اسنے آ کر الگ نماز پڑھی تو ماں نے اسکو بلایا اور کہا، بیٹا تم نے ایسا کیوں کیا ؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا امی ! میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا پہلی رکعت تو انھوں نے ٹھیک پڑھائی مگر دوسری رکعت میں اللہ کیطرف دھیان کیبجائے انکا دھیان کسی اور جگہ تھا اس لیئے میں نے انکے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آ کر الگ پڑھ لی۔ ماں نے پوچھا امام غزالی سے کہ کیا بات ہے ؟ کہنے لگے کہ امی ! بالکل ٹھیک بات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور نفاس کے کچھ مسائل

تھے جن پر غور و خوض کر رہا تھا۔ جب نماز شروع ہوئی پہلی رکعت میری توجہ الی اللہ میں گزری لیکن دوسری رکعت میں وہی نفاس کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگے۔ ان میں تھوڑی دیر کے لیئے ذہن ملتفت ہو گیا۔ اس لیئے مجھ سے یہ غلطی ہوئی۔ تو ماں نے اس وقت ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا کہ افسوس تم دونوں میں سے کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا اس جواب کو جب سنا تو دونوں بھائی پریشان ہوئے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے تو معافی مانگ لی، امی! مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا، مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امی مجھے تو کشف ہوا تھا اس کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ تو ماں نے جواب دیا کہ "تم میں سے ایک تو نفاس کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا اور دوسرا پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا تم دونوں میں سے اللہ کیطرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا لہذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ماں ایسی ہو تصوف کے اتنے باریک مسائل بچوں کو بتانے والی ہو تو پھر بچے بڑے ہو کر امام غزالی کیوں نہ بنیں گے۔۔۔؟ تو ایک اور کامیاب مرد کے پیچھے آپکو عورت کا کردار بحیثیت ماں کے نظر آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری ہے

## (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط (٦

مثال نمبر (٧):۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ لڑکپن میں تعلیم حاصل کرنے چلتے ہیں ۔ والدہ ان کے کپڑوں میں کچھ پیسے سی دیتی ہیں اور نصیحت کر دیتی ہیں بیٹے ہمیشہ سچ بولنا۔ چنانچہ راستے میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ کسی نے پوچھا تمہارے پاس مال ہے ؟انہوں نے سچ سچ بتا دیا۔اس نے سردار کو بتایا تو سردار نے پاس بلا کر کہا تو نے جھوٹ کیوں نہیں بولا ؟نہ تجھے جان کی فکر نہ مال کی فکر کہنے لگے میری امی نے کہا تھا بیٹا سچ بولنا اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا مجھے جان کی پرواہ نہ تھی مجھے اپنے قول کا پاس رکھنا تھا۔ڈاکوؤں کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ جب ایک بچہ ماں سے کیئے ہوئے عہد کا اتنا پاس رکھتا ہے تو ہم نے بھی تو کلمہ پڑھ کر اپنے رب سے عہد کیا ہے ہم اسکا پاس کیوں نہ کریں ؟۔۔۔۔۔۔۔چنانچہ وہ اللہ سے توبہ کرتے ہیں اور اسکے بعد انکی زندگی میں نیکوکاری آ جاتی ہے یہ بچہ آگے چل کر شیخ عبد القادر جیلانی بنا۔ تو سوچیئے ایک اور کامیاب مرد کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مثال نمبر (۸) :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس طرح جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالی نے فرشتوں کے اندر امتیازی شان عطافرمائی ہے اسطرح بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے اولیاء میں امتیازی شان عطافرمائی ہے۔ یہ ہی بایزید بسطامی جب بچپن میں یتیم ہوگئے ماں نے انکو مدرسے میں داخل کروادیا قاری صاحب سے کہا کہ بچے کو اپنے پاس رکھنا زیادہ گھرآنے کی عادت نہ پڑے ایسانہ ہو کہ یہ علم سے محروم ہوجائے چنانچہ کئی دن قاری صاحب کے پاس رہے ایک دن اداس ہوئے دل چاہا کہ امی سے مل آوں۔ قاری صاحب سے اجازت مانگی ،انہوں نے شرط لگا دی کہ تم اتنا سبق یاد کرکے سناو تب اجازت ملے گی سبق بھی بہت زیادہ بتادیا۔ مگر بچہ ذہین تھا اس نے جلدی سے وہ سبق یاد کرکے سنادیا اجازت مل گئی یہ اپنے گھر واپس آئے دروازے پر دستک دی ، ماں وضو کررہی تھی وہ پہچان گئی میرے بیٹے کی دستک معلوم ہوتی ہے چنانچہ دروازے کے قریب آکر پوچھا "کس نے دروازہ کھٹکھٹایا" جواب دیا بایزید ہوں ،توماں کہتی ہے ایک میرا بھی بایزید تھا میں نے تو اسے اللہ کے لیئے وقف کردیا ،مدرسے میں ڈال دیا تو کون بایزید ہے جو کھڑا میرا دروازہ کھٹکھٹارہاہے ؟توجب انہوں نے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے امی چاہتے ہیں کہ میرا دروازہ نہ کھٹکھٹائے ،اب

بایزید مدرسے میں اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اسی سے تعلق استوار کرے۔ چنانچہ وا پس آئے مدرسے میں رہے اور اسوقت نکلے جب عالم با عمل بن چکے تھے۔ اور اللہ نے انکو بایزید بنا دیا تھا تو ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپکو ایک عورت کا کردار ایک ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مثال نمبر (۹) :۔۔۔۔۔۔ حضرت خنسہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے چار بیٹے تھے وہ جب کھانے پر بیٹھتیں تو بچوں کو کہتیں میرے بیٹو ! تم اس ماں کے بیٹے ہو جس نے نہ ماموں کو رسوا کیا نہ تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی جب بار بار یہ کہتیں تو ایک بار بچوں نے کہا کہ امی آخر اسکا کیا مطلب ہے ؟ تو فرماتیں میرے بیٹو ! جب میں کنواری تھی تو مجھ سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوئی جس سے تمہارے ماموں کی رسوائی ہوتی اور جب شادی ہوئی تو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت نہ کی۔ میں اتنی غیرت اور باحیا زندگی گزارنے والی عورت ہوں بچے پوچھتے امی آپ کیا چاہتی ہیں ؟ تو ماں کہتی بیٹو ! جب تم جوان ہو جاو تو تم سب اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور میرے بیٹو ! تم شہید ہو جانا اور میں آکر تمہیں دیکھوں گی اگر تمہارے سینوں پر تلوار کے زخم ہوں گے تو میں تم سے راضی ہو جاوں گی اور اگر تمہاری پشت پر زخم ہونگے تو میں تمہیں کبھی معاف

نہ کروں گی۔بیٹے پوچھتے امی ! آپ کیوں کہتی ہیں شہید ہو جانا شہید ہو جانا ؟ تب ما
ں سمجھاتیں کہ میرے بیٹو ! اس لئے کہ جب قیامت کے دن عدل قائم ہوگا اور اللہ تعا
لی پوچھیں گے شہیدوں کی مائیں کہاں ہیں ؟ میرے بیٹو ! اسوقت میرے پروردگار کے
سامنے مجھے سرخروئی نصیب ہوگی کہ میں بھی چار شہیدوں کی ماں ہوں۔ سوچنے کی
بات ہے کہ ایسے شہداء کے پیچھے آپکو ایک عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا

۔۔۔۔۔۔۔۔ جاری ہے

## (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط (۷

مثال نمبر (۱۰) :۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ جنھوں نے "تعبر الرویا" کتاب لکھی انکا مرتبہ اللہ نے بہت بڑا بنایا۔آج بھی ہر عالم کے پاس وہی کتاب ہوتی ہے اور خوابوں کی تعبیر اسی میں سے بتائی جاتی ہے انکی بہن تھیں حفصہ یہ ساری قرآتوں میں اتنی ماہرہ تھیں ،اتنی اچھی قاریہ تھیں (سبحان اللہ) انکے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ بتیس سال اپنے گھر کی مسجد میں گزار دیئے فقط طہارت وغیرہ کے لیئے مسجد سے باہر نکلتیں باقی سارا وقت اسی مسجد میں بیٹھ کر عورتوں کو اور چھوٹے بچوں کو دین کی تعلیم دیتیں۔اتنی بڑی قاریہ تھیں کہ محمد ابن سیرین کو خود اگر قرآن کے الفاظ میں کسی لفظ کے تلفظ کے اندر مشکل پیش آتی تو کسی بچے کو بھیج کر کہتے کہ جاو دیکھو حفصہ اس لفظ کو کیسے ادا کرتی ہے۔پھر اس لفظ کو تم بھی ویسے ہی ادا کرلینا چنانچہ ان کے بارے میں بعض تابعین نے لکھا ہے کہ ہم نے اتنی عبادت گزار اور اتنی علم والی عورت کہیں نہیں دیکھی حتی کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ہم نے ایسی عورت علم والی دیکھی کہ جن کو اگر ہم حسن بصری پر بھی چاہیں تو فضیلت دے سکتے ہیں کسی نے کہا سید بن مسیب سے بھی زیادہ تو جواب دیا ،ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کسی نے حضرت حفصہ کی باندی سے پوچھا اپنی مالکہ کے بارے میں کیا کہتی ہو ؟ اس نے بڑی تعریفیں کیں اور کہنے لگی بڑا اچھا قرآن شریف پڑھتی ہیں ہر وقت عبادت کرتی رہتہ ہیں ہر کام شریعت کے مطابق کرتی ہیں لیکن پتہ نہیں ان سے کونسا گناہ سر زد ہو گیا ہے جو اتنا بڑا ہے کہ عشاء سے نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کرتی ہیں اور فجر تک کھڑی روتی رہتی ہیں (وہ بیچاری باندی یہ سمجھی کہ شاید یہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے ساری رات رو رو کر معافیاں مانگتی ہیں ) تو اس سے اندازہ لگایئے کہ انکی راتیں کیسے گزرا کرتی تھیں اور اس سے آپ اندازہ لگایئے کہ حفصہ ابن سیرین نے دین کی کتنی زیادہ خدمت کی۔ چنانچہ اس قسم کی اور بھی کتنی مثالیں ہیں تو بات یہ چل رہی تھی کہ ہر کامیاب شخصیت (مرد) کے پیچھے آپکو عورت کا کردار نظر آئے گا کسی نہ کسی شکل میں ماں کی شکل میں، بیوی کی شکل میں، بیٹی کی شکل میں یا بہن کی شکل میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مثال نمبر (۱۱) :۔۔۔۔۔۔۔۔خواجہ معین دین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے بنگال کا سفر کیا، آپ کے سفر میں کئی لوگ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ کئی لوگوں نے تو بہ پر بیعت کی۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو چہرے

پر خوشی کے آثار تھے ماں نے پوچھا معین الدین ! بڑے خوش نظر آتے ہو ؟ کہنے لگے اماں ! اس لیئے کہ سات لاکھ ہندوں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ستر لاکھ مسلمانوں نے میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کی ۔ اس لیئے آج میرا دل بہت خوش ہے ماں نے کہا بیٹا ! یہ تیرا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے۔ فرمایا مگر ماں ! بتا ئیں تو سہی کیسے ؟ ماں نے جواب دیا کہ بیٹا ! جب تم پیدا ہوئے تو میں نے کبھی بھی ز ندگی میں تمہیں بلا وضو دادھ نہیں پلایا آج اسکی یہ برکت ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر اللہ تعالی نے لاکھوں لوگوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی تو ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپکو ایک عورت کا کردار نظر آئے گا بحثیت ماں کے ۔۔۔۔۔۔۔۔ جا ری ہے۔۔۔۔۔

# (کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا کردار قسط ۸)

مثال نمبر (۱۲):۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ آج بھی قطب مینار کے قریب لیٹے ہوئے ہیں ان کے بارے میں بھی مشہور روا قعہ ہے انکے نام کے ساتھ کا کی کا لفظ لگا یا جاتا ہے یہ ہندی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں روٹی ۔ واقعہ یہ ہوا کہ یہ ابھی بچے تھے ایک دن ان کے والدین نے آپس میں بیٹھ کر مشورہ کیا کہ ہمارا بیٹا نیک کیسے بنے ؟ اچھا کیسے بنے؟ چنانچہ انکی ماں نے کہا میرے ذہن میں ایک تجویز ہے، کل سے میں اس تجویز پر عمل کروں گی اگلے دن جب بچہ مدرسے میں چلا گیا تو ماں نے کھانا بنایا اور الماری میں کہیں چھپا کر رکھ دیا۔ بچہ آیا کہنے لگا امی ! بھوک لگی ہے مجھے کھانا دے دیجیئے۔ ماں نے کہا بیٹا ! ہمیں بھی تو کھانا اللہ تعالی دیتے ہیں وہی رازق ہیں وہی رزق پہنچاتے ہیں وہی مالک وخالک ہیں ،ماں نے اللہ رب العزت کا تعارف کروایا اور کہا کہ بیٹا تمہارا رزق بھی وہی بھیجتے ہیں تم اللہ سے مانگو ،بیٹے نے کہا امی ! میں کیسے مانگوں ؟ماں نے کہا بیٹا مصلی بچھاؤ چنانچہ مصلی بچھا دیا بیٹا التحیات کی شکل میں بیٹھ گیا چھوٹے چھوٹے معصوم ہاتھ اٹھائے ۔ ماں نے کہا بیٹا

تم ڈھونڈو اللہ نے کھانا بھیج دیا ہو گا- تھوڑی دیر کمرے میں ڈھونڈا بالا خر الماری !
میں کھانا مل گیا بیٹے نے کھانا کھالیا-----------

اب بیٹے کے دل میں ایک تجسس پیدا ہوا وہ روز اللہ تعالی کی باتیں پوچھتا امی وہ سب کو کھانا دیتے ہیں ؟پرندوں کو بھی ؟حیوانوں کو بھی ؟ پتہ نہیں انکے پاس کتنے خزانے ہیں ؟وہ ختم نہیں ہوتے وہ اللہ تعالی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا- ماں کا دل خوش ہوتا کہ بیٹے کے دل میں اللہ رب العزت کا تعلق بڑھ رہا ہے- چنانچہ جب بچہ محسوس کرتا سب کو اللہ تعالی رزق دے رہے ہیں تو محسن کے ساتھ محبت تو فطری چیز ہے- بچہ کے دل میں اللہ تعالی کی محبت پیدا ہو گئی- وہ محبت سے اللہ تعالی کا نام لیتا وہ سونے سے پہلے والدہ سے اللہ کی باتیں پوچھتا ماں خوش ہوتی کہ بیٹے کے دل میں اللہ تعالی کی محبت بس رہی ہے- کچھ دن سلسلہ اسی طرح چلتا رہا مگر ایک دن یہ ہوا کہ ماں اپنے رشتے داروں میں کسی تقریب میں چلی گئی اور وہاں جا کر وہ وقت کا خیال نہ رکھ سکی بھول گئی- جب خیال آیا تو پتہ چلا کہ بچہ کے آنے کا وقت کافی دیر ہوئی گزر چکا ہے-------------

ماں نے برقعہ لیا اور اپنے گھر کیطرف تیز قدموں سے چل دی راستے میں رو بھی ر ہی ہے دعائیں بھی کر رہی ہے، میرے مالک! میں نے تو اپنے بچے کا یقین بنانے کے لیئے یہ سارا معاملہ کیا تھا-اے اللہ! اگر آج میرے بچے کا یقین ٹوٹ گیا تو میرُ محنت ضا ئع ہو جائے گی اے اللہ! پردہ رکھ لینا اللہ! میری محنت کو ضائع ہونے سے بچا لینا ما ں دعائیں کرتی آرہی ہے جب گھر پہنچتی ہے تو دیکھتی ہے کہ بیٹا آرام کی نیند سو رہا ہے،ماں نے جلدی سے کھانا پکایا اور چھپا کر رکھ دیا- پھر آکر بچہ کے رخسار کا بوسہ لیا-اسے جگا کر سینے سے لگایا کہنے لگی بیٹے! آج تو تجھے بہت بھوک لگی ہوگی- بچہ ہشا ش بشاش بیٹھ گیا کہنے لگا امی! مجھے تو بھوک نہیں لگی-ماں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو بچے نے کہا امی! جب میں مدرسے سے آیا تو میں نے مصلی بچھایا اور میں نے دعا مانگی اے اللہ! مجھے بھوک لگی ہوئی ہے تھکا ہوا بھی ہوں آج تو امی بھی گھر پر نہیں ہیں، اللہ مجھے کھانا دے دو امی! اس کے بعد میں نے کمرے میں تلاش کیا،مجھے ایک جگہ، روتی پڑی ہوئی ملی امی! میں نے اسے کھا لیا مگر جو مزہ مجھے آج آیا امی ایسا مزہ مجھے ز ندگی میں کبھی نہیں آیا تھا سبحان اللہ مائیں بچوں کی تربیت ایسے کیا کرتی تھیں اور اللہ رب العزت انکو پھر قطب الدین بختیار کاکی بنا دیتے تھے چنانچہ یہ مغل بادشاہوں کے شیخ بنے اور اپنے وقت میں لاکھوں انسان ان کے مرید بنے- تو ایک اور کا

میاب شخصیت کے پیچھے آپکو عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔۔۔۔یہ مثا
لیں اتنی زیادہ ہیں کہ انسان حیران ہی ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ختم شد
تحریر و تحقیق:۔ حضرت مولانا پیر حافظ ذالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ رحمتہ اللہ)
علیہ(

## اقتباس

علم حاصل کرنا ہر مسلمان عورت مرد پر فرض ہے " تو علم کی طلب جسطرح مرد کے لیئے لازمی ہے اسی طرح عورت کے لیئے بھی لازمی ہے بلکہ یہ داجز تو یوں کہتا ہے کہ اگر کسی آدمی کے دو بچے ہوں۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور اس کے وسائل اتنے ہوں کہ دونوں میں سے کسی ایک کو تعلیم دلوا سکتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ بیٹی کو تعلیم پہلے دلوائے اس لیئے کہ " مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا " جب عورتوں میں دینی تعلیم عام ہو گی تو پھر آئیدہ نسلوں کی تربیت اچھی ہو گی بلکہ آپ غور کریں تو اس امت کے ہر کامیاب مرد کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار نظر آئے گا کبھی بیوی کی شکل میں، کبھی بہن کی شکل میں، کبھی ماں کی شکل میں اور کبھی بیٹی کی شکل میں

۔۔۔۔۔۔۔ از افادات۔۔۔۔۔

(حضرت مولانا پیر حافظ ذو لفقار احمد نقشبندی مجددی مد ظلہ ۔۔۔۔کتاب سکون دل )

## !!!یہ وہ کتاب ہے جسمیں کچھ شک نہیں۔۔۔۔۔

دوستو۔۔۔! قرآن پاک وہ کتاب ہے جسمیں کچھ شک نہیں ہے یعنی کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سو فیصد سچ ہے۔ یہ ایک سچی کتاب ہے۔ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لیا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اسمیں ایک زیر زبر یا پیش کی غلطی یا ردوبدل نہ ہو سکا جب کہ باقی جتنی بھی الہامی کتابیں ہیں وہ تبدیل ہو چکی ہیں قرآن پاک چونکہ اللہ کے محبوب کے دل پر نازل ہوا۔ اسی لیئے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا ہر دل بدل جاتا ہے سنور جاتا ہے۔ زندہ ہو جاتا ہے۔ مردہ دلی ہی ہر مرض کو جنم دیتی ہے اور قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والے کے اندر کبھی مردہ دلی پیدا نہیں ہو سکتی قرآن پاک کا موضوع انسان ہے۔ اسی لیئے یہ کتاب انسانیت کا درس بھی دیتی ہے۔ اور دنیا کے تمام بنی نوع انسان کو امن سلامتی اور اخوت و بھائی چارے کا پیغام دیتی ہے

دوستو۔۔۔! قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے والے بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ واقعی یہ کتاب کی شکل میں ایک معجزہ ہے۔ واقعی یہ ایک سچی کتاب ہے ۔اس کتاب کی تخلیق کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کتاب کا حرف حرف

لفظ لفظ ،اور ہر ہر جملہ اپنی مثال آپ ہے دنیا کے بڑے بڑے مصنف بڑے بڑے، محقق بڑے بڑے تخلیق کار اس کتاب کو پڑھنے کے بعد پکار اٹھے کہ ہاں واقعی اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ کسی انسان کا لکھا ہوا کلام نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک میں ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو عین فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے۔ قرآن پاک پر چودہ سو سال سے تجربات ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کے لفظ لفظ پر تحقیق کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر انسان مکمل طور پر تو کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ اللہ نے بہت سی باتیں انسانوں سے مخفی رکھی ہیں۔ جن کے معنی و مطالب وہ سمجھ نہ پائے۔ اور جہاں تک سمجھ سکے۔ وہاں تک تو لاجواب ہو کر بیٹھ گئے اور یہ مان لینے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوستو۔۔۔۔! قرآن پاک کو جھٹلانے والوں نے جب اس کتاب کو جھٹلانے کی کوشش کی تو وہ خود جھٹلائے گئے اس وقت سب سے زیادہ بدقسمت قوم مسلمان ہیں۔ جنہیں اللہ تعالی نے قرآن پاک جیسی نعمت سے نوازا۔ جس میں زندگی کو جینے کے طریقے بتائے۔ مگر مسلمان بدقسمتی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ اور اس کتاب سے فائدہ اٹھانے والے زندگی کو نی رہے ہیں۔ قرآن پاک میں یوں تو تمام علوم اور مخلوق کے بارے میں بات کی گئی ہے مگر کیونکہ انسان اس کائنات میں اہم ترین مخلوق ہے جس کے بارے میں شاعر مشرق بھی

کہ گئے کہ یہ جہاں ہے تیرے لیئے تو نہیں ہے جہاں کے لیئے ۔انسان کی اہمیت اس کائینا ت میں اتنی ہی ہے جتنی جسم میں پانی کی ہوتی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اس کتاب کا موضوع انسان کو بنایا ہے اور پھر اسی کتاب میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات میں سے ہے ۔اس لیئے تمام مخلوق سے زیادہ احترام اور محبت انسان کو انسان سے ہونا چاہیئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوستو۔۔۔۔۔۔ !قرآن پاک کو اللہ جل شانہ نے ہم تک اپنے محبوب کے ذریعے پہنچایا ہے اور اللہ کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے معلم بن کر ہمیں سمجھانے ہمیں کھول کھول کر قرآن کی آیتوں کو بتانے کے لیئے اس دنیا میں تشریف لائے غور طلب بات ہے اللہ کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے نہ صرف کتاب ہم تک پہنچائی بلکہ پہلے ہمیں زندگی جیسی نعمت دی پھر اس زندگی کو بہتر طریقے سے گزارنے کے طور طریقے سکھانے کے لیئے کتاب قرآن پاک بھیجی اور اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے ایک سکھانے والے معلم کو بھیجا جو کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین اور معصوم ترین ہستی تھی اس ہستی نے ہمیں اس کتاب کا حرف حرف کھول کھول کر بتایا اور سکھایا اور اس کتاب کی تشریح احادیث کی صورت میں آج بھی ہمارے پاس بغیر کسی ردوبدل کے جوں کی توں محفوظ ہے اور تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں

کو جھٹلاوگے ۔۔۔۔۔۔

دوستو سنو۔۔۔۔! یہ کتاب قرآن پاک تمہارے لیئے ایک نعمت ہے جو دنیااورآخرت میں تمہارے لیئے فائدہ مند ہے اس کتاب پر عمل کرنے والے کی دنیااورآخرت دونو ں سنور جاتی ہے او نہ ماننے والوں کے لیئے نہ دنیامیں سکون ہے نہ آخرت میں آرام قرآن پاک بے شک دنیامیں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے مگر بدقسمتی سے اس دور میں سب سے زیادہ نا سمجھ کرپڑھی جانے والی کتاب بھی قرآن پاک ہے۔خدارااس کتاب کو سمجھ کرپڑھیئے۔جب تک اس کتاب کو سمجھ کر نہ پڑھیں گے اسو قت تک قرآن پاک پر عمل کرنا ناممکن ہے اور انسان اسی وقت دنیااورآخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔جب اس کتاب یعنی قرآن پاک پر عمل کرے گااس کتاب کو ایک مثال سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے مثلاآپ کے پاس آپ کے کسی دوست کا خط آ ئے یا میسج آئے توکیاآپ اسے پڑھ لیناکافی سمجھیں گے ۔۔۔؟ یا اسے تعویز بنا کر گلے میں لٹکانا ضروری سمجھیں گے ۔۔۔؟کیاایسے انسان کوذہنی مریض نہ سمجھا جائے گا ۔۔۔؟ سمجھ دار انسان فوری طورپراسے سمجھنے کی کوشش کرے گاکہ اس میں میرے لیئے کیاپیغام ہے یا کسی ایسے شخص کے پاس جائے گاجو وہ زبان جانتا ہو۔جوآپ کو اس کے معنی و مطالب سمجھا سکتا ہو۔اسکے بعد ہی آپ اس دوست کی کہی گئی بات پر

عمل کر سکیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔

دوستو ۔۔۔۔! یہ کتاب قرآن پاک بھی تمہاری طرف ایک دوست کیطرف سے بھیجا گیا خط ہے ۔ایک اتنا اہم پیغام ہے ۔ جسے سمجھ لینے کے بعد آپ دنیا وآخرت کے تمام خزانوں کو پا سکتے ہیں دراصل قرآن پاک خزانوں کی کنجی ہے بد قسمتی سے مسلمان اس کتاب کی اللہ کی اس نعمت کی ناقدری کر رہے ہیں ۔ جسکی وجہ سے دنیا میں بھی رسوا ہو رہے ہیں ۔اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم کے سوا کچھ نہ ہو گا صرف وہی لوگ جنت میں جا سکیں گے جو قرآن وسنت پر عمل کریں گے اسکو سمجھیں گے اور اسکو اپنی زندگیوں میں ان طریقوں اور اصولوں کو داخل کریں گے اور یہ اللہ کی اولین شرطوں میں سے ایک شرط ہے کہ جب تک تم اپنی زندگی کو جو تمہارے پاس میری امانت ہے میرے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق نہ گزارو گے اس وقت تک تم جنت میں نہ جا سکو گے ۔قرآن پاک ہدائیت کا سر چشمہ ہے بھٹکے ہوؤں کو ہدائیت سکھاتی ہے اور جو لوگ اس کتاب یعنی قرآن پاک کو سمجھ لینے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے ۔۔۔۔تو جان لیجیئے کہ ان کے دلوں میں شک ہے ، کھوٹ ہے ،بیماری ہے ، حقیقت میں ایسے لوگ منافق ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں ۔۔۔مگر اس پر عمل نہیں کرتے وہ پرلے درجے کے احمق ہیں ۔۔۔۔ان سے بڑا بے وقوف کوئی ہو ہی نہیں سکتا ۔۔۔۔ایسے لوگ صیح معنوں

میں ذہنی مریض ہیں ۔۔۔اور ایسے ہی شک کرنے والے منافقین کے کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک نہیں" جس کتاب کی اللہ خود گواہی دے رہا ہو کہ خالصتا میرا کلام ہے اور اسمیں شک تک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ۔۔۔۔تو پھر اسے ماننے اور اس پر عمل نہ کرنے کی کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے